بحول اللہ تعالیٰ

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

کتاب ثانی جلد نہم

جسمین

خلافت عباسیہ بغداد کے آخری دور کے گیارہ تاجدارون مقتدی، مستظہر، مسترشد، راشد، مقتفی، مستنجد، مستضی، ناصر، ظاہر، مستنصر اور معتصم کے زمانہ حکومت کے حالات، خلفاء عباسیہ مصریہ، اور اسکے حکمرانان ،،المغرب الاقصیٰ،، دولت اسماعیلیہ اور عبیدیہ کے ابتدائی فرمانروایون کے واقعات تحریر کئے گئے ہین -

بترجمہ

جناب علامہ حکیم احمد حسین صاحب الہ آبادی مؤلف سوانح عمری سلطان صلاح الدین یوسف فاتح بیت المقدس وحیات سلطان نور الدین محمود زنگی

سنہ ۱۳۴۲ھ
۱۹۲۴ء

باہتمام منشی محمد حسین صاحب مہتمم مطبع یونانی دواخانہ الہ آباد طبع گردید

طبع ثانی

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون

جلد اول | اسمین اولاً خود مورخ کتاب ابن خلدون مغربی کی سوانح عمری ہے بعد ازان انساب عالم، حضرت نوح، ہود، صالح، شعیب، ابراہیم، لوط، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، یوشع، داؤد، سلیمان، یونس اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کے انساب اور اُنکے بعد چھٹی صدی عیسوی تک کے سلاطین وملوک کے حالات وانساب لکھے گئے ہین حضرت ہاجرہ کے لونڈی ہونے، تعمیر کعبہ، اسماعیل کے ذبیح ہونے، واقعہ اصحاب فیل، کتابت انجیل، تدوین شریعت عیسویہ اور حواریان مسیح پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ ۵۰۳ صفحات سے زائد کا حجم رائل سائز کاغذ سفید چکنا قیمت بلا محصول ڈاک۔ عہ

جلد دوم | مین ملوک فارس، یونان، روم، لاطینی، قیاصرہ، کیتم، قیاصرہ متنصرہ اور سلاطین قسطنطنیہ کے حالات تازمان فتح اسلامی، قوم گاتھ، قبائل عرب حمیر قحطانیہ حضر موت، بنو جرہم، قضاعہ، کہلان، ملوک حیرہ آل منذر، سلاطین کندہ، غسان اور مدینہ کے دو نامی قبیلہ اوس وخزرج حکمرانان مدینہ، بنو عدنان، قبائل مضر، بطون قیس، الیاس، حکومت قریش اور اونکے شجرۂ انساب نہایت صحیح طور سے مندرج ہین حجم ۳۲۶ صفحات رائل سائز سفید چکنا کاغذ قیمت بلا محصول ڈاک۔ عہ

جلد سوم | دعوای اسلام ہے تو اس جلد کو خرید فرمائیے اسمین حضرت خاتم المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، تربیت، نبوت، معراج، ہجرت، غزوات انتقال، تجہیز وتکفین، حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت اور اُنکے عہد خلافت کی ردت وفتوحات کے نہایت صحیح واقعات کمال بسط وتفصیل وتحقیق سے درج کئے گئے ہین۔ ۳۵۰ صفحات سے زائد کا حجم کاغذ چکنا سفید رائل سائز قیمت بلا محصول ڈاک۔ عہ

جلد چہارم | مین عالمگیر فتوحات عہد خلافت حضرت فاروق اعظم، عثمان بن عفان،

(ٹائٹیل کا صفحہ ۳ دوم ملاحظہ)

فہرست ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون جلد نہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

ایک برس کی مسلسل کوشش کے بعد آج ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی نوین جلد زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر قدر دانان فن تاریخ کی خدمات عالیات میں پیشکش کیا جاتا ہے فالحمد للہ علی ذالک۔

اس جلد میں خلافت عباسیہ حکمرانان بغداد کے آخری دور کے گیارہ تاجدارون مقتدی، مستظہر، مسترشد، راشد، مقتفی، مستنجد، مستضئی، ناصر، ظاہر، مستنصر، مستعصم کے زمانہ حکومت کے حالات، بعد اسکے اُن خلفاء کے واقعات جنھون نے بعد انقراض حکومت بغداد، مصر میں حکومت و سلطنت کی از سر نو بناء ڈالی تھی اور برائے نام کرسی خلافت پر متمکن ہوئے تھے ضبط تحریر میں لائے گئے، اور اسیہ ملوک المغرب الاقصیٰ، دولت اسماعیلیہ اور عبیدہ کے ابتدائی حکمرانون کے کارنامے بھی اسی جلد مین لکھے ہین۔ بظاہر یہ تاریخ کی کتاب ہے مگر حقیقت مین عبرت سے بھری ہوئی داستان ہے اسکے سیر کرنے والے بشرطیکہ غور و فکر سے کام لین بڑے سے بڑا کام کرسکتے ہین۔ اولعزمی، بلند حوصلگی، حمیت خودداری اور غیرت پیدا ہوسکتی ہے ورنہ اساطیر الاولین سے زیادہ اسکی وقعت نہین ہے۔ اللہ جلشانہ اپنے فیض عمیم سے اسکو مقبول خاص و عام کرے بمنہ وکرمہ

احمد حسین غفر اللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ

الہ آباد

۸۔ ذی القعدہ سنہ ۱۳۲۴ھ

مطابق ۲۵۔ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

کتاب ثانی۔ جلد نہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قتل بساسیری

خلافت مآب کی واپسی بغداد کے بعد سلطان طغرلبک نے خمارتگین کو دو ہزار سوار دے
کی جمعیت سے کوفہ کی جانب روانہ کیا۔ سرایا بن منیع کو معہ بنی خفاجہ کے انکی کمک کا حکم دیا اور
انکے پیچھے پیچھے خود بھی لشکر آراستہ کرکے روانہ ہوا۔ دبیس، قریش، اور بساسیری کو اسکی اطلاع
نہ ہوئی۔ بے فکری کے ساتھ غارتگری میں مصروف تھے۔ کوفہ کو لوٹ چکے تھے کہ سلطانی لشکر
کوفہ کی راہ سے نمایاں ہوا۔ مقابلہ کی طاقت نہ تھی بطیحہ کی جانب بھاگے۔ دبیس نے
عرب کو واپس کرنے کی کوشش کی۔ کامیاب نہ ہوا۔ آپ بھی انکے ساتھ ہولیا باقی رہا بساسیری
اور قریش، سینہ سپر ہوکے میدان جنگ میں آئے۔ ایک گروہ ان دونوں کے ہمراہیوں کا
مارا گیا۔ ابو الفتح بن ورام، منصور بن بدران، حماد بن دبیس قید کرلئے گئے۔ بساسیری کو
ایک تیر آلگا۔ زخمی ہوکے گھوڑے سے گرا کمشتکین نامی ایک سوار نے پہونچکے سر اوتار کے وزیر
کندری کے روبرو پیش کیا کندری نے سلطان طغرلبک کے پاس روانہ کردیا سلطانی لشکر نے
باغیوں کے لشکرگاہ کو لوٹ لیا جسکو پایا گرفتار کیا۔ سلطان طغرلبک نے نامہ بشارت فتح کے
ساتھ بساسیری کا سر بھی بغداد بھیجدیا۔ خلافت مآب کے حکم سے پندرہویں ذی حجہ ۴۵۱ھ کو

محلسرائے خلافت کے دروازہ پر باب نوبی کے سامنے لٹکا دیا گیا۔ دبیس بھاگ کے بطیحہ پہونچا۔ اِسکے ہمراہ زعیم الملک ابوالحسن عبدالرحیم بھی تھا۔

بساسیری[1] ترکی النسل، بہاء الدولہ بن عضد الدولہ کا خادم تھا اِسکا نام ارسلان اور کنیت ابوالحرث تھی۔ بساسیری کے حرف اول کا تلفظ فاء اور باء کے درمیان میں ہے۔ فسا شہر کیطرف جب کوئی منسوب کیا جاتا ہے تو فسوی کہلاتا ہے۔ ابوعلی فارسی صاحب الایضاح اِسی شہر کا رہنے والا تھا۔ چونکہ بساسیری کا پہلا آقا بسا کا رہنے والا تھا اِس مناسبت سے اِسکو بساسیری کہنے لگے۔

سلطان طغرلبک واسط میں

دار الخلافت بغداد کے انتظام سے فارغ ہو کے سلطان طغرلبک نے اوائل سنہ ۴۵۲ھ میں واسط کیطرف کوچ کیا۔ ہزارسب بن تنکیر والی اہواز یہ خبر پا کے سلطان طغرلبک سے ملنے کو واسط میں حاضر ہوا عرض و معروض کر کے دبیس بن مزید اور صدقہ بن منصور بن حسین کی عفو تقصیر کرائی اور معذرت کی غرض سے دربار سلطانی میں حاضر کیا۔ سلطان طغرلبک نے اِن دونوں کی عفو تقصیر کی۔ بعد ازاں ابوعلی بن فضلان کو واسط پر بشرط ادائے خراج دو لاکھ سالانہ اور ابوسعد سابور بن مظفر کو بصرہ پر مامور کیا۔ اور بغداد کیجانب مراجعت کی۔ دربار خلافت میں حاضر ہوا خلافت مآب کی حضوری کا شرف حاصل کیا۔

بعد چندے ماہ ربیع الاول سنہ ۴۵۲ھ میں بلاد جبل کیطرف روانہ ہوا۔ بوقت روانگی

---

[1] حاشیہ تاریخ ابن خلدون پر بحوالہ ابوالفداء لکھا ہوا ہے۔ بسا کو عربی زبان میں فسا کہتے ہیں بفتح باء موحدہ وسین مہملہ بعدہ الف۔ یہ ایک شہر ہے مضافات دارابجرد سے آبادی میں شیراز کا مقابل تھا۔ اہل عرب اسکی طرف جب منسوب کرتے تھے تو فسوی کہتے تھے مگر اہل فارس خلاف قیاس بساسیری بولتے ہیں۔ عرب بھی بہ تقلید اہل فارس بساسیری کہنے لگا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے خلفاء مصر کا بغداد میں خطبہ پڑھا۔ اور خلیفہ قائم کو بغداد سے نکال دیا تھا۔

امیر برسق کو بغداد کا شحنہ مقرر کیا۔ ابوالفتح مظفر بن حسین کو بغداد کا چار لاکھ دینار پر تین برس کا ٹھیکہ دیا۔ محمود احرم کو بنی خفاجہ کی امارت اور کوفہ و فرات کی حکومت پر واپس کیا۔ اسی سنہ میں دربار خلافت سے سلطان طغرلبک کے مصاحبونکو چار ہزار دینار سالانہ کی جاگیریں مرحمت ہوئیں

تبدیلی وزارت

خلیفہ قائم نے بغداد واپس آنے پر ابو تراب اثیری کو امیر البحر مقرر کیا کشتیوں کی فراہمی کی خدمت سپرد کی اور "حاجب الحجاب" کا لقب مرحمت فرمایا۔ یہ اُس خدمت کا صلہ تھا جو اس نے خلافت مآب کی حدیثہ میں خدمت کی تھی۔ تھوڑے دنوں بعد شیخ ابو منصور یوسف نے ابوالفتح بن احمد بن دارست کی وزارت کی سفارش کی اور یہ گذارش کی کہ تنخواہ یا جاگیر لینا تو درکنار ابوالفتح بطور نذرانہ کے ایک معتدبہ رقم سالانہ پیش کیا کریگا خلافت مآب نے شیخ ابو منصور کی سفارش منظور فرمالی۔ چنانچہ پندرہویں ربیع الثانی ۴۵۳ھ کو ابوالفتح اہواز سے بغداد میں داخل ہوا۔ خلافت مآب نے خلعت دی قلمدان وزارت عطا فرمایا۔ ابوالفتح اس سے پیشتر ابو کالیجار کیطرف سے تجارت کرتا تھا۔ القصہ سال تمام ہوگیا اور رقم معینہ ادا نہ کرسکا۔ اسپر خلیفہ قایم نے اسکو معزول کر دیا۔ اہواز لوٹ آیا۔ اسکے بعد ہی ابونصر بن جہیر وزیر نصیر الدولہ بن مروان بامید وزارت بغداد آیا عہدۂ وزارت کی درخواست دی اور خلافت مآب سے لڑجھگڑ کے عہدۂ وزارت حاصل کرلیا۔ خلافت مآب نے عہدۂ وزارت عطا کرنیکے بعد فخر الدولہ کا خطاب مرحمت فرمایا۔

سلطان طغرلبک کا نکاح

۴۵۳ھ میں سلطان طغرلبک نے بذریعہ ابوسعد قاضی رے خلیفہ قایم کی لڑکی سے نکاح کرنیکی درخواست کی۔ خلافت مآب نے اس سے انکار کیا۔ بعد ازاں ابو محمد تمیمی کے زبانی یہ کہلا بھیجا کہ سلطان طغرلبک امیر المومنین کو اس رشتہ سے معاف رکھیں ورنہ تین لاکھ دینار سالانہ اور صوبہ واسط سے معہ اسکے مضافات کے دستکش ہونا پڑے گا جسوقت تمیمی نے وزیر عمید الملک سے خلافت مآب کا یہ پیام بیان کیا عمید الملک نے ہنسکے جواب دیا۔ والحمد للہ خلافت مآب نے سلطان کی

درخواست منظور فرمالی۔ سلطان کو چاہئے کہ ان شرائط کو منظور کرلیں اور خلافت مآب کو یہ مناسب ہے کہ بعوض رشتہ داری کے مال وزر طلب نہ فرمائیں"۔ عمیدی سے اسکا جواب کچھہ بن نہ آیا خاموش ہو رہا۔ عمید الملک نے اس سے سلطان طغرلبک کو مطلع کیا۔ اور لوگوں میں اس خبر کو مشہور کر دیا۔ بعد ازاں سلطان طغرلبک نے وزیر عمید الملک کو ارسلان خاتون زوجہ خلیفہ قایم کے ہمراہ معہ امرائے رے ؎ جسمیں قراء زرین کا کو یہ بھی تھا دس لاکھہ دینار، بیشمار جواہرات اور لونڈیاں دیکر خلافت مآب کی خدمت میں روانہ کیا۔ عمید الملک نے دربار خلافت میں حاضر ہوکے خلافت مآب کی دست بوسی کی اور مال واسباب جو کچھہ اپنے ہمراہ لایا تھا پیش کش کیا۔ خلیفہ قایم نے سلطان طغرلبک کا پیام سنتے ہی ارشاد کیا" اگر سلطان طغرلبک اپنے اس خیال خام سے باز نہ آئیگا تو میں بغداد چھوڑ کے نکل جاؤنگا"۔ عمید الملک نے عرض کی" خلافت مآب نے پہلے ہی سے انکار کیوں نہ فرمایا۔ اور جب منظوری کو مشروط کسی شرط سے کر دیا تو اب انکار کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے"۔ خلیفہ قایم نے اسوقت کچھہ جواب نہ دیا۔ اگلے دن عمید الملک اور اس کے ہمراہیوں کو نہروان کیطرف نکلوا دیا۔ قاضی القضاۃ اور شیخ ابومنصور بن یوسف کو خبر لگی۔ گرتے پڑتے عمید الملک کے پاس پہونچے اور خوشامد و منت کرکے روکا بعد اس کے خلافت مآب کی خدمت میں آئے۔ اونچا نیچا سمجھایا بالآخر باتفاق رائے حاضرین دربار دیوان سے ایک خط بنام خمارتکین (یہ سلطان طغرلبک کا مصاحب تھا) متضمن شکایت عمید الملک روانہ کیا گیا۔ تھوڑے دنوں بعد سلطان طغرلبک کیطرف سے مدارات اور نرمی کا جواب آیا۔ مگر عمید الملک خلافت مآب کو بزور اس رشتہ پر برابر طیار کرتا جاتا تھا اور خلافت مآب ہُٹّھے پر ہاتھہ تک نہیں رکھنے دیتے تھے۔ انجام کار عمید الملک نا امید ہوکے ماہ جمادی الآخر ۴۵۴ھ میں بغداد سے سلطان طغرلبک کے پاس چلا آیا کل واقعات از ابتدا تا انتہاء عرض کئے اور یہ جڑ دیا کہ خمارتکین اگر دخل در معقولات

نکرتا تو سلطان کا مقصود کب کا حاصل ہوگیا ہوتا۔ سلطان طغرلبک کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی۔ خمارتکین بخوف جان بھاگ کھڑا ہوا۔ نیال کے لڑکوں نے باجازت سلطان تعاقب کیا۔ اور بعوض اپنے باپ کے اسکو مار ڈالا۔ تب بجائے اسکے سارتکین مامور ہوا۔ بعد واپسی عمید الملک سلطان طغرلبک نے قاضی القضاۃ اور شیخ ابو منصور بن یوسف کے نام عتاب آمود خط لکھا۔ اور اپنی بھتیجی ارسلان خاتون زوجہ خلیفہ قایم کو طلب کیا۔ خلافت مآب نے یہ خیال کر کے کہ معاملہ اب طول کھنچا جاتا ہے سلطان طغرلبک کی منگنی اپنی شاہزادی سے منظور کر لی۔ وزیر عمید الملک کو سلطان طغرلبک کے ساتھ شاہزادی کے نکاح کا وکیل مقرر کیا اور ابو الغنایم بن محلبان کی معرفت بلاد اسلامیہ میں خطوط روانہ کئے۔ چنانچہ ماہ شعبان ۴۵۴ھ میں بیرون تبریز خلافت مآب کی بیٹی سے سلطان طغرلبک کا عقد کیا گیا۔

عقد ہونیکے بعد سلطان طغرلبک نے خلافت مآب، ولیعہد اور خلافت مآب کی اس بیٹی کے لئے جس سے عقد ہوا تھا مال و اسباب اور جواہرات روانہ کئے۔ اور جسقدر عراق میں اسکی متوفیہ بیوی کی جاگیریں تھیں سب کی سب خلیفہ کی بیٹی کو دیدی۔

ماہ محرم ۴۵۵ھ میں سلطان طغرلبک نے ارمینیہ سے بغداد کیجانب مراجعت کی امراء دولت سلجوقیہ سے ابو علی بن ابو کالیجار، سرخاب بن بدر، ہزارسب اور ابو منصور بن فرامرز بن کاکویہ وغیرہ اسکے ہمراہ رکاب تھے۔ وزیر ابن جہیر خلافت مآب کیطرف سے استقبال کو آیا۔ سلطان طغرلبک نے عزت و احترام سے ملاقات کی اور غربی بغداد میں مع اپنے لشکر کے قیام کیا۔ کثرت لشکر سے رعایا واویلا مچانے لگی۔ وزیر عمید الملک محلسرائے خلافت میں سلطان کی بیوی (خلیفہ قایم کی لڑکی) کو رخصت کرانے کو گیا۔ خلافت مآب نے اپنی شاہزادی اور نیز سلطان کے اراکین دولت اور مصاحبوں کے رہنے کو ایک محل علیحدہ کر دیا اور شاہزادی کو اس میں بھیجدیا۔ شاہزادی تخت پر جو سونے سے منڈھا

ہوا تھا جلوہ افروز ہوئی۔ سلطان طغرلبک نے حاضر ہو کے زمین بوسی کی بہت سا مال
اور بیشمار جواہرات پیش کئے۔ چند روز تک اسی دستور سے سلطان طغرلبک آتا جاتا رہا
امراء دولت عباسیہ اور خلافت مآب کے مصاحبوں کو انعامات دیئے خلعت فاخرہ سے سرفراز
کیا۔ ڈیڑھ لاکھ سالانہ پر ابوسعد فارسی کو بغداد کا ٹھیکہ دیا جسقدر ٹکس اور محصول رئیس العراقین
نے معاف کر دیا تھا پھر جاری کر دیا۔ اعرابی سعد ٹھیکہ دار بصرہ گرفتار کر لیا گیا۔ واسط کا
ٹھیکہ دو لاکھ سالانہ پر ابوجعفر بن فضلان کو دیا گیا۔

وفات سلطان طغرلبک ۴۵۵ھ

سلطان طغرلبک نے چند سے بغداد میں قیام کر کے ماہ ربیع الآخر
میں بلاد جبل کیجانب کوچ کیا۔ جسوقت رے میں داخل ہوا مرض
الموت میں گرفتار ہو گیا۔ آٹھویں رمضان سنہ مذکور یوم جمعہ کو وفات پائی۔ رفتہ رفتہ بغداد
میں یہ خبر پہونچی۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ خلیفہ قایم کے طلب کرنے پر مسلم بن قریش والی
موصل، دبیس بن مزید، ہزار شب والی اہواز، بنی ورام اور بدر بن مہلہل وغیرہ بغداد میں
آگئے۔ ابوسعد فارسی ٹھیکہ دار بغداد نے قصر عیسیٰ پر شہر پناہ بنا کے غلہ وغیرہ کا کافی ذخیرہ
مجتمع کر لیا۔ مسلم بن قریش موقع پا کے بغداد سے خروج کر کے اطراف وجوانب بغداد کو تاخت
و تاراج کرنے لگا۔ دبیس بن مزید، بنو خفاجہ، بنو ورام، اور اکراد اس سے جنگ کرنے کو
بڑھے۔ مسلم بن قریش کی گرمی دماغ فرو ہو گئی۔ بغاوت سے توبہ کی اور بدستور علم عباسیہ کے
آگے گردن اطاعت جھکا دی۔ اس اثناء میں ابوالفتح بن ورام سردار اکراد جاوانیہ کا انتقال
ہو گیا۔ عربوں نے تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ لڑنے پر پھر تل گئے۔ بازاریوں اور
اوباشوں کو دست درازی کا موقع ملگیا۔ یہی وجہ تھی کہ بغداد میں بدمعاشوں اور مفسدوں
کی کثرت ہو گئی۔ جس سے نظام حکومت مدتوں درہم برہم رہا۔

سلطان الپ ارسلان

سلطان طغرلبک کے انتقال کے بعد اراکین دولت علی الخصوص عمید الملک
کندری نے سلیمان بن داؤد جعفری بک کو سریر حکومت پر جلوہ افروز کرایا

داؤد جعفری بک، سلطان طغرلبک کا بھائی تھا۔ اسکے انتقال کے بعد سلطان طغرلبک نے اسکی بیوی (یعنی مادر سلیمان سے) عقد کرلیا تھا اس اعتبار سے سلیمان سلطان طغرلبک کا ربیب[۱] بھی تھا اور بھتیجہ بھی۔ سلطان طغرلبک نے اسکو اپنا ولیعہد بھی بنایا تھا جسوقت سلیمان کا نام خطبوں میں داخل کیا گیا۔ امراء دولت نے مخالفت شروع کر دی۔ باغیسان اور ارادم بغداد سے قزوین چلا گیا۔ عندلدولہ الپ ارسلان محمد بن داؤد جعفری بک کے نام کا خطبہ پڑھا۔ یہ ان دنوں خراسان میں حکومت کر رہا تھا اسکے پاس اسکا وزیر نظام الملک بھی تھا۔ بات کی بات میں لوگوں کا رجحان اسکی جانب ہو گیا۔ عمید الملک کندری کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس خیال سے کہ مبادا کسی قسم کا اختلال میری حکومت میں پیدا ہو جائے رے میں سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ اور بعد اسکے سلیمان کے نام کا خطبہ پڑھوایا سلطان الپ ارسلان کو اسکی خبر لگی۔ لشکر مرتب کر کے خراسان سے رے پر چڑھائی کر دی اہل رے سلطان الپ ارسلان کی آمد کی خبر پا کے ملنے کو آئے۔ اور آپکی اطاعت قبول کرلی عمید الملک کندری نے بھی سلطان الپ ارسلان کی شرف حضوری حاصل کی اور اسکے وزیر نظام الملک سے ملا۔ تحائف اور ہدایا پیش کئے لیکن اس سے کچھ کاربرآری نہ ہوئی اور نہ اسکی طرف سے سلطان الپ ارسلان کی سوءظنی کم ہوئی۔ چنانچہ سلطان الپ ارسلان نے بخوف فتنہ و فساد اسکو سنہ ۴۵۶ھ میں گرفتار کر کے مرورود کے جیل میں ڈالدیا اور بعد ایک سال کے ۱۱ ذی حجہ سنہ ۴۵۷ھ میں قتل کر ڈالا۔

عمید الملک۔ نیشاپور کا رہنے والا فصیح و بلیغ اعلیٰ درجہ کا انشی تھا جسوقت سلطان طغرلبک نیشاپور میں وارد ہوا۔ ایک کاتب کی ضرورت محسوس ہوئی موفق پدر ابو سہل نے عمید الملک کو پیش کر دیا۔ چونکہ اسمیں خداداد قابلیت موجود تھی سلطان طغرلبک نے اسکو اپنا سکرٹری بنالیا۔ یہ پیدایشی مخنث تھا بعضوں کا بیان ہے کہ چونکہ اس نے سلطان

---

[۱] ربیب اس سوتیلی لڑکی کو کہتے ہیں جسکی ماں سے بعد پیدا ہونے کے نکاح کیا جائے۔ مترجم۔

طغرلبک کی منگیتی بیوی سے عقد کر لیا تھا اور سلطان سے باغی ہو گیا تھا۔ سلطان نے اس پر چڑھائی کی۔ مدتوں محاصرہ کیئے رہا اور بعد کامیابی و فتحیابی کے اسکو تخت بنا کے بدستور عہدۂ کتابت پر مامور کیا۔ بعض مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ اس کے دشمنوں نے دشمنی کیوجہ سے یہ خبر اوڑا دی تھی کہ سلطان طغرلبک کی منگیتی بیوی سے عقد کر لیا ہے۔ اسوجہ سے اس نے اپنے آپکو خصی کر ڈالا۔ تاکہ دشمنوں کی عداوت سے بیخوف ہو جائے۔ شافعیہ اشعریہ اور رافضیوں سے تعصب بیحد رکھتا تھا۔ سلطان سے منابر خراسان پر رافضیوں کے لعن طعن کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ بعد چندے اشعریہ کو بھی شریک لعن کر لیا اس سے آئمہ اہل سنت وجماعت کو بیحد صدمہ و ملال ہوا۔ چنانچہ ابو القاسم قشیری اور امام ابو المعالی خراسان چھوڑ کے مکہ معظمہ چلے آئے چار برس تک حجاز میں قیام کیا اور حرمین میں درس و تدریس اور افتاء میں مصروف رہے اسی مناسبت سے یہ امام الحرمین کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ پس جسوقت سلطان الپ ارسلان کا دور حکومت آیا اور قلمدان وزارت کا مالک نظام الملک طوسی ہوا تو اس نے امام الحرمین کے ساتھ اچھے برتاؤ کیے حسن سلوک سے پیش آیا اور سلطان الپ ارسلان نے سیدہ بنت خلیفہ قائم کو جسکے ساتھ سلطان طغرلبک نے عقد کیا تھا۔ بغداد واپس کیا اور خدمت گزاری کے لئے امیر اتیکین سلیمانی کو ہمراہ کر دیا۔ تاکہ شاہزادی صاحبہ کو دوران سفر میں کسی قسم کی تکلیف نہونے پائے۔ بغداد پہونچنے پر سلطان الپ ارسلان نے امیر اتیکین کو بغداد کی کوتوالی عنایت کی۔ اس سفر میں شاہزادی سیدہ کے ہمراہ ابو سہل محمد بن ہبۃ اللہ معروف بہ ابن موفق بھی تھا۔ دار الخلافت بغداد میں سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی اجازت حاصل کرنے کو خلافت مآب کی خدمت میں جا رہا تھا اثناء راہ میں انتقال کر گیا۔ نیشاپور کے مشہور علماء شافعیہ سے تھا۔ سلطان الپ ارسلان نے اس واقعہ سے مطلع ہو کے بجائے اسکے عمید ابو الفتح مظفر بن حسین کو روانہ کیا اتفاق یہ کہ یہ بھی بغداد نہ پہونچنے پایا راستہ ہی میں مر گیا۔ تب سلطان الپ ارسلان نے

اپنے وزیر السلطنت نظام الملک کو روانگی کا حکم دیا۔ حمید الملک ابن وزیر فخر الدولہ بن جہیر وغیرہ استقبال کو آئے۔ خلیفہ قایم نے نظام الملک سے ملنے کی غرض سے ساتویں جمادی الاول ۴۵۶ھ کو دربار عام کیا اور یہ قایم مقامی سلطان الپ ارسلان نظام الملک سے ہاتھ ملایا اعزاز کے ساتھ کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ رؤساء شہر اور ارا کین دولت کے روبرو خلعتیں دیں، ضیاء الدولہ کا لقب دیا۔ اور منابر بغداد پر سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھے جانیکا حکم صادر فرمایا۔ اور نیز یہ حکم دیا کہ سلطان کی درخواست کے مطابق "الولد المویدؔ" کے خطاب سے مخاطب کئے جانے کا ارشاد کیا گشتی فرامین تمام ممالک اسلامیہ میں روانہ کئے گئے۔ بیعت خلافت لینے کو نقیب طراد زینبی سلطان الپ ارسلان کیطرف روانہ ہوا۔ بمقام نخجوان مضافات آذربیجان میں سلطان الپ ارسلان سے ملاقات ہوئی سلطان الپ ارسلان نے خلعت کو آنکھوں سے لگا کے زیب تن کیا۔ بعد ازاں بیعت خلافت کی۔ اس کے بعد ہی امراء سلجوقیہ سے والی ہرات اور صغانیان نے سلطان الپ ارسلان کی مخالفت پر علم بغاوت بلند کیا چنانچہ سلطان الپ ارسلان نے ایک عظیم لشکر مرتب کرکے ہرات پر دھاوا کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے فتح نصیب بھی ہوا۔ جیسا کہ آیندہ اسکی دولت حکومت کے ضمن میں جہاں ہم علیحدہ تحریر کرنے والے ہیں احاطہ تحریر میں لائینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قطلمش کی بغاوت

قطلمش، خاندان سلاطین سلجوقیہ کا ایک نامور ممبر تھا سلطان طغرلبک سے نسباً بہت قریب بلکہ اسی کے خاندان سے تھا قونیہ، قیصریہ، اقصرا اور ملطیہ پر اس نے قبضہ کر رکھا تھا۔ اسکو سلطان طغرلبک نے ابتدائً جبکہ بغداد پر ۴۴۹ھ میں بغداد پر قبضہ حاصل کیا تھا۔ بساسیری اور قریش بن بدران والی موصل سے جنگ کرنے کو بھیجا تھا۔ بعد انتقال سلطان طغرلبک اس نے لشکر مرتب کرکے رے کا قصد کیا۔ سلطان الپ ارسلان کو اسکی خبر لگ گئی فوج کو

طیاری جنگ کا حکم دیا اور بعد طیاری ماہ محرم ۴۵۶ھ میں نیشاپور سے رے کیطرف روانہ ہوا۔ مگر عساکر سلطانی کے پہنچنے سے پہلے قطلمش رے پہونچگیا تھا۔ لوٹ مار شروع کردی تھی۔ سلطان الپ ارسلان نے دامغان میں پہونچکے ایک خط قطلمش کے پاس مشعر مخالفت قتل و غارت روانہ کیا قطلمش نے کچھہ توجہ نہ کی۔ سلطان نے رے کے قریب پہونچکے ہنگامہ کارزار گرم کردیا قطلمش کی فوج میدان جنگ سے شکست کھا گئی۔ سلطان نے اس کے لشکرگاہ کو لوٹ لینے کا حکم دیدیا۔ ہزارہا قتل اور قید کئے گئے۔ اسی دار و گیر میں قطلمش بھی مارا گیا قطلمش کے مارے جانے سے لڑائی فرو ہوگئی سلطان کو اسکے مارے جانے سے سخت صدمہ و ملال ہوا۔ نماز جنازہ پڑھ کے دفن کرا دیا۔

بعد اس واقعہ کے سلطان نے بقصد جہاد بلاد روم کا قصد کیا اور بیجان ہو کے گذرا امیر طغرتکین معہ اپنے اعزہ اور اقارب کے ملنے کو آیا۔ امیر طغرتکین کو بلاد رومیہ سے واقفیت اور جہاد میں بہت بڑا دخل تھا۔ سلطان نے اسکو جہاد پر ابھارا اور رہبری کی غرض سے اپنے ہمراہ لیا۔ رفتہ رفتہ بخران پہونچا نہر ارس کے عبور کرنے کو کشتیاں طیار کرائیں۔ خوی اور سلماس قلعات اذربیجان کے سر کرنے کے لئے فوجیں روانہ کیں اور خود بلاد کرخ کیطرف قدم بڑھایا۔ متعدد قلعات کو یکے بعد دیگرے مفتوح کیا جیسا کہ ہم آیندہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کرینگے الغرض فتحیابی حاصل کرنے کے بعد مژدہ فتح بغداد روانہ کیا۔ اور بادشاہ کرخ نے جزیہ دینے پر مصالحت کرلی سلطان الپ ارسلان نے اصفہان کیجانب مراجعت کی۔ اصفہان میں چندے قیام کرکے کرمان کا رخ کیا قاروت بن داؤد جعفری بک (یہ سلطان کا بھائی تھا) نے حاضر ہو کے شرف حضوری حاصل کی بعدہ سلطان مرو کیطرف روانہ ہوا۔ اسی اثنا میں سلطان کے بیٹے ملک شاہ نے بادشاہ ماوراءالنہر کی بیٹی سے اپنا عقد کرلیا اور دوسرے بیٹے کا والی غزنہ کی لڑکی سے نکاح ہوا۔

ملکشاہ کی ولیعہدی ۴۵۸ھ میں سلطان الپ ارسلان نے اپنے بیٹے ملکشاہ کو اپنا ولیعہد بنایا

امراء مملکت اور ارا کین دولت سے ملک شاہ کی ولیعہدی کی بیعت لی حسب مدارج سبھونکو
خلعتیں دیں اور اپنے تمام ممالک محروسہ میں ولیعہد کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم صادر
فرمایا۔ بعدازاں بلاد مختلفہ میں متعدد اشخاص کو جاگیریں دیں چنانچہ بلخ اپنے بھائی سلیمان
بن داؤد کو، خوارزم ارسلان ارغو کو، مرو اپنے دوسرے بیٹے ارسلان شاہ کو، صغانیان
و طخارستان اپنے دوسرے بھائی الیاس کو، مازندران امیر اینانج بیغو کو اور بغشور معہ اُسکے
مضافات کے مسعود بن ارتاش کو عنایت کیا۔

وزیر السلطنت نظام الملک نے ۴۵۷ھ میں مدرسہ نظامیہ بغداد کی بنا ڈالی تھی جسکی
عالیشان عمارت ماہ ذیقعدہ ۴۵۹ھ میں بنکر طیار ہوئی شیخ[1] ابو اسحاق شیرازی درس کے
لئے منتخب کئے گئے۔ ایک جم غفیر طلباء کا درس لینے کو حاضر ہوا۔ چونکہ شیخ موصوف نے کسی سے
یہ سن لیا تھا کہ مدرسہ نظامیہ زمین مغصوبہ پر بنایا گیا ہے اسوجہ سے مدرسہ نظامیہ میں درس
دینے کو نہ آئے دوپہر تک حاضرین انتظار کرتے رہے بعد دوپہر شیخ ابو منصور نے فرمایا مشتاقین
اور طلباء علوم بغیر سبق پڑھے ہوئے رہ جائیں گے اور ایسے عظیم الشان مدرسہ کے لئے ایک قابل
پروفیسر کا ہونا ضروریات سے ہے لہذا مناسب ہے کہ ابو نصر[2] بن صباغ جو اسوقت حاضر

---

[1] شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی فیروزآبادی ملقب بہ جمال الدین ۳۹۳ھ مقام فیروزآباد میں پیدا
ہوئے اور شب یکشنبہ اکیسویں جمادی الآخر ۴۷۶ھ مقام بغداد میں وفات پائی۔ باب ابرز میں مدفون ہوئے
علم، زہد اور ورع و تقوی میں اپنے معاصرین سے بڑھے ہوئے تھے۔ اُسوقت کے اکثر علماء امصار و دیار انہیں کے
شاگرد تھے۔ محب الدین بن نجار نے تاریخ بغداد میں انکو امام اصحاب شافعی تحریر کیا ہے۔ صاحب تصانیف کثیرہ
تھے از انجملہ مہذب فی المذہب، تنبیہ فقہ میں، لمع اور اسکی شرح اصول فقہ میں۔ تبصرہ، معونتہ، اور تلخیص جدل میں ہیں
ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۴۔

[2] ابو نصر عبدالسید بن محمد بن عبدالواحد بن احمد بن جعفر معروف بہ ابن صباغ فقیہ شافعی ۴۰۰ھ مقام بغداد میں
پیدا ہوئے۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۴۷۷ھ مقام بغداد میں (بقیہ دیکھو صفحہ ۱۲ میں)

جلسہ میں درس دیں"۔ حاضرین جلسہ کی اتفاق رائے سے ابونصر پروفیسری کی کرسی پر جلوہ افروز ہوئے بیس یوم تک پڑھاتے رہے تاآنکہ شیخ ابواسحاق کا شک رفع ہوگیا۔ اور پڑھانے کے لئے نظامیہ میں تشریف لائے۔

وزراء خلیفہ فخر الدولہ بن جہیر خلیفہ قایم کا وزیر اعظم تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں بعد چندے سنہ ۴۶۰ھ میں خلافت مآب نے اسکو معزول کر دیا۔ چنانچہ فخر الدولہ بغداد سے نکل کے نور الدولہ دبیس بن مزید کے پاس قلوجہ چلا گیا۔ خلافت مآب نے بیجا سے اسکے ابویعلی والد وزیر ابوشجاع کو عہدۂ وزارت پر مامور کرنے کے لئے طلبی کا فرمان تحریر کیا ابویعلی ان دنوں ہزارشب بن تنکیر والی اہواز کے ہاں عہدۂ کتابت پر تھا۔ ابویعلی خلافت مآب کا فرمان پا کے اہواز سے بغداد روانہ ہوا اتفاق یہ کہ اثناء راہ میں مرگیا۔ نور الدولہ نے معز الدولہ کی دربار خلافت میں سفارش کی خلافت مآب نے سفارش منظور فرمائی اور معز الدولہ کو طلب فرما کے ماہ صفر ۴۶۱ھ میں دوبارہ قلمدان وزارت سپرد کیا۔

مکہ میں خطبہ سنہ ۴۶۲ھ میں محمد بن ابی ہاشم والی مکہ نے خلیفہ قایم اور سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ حرم شریف میں پڑھا۔ خلیفہ علوی والی مصر کا خطبہ موقوف کر دیا۔ فقرہ "حی علی خیر العمل" کو اذان سے نکال دیا۔ اور اپنے بیٹے کو بطور وفد (ڈیپوٹیشن) سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں روانہ کیا۔ سلطان اس خبر فرحت اثر کو سنکے بیحد خوش ہوا تیس ہزار دینار اور ایک گرانبہا خلعت مرحمت کی اور دس ہزار دینار سالانہ بطور تنخواہ مقرر فرمایا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱) وفات پائی فقہ میں کتاب الشامل انہیں کی تصنیفات سے ہے جو ایک اعلی پایہ کی کتاب شمار کیجاتی ہے وقت افتتاح مدرسہ نظامیہ یہی مدرسی پر مامور ہوئے تھے اور بعد انتقال شیخ ابواسحاق بھی یہی منتخب کئے گئے۔ تذکرۃ العالم، الطریق السالم اور العدہ فی اصول فقہ بھی انہیں کے مصنفات سے ہے ابن خلکان جلد ا صفحہ ۳۰۳۔

اسی سنہ میں مسلم بن قریش اور دبیس بن مزید نے سلطان الپ ارسلان کی اطاعت قبول کر لی یہ دونوں اندلنوں سلطان سے باغی اور علم حکومت کے مخالف ہو گئے تھے۔ بات یہ تھی کہ ہزار شب بن تنکیر بن عیاض نے سلطان کو دم پٹی دیکے ان دونوں سے مقبوضہ ممالک کے چھین لینے پر ابھار دیا تھا۔ جب ان دونوں کو اس واقعہ کی خبر لگی تو سلطان سے منحرف ہو گئے۔ اتفاق یہ کہ اسی زمانہ میں سلطان کی خدمت میں ہزار شب بطور وفد خراسان گیا ہوا تھا۔ واپسی کے وقت انتقال کر گیا۔ دبیس اس واقعہ سے مطلع ہو کے معہ شرف الدولہ بن قریش والی موصل سلطان کی خدمت میں وفد ہو کے حاضر ہوا۔ نظام الملک نے ان دونوں کی بڑی آؤ بھگت کی۔ سلطان بھی بعزت واحترام پیش آیا۔ ان دونوں نے بھی علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکا دی۔

حلب پر سلطان کا قبضہ

محمود بن صالح بن مرداس شہر حلب پر قابض و متصرف ہو گیا تھا۔ اس سے پیشتر خلیفہ علوی والی مصر کا تصرف واثر اس شہر میں جاری وساری تھا۔ محمود ایک چلتا پرزہ تھا سلطان الپ ارسلان کی سطوت اور جبروت سے متاثر ہو کے ایک روز اہل شہر کو مجتمع کیا اور سمجھا بجھا کے ان لوگوں کو خلافت بغداد اور سلطان الپ ارسلان کی اطاعت پر مائل کر لیا۔ چنانچہ ۴۶۲ھ میں منابر حلب پر خلیفہ قائم اور سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اور اطلاعی عرضداشت دربار خلافت میں روانہ کی۔ خلافت مآب نے نقیب النقباء طراد بن محمد زینبی کی معرفت خلعت بھیجی۔ بعد ازاں سلطان الپ ارسلان نے حلب کا قصد کیا۔ موکب ہمایوں کا دیار بکر ہو کے گذر ہوا۔ نصر بن مروان والی دیار بکر نے حاضر ہو کے اظہار اطاعت کی غرض سے ایک لاکھ دینار پیش کئے۔ سلطان دیار بکر سے روانہ ہو کے آمد پہونچا اہل آمد نے سرکشی کی۔ الرہا والے بھی انہیں کے قدم بقدم چلے۔ لیکن سلطان نے کچھ خیال نہ کیا۔ سیدھا حلب پر جا اترا محمود والی حلب نے نقیب النقباء طراد کو

سلطان کی خدمت میں بھیجا عدم حاضری کی معافی چاہی۔ سلطان نے حاضری پر اصرار
کیا۔ بات بڑھی۔ محاصرہ اور لڑائی کی نوبت آئی۔ بالآخر شدت حصار اور طول جنگ
سے گھبرا کے والی حلب مع اپنی ماں علنیہ بنت رباب نمیری دربار سلطانی میں شب کے
وقت حاضر ہوا۔ سلطان نے براہ عزت افزائی خلعت مرحمت فرمائی۔ اور بدستور
حکومت حلب پر اسکو قائم رکھا۔ پس یہ اسوقت سے سلطان ہی کا مطیع رہا۔

بادشاہ روم کی پیشقدمی اور گرفتاری

ارمانوس بادشاہ روم والی قسطنطنیہ نے ۴۶۲ھ میں ایک لشکر
عظیم کے ساتھ بلاد اسلامیہ شامیہ پر چڑھائی کی۔ چنانچہ منبج پر
پہونچکے لوٹ لیا۔ اور اہل منبج کو کمال بیرحمی سے تہ تیغ کیا۔ محمود بن
صالح بن مرداس اور حسان طائی قبایل عرب بنی کلاب اور بطے وغیرہا کو جمع کرکے منبج کے
چھوڑانے کو آئے لیکن ارمانوس سے شکست کھا گئے اور ارمانوس منبج پر قابض رہا۔
بعد چند دنوں کے رسد وغلہ کی کمی محسوس ہوئی۔ بمجبوری اپنے بلاد کی جانب مراجعت
کی۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کے دو لاکھ فوج سے جس میں فرنچ ، رومی ، روسی اور کرخ تھے صوبہ
خلاط پر دھاوا کر دیا۔ رفتہ رفتہ ملازکرد پر پہونچکے محاصرہ ڈالدیا۔ اسوقت سلطان
الپ ارسلان شہر خوئی مضافات اذربیجان میں حلب سے واپس آکے مقیم تھا۔ اس خبر کو
سُنکے غصّہ سے تھرّا گیا۔ بوجہ بعد مسافت فوجیں فراہم نہ کر سکا ، موجودہ لشکر کو طیاری کا
حکم دیا۔ بنظر دوربینی اہل وعیال اور مال واسباب کو وزیر السلطنت نظام الملک کے
ساتھ ہمدان بھیجدیا اور بنفس نفیس پندرہ ہزار کی جمعیت سے ارمانوس کے طوفان
بے امتیازی کے روک تھام کو بسم اللہ کہکے اوٹھ کھڑا ہوا۔ قریب خلاط سلطانی مقدمۃ الجیش
سے روسی لشکر کا مقابلہ ہوا جسکی تعداد دس ہزار تھی۔ گھمسان لڑائی ہوئی بالآخر روسی
فوج شکست کھا کے بھاگی۔ بادشاہ گرفتار ہو کے سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں
پیش کیا گیا۔ سلطان نے کان وناک کٹوا کے نظام الملک کے پاس بغداد بھیجنے کو

بھیجدیا۔ بعد اس واقعہ کے رومی فوج سے مقابلہ کی ٹھہری۔ سلطان الپ ارسلان نے
مصالحت کا پیام بھیجا۔ ارمانوس نے انکاری جواب دیا۔ سلطان کو اس سے سخت
تردد ہوا۔ لیکن پھر اپنے قلب مضطرب کو مجتمع کرکے بارگاہ عزوجل میں بعجز والحاح مسلمانوں
کی کامیابی کی دعا کرنے لگا۔ تمام رات گریہ وزاری اور دعا میں گزاری۔ صبح ہوتے
ہی لشکر کو طیاری کا حکم دیا۔ ادھر فوج صف آرائی میں مصروف ہوئی۔ اُدھر سلطان
سجدہ میں رُو رُو کے فتحمندی کی دعا کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سپہ سالار فوج نے
فوج کے مرتب ہوجانے کی اطلاع کی سلطان نے سجدہ سے سر اوٹھایا اور اللہ تعالیٰ
کے فضل وکرم پر لَو لگائے میدان جنگ کا راستہ لیا اسوقت عساکر اسلامیہ کا
عجب پُر ہیبت منظر تھا۔ سبھوں کے دلوں میں جوش اور جوش کے ساتھ امید وبیم کی
ایک خاص کیفیت تھی۔ آنکھیں نیچی کئے ہوئے شمشیر بکف اللہ اکبر کہہ کے اپنے حریف پر
حملہ آور ہوئے یہ حملہ نہ تھا بلکہ رنج ومصیبت کا ایک بہت بڑا پہاڑ تھا۔ جو عیسائی
فوجوں پر لوٹ پڑا۔ بات کی بات میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ جس طرف نظر اوٹھتی
تھی عیسائی مقتولوں کی لاشیں نظر آتی تھیں۔ ارمانوس گرفتار ہوگیا۔ اسکو کسی
غلام نے گرفتار کیا تھا۔ جسوقت سلطان کے روبرو پیش ہوا سلطان نے تین تازیانے
اس کے سر پر رسید کیں اور ارشاد فرمایا "کیوں ارمانوس تیری گرمی دماغ فرو ہوئی؟
میں نے تجھے مصالحت کا پیام دیا تھا تونے انکار کیا۔ آخر اسکا نتیجہ کیا ہوا"؟ ارمانوس نے
شرم سے سر نیچا کرلیا۔ ایک کروڑ پانچ لاکھ دینار زر فدیہ لیکے ارمانوس کو اس
شرط پر رہا کیا کہ جسقدر اس کے پاس مسلمان قیدی ہیں انکو رہا کردے اور آیندہ
سے رومی لشکر سلطان کی ریزو فوج تصور کیجاوے جسوقت سلطان کسی مہم کے لئے
طلب فرمائے فوراً بلا تامل حاضر ہوجائے۔ شرائط صلح طے ہوجانے پر پچاس برس
کے لئے یہ صلحنامہ لکھا گیا۔ سلطان نے دس ہزار دینار نقد اور ایک خلعت مرحمت

فرما کے ارمانوس کو رخصت کیا۔

رومیوں کو جس وقت ارمانوس کی شکست و گرفتاری کی خبر پہونچی پریشان ہو گئے۔ میخائیل کو موقع مل گیا۔ مملکت رومیہ پر بجائے ارمانوس کے قابض و متصرف ہو گیا۔ ارمانوس کو بعد رہائی اسکی خبر لگی۔ جو کچھ اس کے پاس مال و اسباب تھا سب کو جمع کر کے سلطان کے پاس بھیج دیا۔ اس مال و اسباب کی تعداد دو لاکھ دینار تھی۔ علاوہ اس کے ایک طبق جواہرات سے بھرا ہوا بھیجا تھا جسکی قیمت نوّے ہزار تھی۔ بعد چندے ارمانوس نے صوبہ ارمن اور اسکے شہروں پر قبضہ کر لیا۔

کوتوالی بغداد تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ سلطان الپ ارسلان نے اپنے شروع زمانہ حکومت میں ایتکین سلیمانی کو ۴۵۶ھ میں بغداد کی کوتوالی پر مامور کیا تھا۔ چنانچہ ایتکین ایک مدت تک اسی عہدہ پر رہا۔ بعد ازاں ایتکین اپنے بیٹے کو بجائے اپنے مقرر کر کے کسی ضرورت سے سلطان کی خدمت میں گیا۔ ایتکین کے بیٹے نے ظلم و سفاکی کی بنا ڈالدی۔ خادمان محلسرائے خلافت میں سے ایک شخص کو مار ڈالا۔ مقتول کا خون آلودہ قمیص اہل دیوان نے سلطان کے پاس بھیجا اور معزولی کی تحریک کی۔ چونکہ نظام الملک کو ایتکین کی رعایت منظور تھی (سفارشی) فرلیفہ لکھ کے سنہ ۴۶۴ھ میں ایتکین کو بغداد روانہ کیا۔ ایتکین بغداد پہونچکے دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ معافی کی تقصیر کی درخواست کی۔ خلافت مآب نے کچھ سماعت نہ کی۔ نظام الملک نے ایتکین کو تکریت کیطرف روانہ کر دیا اور وہیں اسکو جاگیر بھی عنایت کی۔ دیوان خلافت سے والی تکریت کو لکھا گیا کہ ایتکین کو تکریت میں داخل نہ ہونے پائے۔ اس خبر سے سلطان اور نظام الملک کی آنکھیں کھل گئیں۔ خلافت مآب کے اصرار سے سعد الدولہ گوہر آئین کو بغداد کی کوتوالی عنایت ہوئی۔ اہل بغداد نے نہایت جوش اور مسرت سے سعد الدولہ کا استقبال کیا۔ خلیفہ قائم نے اس خوشی میں دربار عام منعقد فرمایا۔ تمام شہر چراغان کیا گیا۔

قتل سلطان الپ ارسلان

۴۶۵ھ میں سلطان الپ ارسلان محمد نے ماوراء النہر کا قصد کیا۔ ان دنوں ماوراء النہر کا والی شمس الملک تکین تھا۔ دریائے جیحون پر عبور کرنے کے لئے پل باندھا گیا۔ بیس دن میں پل تیار ہوا اور سلطان نے اس سے عبور کیا۔ اسوقت اس کا لشکر دو لاکھ سے زیادہ تھا۔ محافظ قلعہ یوسف خوارزمی پیش کیا گیا۔ کسی امر پر سلطان نے ناراض ہو کے سزا دینے کا حکم دیا۔ یوسف نے سخت کلامی کی سلطان نے ارشاد فرمایا۔ "چھوڑ دو میں اسکو نشانۂ تیر اجل بناتا ہوں" خادمان سلطانی نے چھوڑ دیا۔ سلطان نے تیر مارا۔ نشانہ خطا کر گیا۔ یوسف تخت سلطنت کی طرف دوڑا۔ سلطان طیش میں آکے اوٹھ کھڑا ہوا۔ یوسف نے پہونچکے سلطان کو ایک چھری ماری سعد الدولہ نے لپک کے یوسف کو گرفتار کر لیا اور ترکوں نے اسکا وار انیارا کر دیا۔ سلطان زخمی ہو کے شاہی ترگاہ میں اوٹھا لایا گیا۔ اور اسی زخم کے صدمہ سے دسویں ربیع الاول سنہ مذکور کو ساڑھے نو برس حکومت کر کے انتقال کر گیا۔ مرو میں اپنے باپ کے پاس مدفون ہوا۔

سلطان الپ ارسلان سخی، عادل، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بڑا شکر گزار، رقیق القلب اور بیحد صدقات کا دینے والا تھا۔ اسکا دائرہ حکومت اسقدر وسیع ہو گیا تھا کہ اسکو لوگ سلطان العالم کہنے لگے تھے، اس نے بوقت وفات حکومت و سلطنت کی وصیت اپنے بیٹے ملک شاہ کے حق میں کی۔ چنانچہ انکے مرنے پر ملک شاہ سریر حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ وزیر السلطنت نظام الملک نے اراکین دولت و امراء حکومت سے ملک شاہ کی بادشاہی کی بیعت لی اور دار الخلافت بغداد میں اطلاعی عرضداشت بھیجی۔ خطبوں میں بجائے سلطان الپ ارسلان، ملک شاہ کا نام داخل کرنے کی درخواست کی۔ خلافت مآب نے اس درخواست کے مطابق خطبوں میں ملک شاہ کا نام داخل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

سلطان الپ ارسلان نے بوقت وفات ملک شاہ کو وصیت کی۔ قاروت بک بن داؤد بک کو صوبہ فارس اور کرمان کی حکومت پر مامور کرنا علاوہ بریں کچھ نقد بھی دینے کی

وصیت کی۔ یہ ان دنوں کرمان ہی میں تھا، ایاز بن الپ ارسلان کے حق میں یہ وصیت کی کہ اسکو پانچ لاکھ دینار جو اس کے باپ داؤد کا متروکہ ہے دیدینا۔ یہ وصیتیں تو ملک شاہ کو کی تھیں، اراکین سلطنت اور امراء دولت سے یہ اقرار لیا کہ جو شخص ان وصایا کو نافذ کرنے میں سدّ راہ ہو اس سے بے تامل لڑ جانا۔

ملک شاہ نے سریر حکومت پر متمکن ہو کر بلاد ماوراء النہر سے معاودت کی، مرحوم سلطان الپ ارسلان کے تعمیر کردہ پُل کو تین دن میں عبور کیا لشکریوں کی تنخواہ میں سات لاکھ دینار کا اضافہ کیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا نیشاپور پہونچا۔ قیام کر دیا۔ اطراف و جوانب کے حکمرانوں کو اپنی اطاعت اور خطبہ کی بابت تحریریں بھیجیں۔ اُن لوگوں نے بخوشی و رضامندی منظور و قبول کیا۔ ایاز بن الپ ارسلان تو بلخ میں قیام پذیر ہو گیا اور ملک شاہ رے کی جانب روانہ ہوا۔

بعد ان واقعات کے ملک شاہ نے نظام الملک کو امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار کامل دیدیا، شہر طوس کو جو اسکا مولد و منشا تھا جاگیر میں دیا اور متعدد خطابات دیئے از انجملہ "اتابک" تھا اس کے معنی ہیں "امیر الوالد"۔ پس نظام الملک امور سلطنت کو نہایت ہوشیاری اور کفایت شعاری سے انجام دینے لگا۔ عدل و انصاف سے ممالک محروسہ کو معمور کیا۔ بعد اس کے ۴۶۶ھ میں گوہر آئین عمدہ کو توالی سے ممتاز ہو کے دار الخلافت بغداد میں بغرض حصول عہد سلطنت ملک شاہ وارد ہوا۔ خلیفہ قائم نے دربار عام منعقد کیا سریر خلافت پر خلافت مآب رونق افروز تھے پیچھے ولیعہد خلافت "المقتدی بامر اللہ" کھڑے تھے خلافت مآب نے سعد الدولہ گوہر آئین کو سلطان ملک شاہ کی سلطنت کا عہد نامہ ، لواء حکومت عطا کیا۔

المقتدی بامراللہ کی خلافت

پندرہویں شعبان ۴۶۷ھ کو خلیفہ قائم نے فصد کرائی اور سو گیا اتفاق یہ کہ رگ نشتر زدہ سے پھر خون جاری ہو گیا۔ خون بند نہ ہوا

مر گیا۔ جسوقت اسکو اپنی موت کا یقین ہوا اپنے پوتے ابوالقاسم عبداللہ بن ذخیرۃ الدین محمد
کو طلب فرمایا۔ وزیر السلطنت ابن جہیر، نقیب النقبا، اور قضاۃ بھی بلائے گئے علاوہ
ان کے اور اراکین دولت بھی موجود تھے دستور کے مطابق ابوالقاسم عبداللہ کی ولیعہدی
کی بیعت لی گئی اور جلسہ برخاست ہوا۔ اس کے دوسرے دن خلیفہ قایم نے وفات پائی
پینتالیس برس خلافت کی خلیفہ مقتدی نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے دادا کی ولیعہدی
کے ذریعہ سے اپنی خلافت کی بیعت لی۔ وقت بیعتِ خلافت موید الملک بن نظام الملک،
وزیر فخر الدولہ بن جہیر، عمید الدولہ، ابواسحاق شیرازی، ابونصر صبّاغ، نقیب النقبا،
طراد، نقیب الطاہر معمر بن محمد اور قاضی القضاۃ ابوعبداللہ دامغانی وغیرہم علماء
و اراکین دولت شریک اور موجود تھے۔ بیعت سے فارغ ہوکے سبھوں نے نماز عصر ادا کی۔
خلیفہ قایم کی نسل میں اولاد ذکور سے سوائے خلیفہ مقتدی اور کوئی شخص نہ تھا
خلیفہ مقتدی کا باپ ذخیرۃ الدین محمد، خلیفہ قایم کے زمانہ زندگی میں انتقال کرچکا تھا۔ اور
سوائے اس کے خلیفہ قایم کا اور کوئی لڑکا نہ تھا۔ ذخیرۃ الدین کے انتقال سے خلیفہ
قایم کو سخت صدمہ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اس رنج و صدمہ کو مسرت و خوشی
سے اس طرح تبدیل فرمایا کہ ذخیرۃ الدین کی ارغوان نامی کنیزک سے اس حادثہ جانکاہ
کے چھٹے مہینہ ایک لڑکا پیدا ہوا۔ خلیفہ قائم کو اس سے بیحد مسرت ہوئی۔ محمد نام رکھا
جسوقت بساسیری کا منحوس دور شروع ہوا محمد، ابوالغنائم بن محلبان کے ساتھ حران
چلا گیا۔ اوسوقت اسکی عمر چار برس کی تھی اور پھر جب خلیفہ قائم دار الخلافت بغداد
میں واپس آیا تو محمد بھی حران سے آگیا پھر جب خلیفہ قایم کو اپنی موت کا یقین ہوا تو
محمد کو اپنا ولیعہد مقرر کرکے بعد تکمیل بیعت "المقتدی بامر اللہ" کا لقب دیا۔
خلیفہ مقتدی نے سریر خلافت پر جلوہ افروز ہوکے حسب وصیت اپنے دادا خلیفہ
قایم، فخر الدولہ بن جہیر کو عہدۂ وزارت پر قائم رکھا اور ابن عمید الدولہ کو ماہ رمضان

۴۶۷ھ میں سلطان ملک شاہ کے پاس بیعت خلافت لینے کو روانہ کیا۔ تحائف اور ہدایا بیشمار بھیجے۔ ۴۶۸ھ میں سعد الدولہ گوہر آئین سلطان ملک شاہ کیطرف سے شحنہ ہوکے دار الخلافت میں داخل ہوا اس کے ہمراہ عمید ابو نصر مضافات بغداد کی نگرانی کو آیا۔ ۴۷۰ھ میں موید الملک بن نظام الملک بغرض قیام وار د بغداد ہوا۔ اور مدرسہ نظامیہ کے قریب ایک مکان میں قیام کیا۔

تبدیلی وزارت ۴۶۹ھ میں ابو نصر بن استاد ابو القاسم قشیری حج کرنے کو گیا تھا بعد واپسی دار الخلافت بغداد میں اُترا۔ مدرسہ نظامیہ اور شیخ الشیوخ کے رباط میں وعظ بیان کیا چونکہ ابو نصر مذہب اشعری کا پابند تھا حنابلہ نے رد و قدح شروع کی جانبین سے اعتراضات کی بھرمار ہوئی۔ رفتہ رفتہ بحث و مباحثہ نے تکرار اور مجادلہ کی صورت اختیار کرلی پھر کیا تھا فتنہ و فساد کا دروازہ کھُل گیا۔ مدرسہ نظامیہ کے قریب غارتگری شروع ہوگئی موید الملک نے عمید اور شحنہ بغداد کو بُلا بھیجا۔ فوراً لشکر لئے ہوئے حاضر ہوئے فتنہ و فساد کی گرم بازاری تھی۔ نظام الملک کے ہواخواہوں نے اس فتنہ و فساد کو وزیر فخر الدولہ بن جہیر کے سر تھوپ دیا۔ نظام الملک کو اس واقعہ کے سننے سے بعد ملال ہوا۔ گوہر آئین کو کوتوالی بغداد سے واپس کرکے خلیفہ مقتدی کی خدمت میں عرضداشت لیکے روانہ کیا جس میں فخر الدولہ کی شکایت لکھی تھی معزولی کی درخواست کی تھی۔ اور گوہر آئین کو ہدایت کردی تھی کہ موقع پاکے فخر الدولہ کو معہ اُس کے متنبیوں اور ہواخواہوں کے گرفتار کرلینا۔ اتفاق سے فخر الدولہ کے گھر والوں کو اسکی خبر لگ گئی اُسیوقت عمید الدولہ بن وزیر فخر الدولہ عذر خواہی کی غرض سے نظام الملک کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس اثناء میں گوہر آئین سلطان ملک شاہ کا نامہ و پیام لئے ہوئے دربار خلافت میں پہونچا۔ خلافت مآب نے سلطان ملک شاہ کی درخواست کی مطابق فخر الدولہ کو معزول کرکے ابو شجاع کو قلمدان وزارت مرحمت فرمایا۔ بعد چندے عمید الدولہ

سلطان ملک شاہ کو اپنی اس کے سفارشی خطوط لئے ہوئے دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ خلافت مآب نے ابو شجاع کو معزول کر کے عمید الدولہ کو عہدۂ وزارت عنایت کیا۔ اور اس کے نائب فخر الدولہ کو حاضری دربار کی اجازت دی یہ واقعہ ماہ صفر ۴۷۲ھ کا ہے۔

تتش کا دمشق پر قبضہ

اتسز (بہمزہ وسین وزا) ابن آبق خوارزمی سلطان ملک شاہ کے امراء سے تھا اس نے ۴۷۱ھ میں فلسطین (ملک شام) پر چڑھائی کی تھی چنانچہ شہر رملہ کو فتح کر کے بیت المقدس پہ پہونچکے محاصرہ ڈالا۔ اور کمال مردانگی سے اسکو بزور تیغ دولت علویہ کے قبضہ سے نکال لیا علاوہ بیت المقدس کے اور شہروں پر بھی جو اس کے قرب وجوار میں تھے قابض ومتصرف ہو گیا صرف عسقلان اس کے دستبرد سے محفوظ رہا بعد ازاں دمشق کا محاصرہ کیا مدتوں محاصر رہا بالآخر محاصرہ سے دست کش ہو کے واپس آیا مگر ہر سال دمشق پر فوجکشی کرتا رہا ۴۶۹ھ میں بہت بڑی طیاری سے دمشق پر پھر فوجکشی کی ان دنوں معلی بن حیدرہ خلیفہ مستنصر علوی عبیدی والی مصر کیجانب سے حکمرانی کر رہا تھا۔ ایک ماہ کامل حصار وجنگ کا سلسلہ جاری وقائم رہا۔ اثناء جنگ میں اہل دمشق معلی سے بوجہ کج خلقی باغی ہو گئے معلی دمشق کو خیرآباد کہہ کے بانیاس اور بانیاس سے صور بھاگ گیا۔ بعد چندے صور سے مصر چلا گیا والی مصر نے گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا۔

معلی کے بھاگ جانے کے بعد اہل دمشق نے متفق ہو کے انتصار بن یحییٰ مصمودی کو اپنا امیر بنایا اور "زین الدولہ" کا لقب دیا۔ چونکہ اتسز طول جنگ، اور رسد وغلہ کی کمی سے گھبرا گیا تھا۔ محاصرہ اٹھا کے واپس ہوا۔ بعد اس کے اہل دمشق میں باہم مخالفت پیدا ہو گئی فتنہ وفساد برپا ہو گیا۔ اتسز کو اسکی خبر لگی لوٹ پڑا اور دمشق پر پھر آترا، محاصرہ ڈالدیا۔ انتصار نے امان حاصل کر کے شہر پناہ کا دروازہ کھولدیا۔ اتسز نے انتصار کو بجائے دمشق کے قلعہ بانیاس اور شہر یافا کی حکومت عنایت کی اتسز نے دمشق میں داخل ہو کے

خلیفہ مقتدی عباسی کے نام کا خطبہ ماہ ذیقعدہ ۴۶۸ھ میں پڑھا۔ اور رفتہ رفتہ اکثر بلاد شام پر کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کرلیا۔ اذان میں "حی علی خیر العمل" کہنے کی ممانعت کردی
فتح دمشق کے بعد ۴۶۹ھ میں مصر کیطرف قدم بڑھایا اور بکمال مردانگی و ہوشیاری سے مصر پر پہونچکے محاصرہ ڈالا۔ ابتدائے عنوانِ جنگ کچھ ایسا ہوگیا تھا کہ اتسز کو اپنی کامیابی کا اور مصریوں کو اپنی شکست کا یقین کامل ہوگیا۔ مگر اس کے بعد ہی کیا جانئے کیا اتفاق پیش آیا کہ بلاجدال و قتال محاصرہ اُٹھا کے دمشق واپس آیا۔
اتسز کے زمانہ غیر حاضری میں اکثر اہالی بلاد شامیہ باغی و سرکش ہوگئے تھے اس کے مال و اسباب کو لوٹنا چاہتے تھے۔ لیکن اہل دمشق کی مخالفت سے باز رہے۔ اتسز نے دمشق میں پہونچکے اہل دمشق کا شکریہ ادا کیا اس حسن خدمت کے صلہ میں ایک برس کا خراج معاف کردیا۔ اسی اثناء میں یہ خبر مسموع ہوئی۔ کہ اہل قدس نے بغاوت کردی ہے اور اتسز کے عمال اور ملازموں پر دفعۃً لوٹ پڑے ہیں۔ یہ لوگ خوف جان سے محراب داؤد میں جا کے روپوش ہوئے ہیں۔ اہل قدس نے محراب داؤد میں جا کے محاصرہ کرلیا ہے۔ اتسز اس خبر کو سنکے آگ بگولا ہوگیا۔ فوجیں مرتب کرکے قدس کا راستہ لیا۔ اہل قدس مقابلہ پر آئے لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار اتسز نے بزور تیغ انکو مفتوح کیا اور چُن چُن کر جسکو جہاں پایا قتل کیا سوائے اُن لوگوں کے جو صخرہ میں جا چھپے تھے کوئی جانبر نہوا کسی کو کسی مقام نے پناہ نہ دی۔
۴۷۰ھ میں ملک شاہ نے اپنے بھائی تاج الدولہ تتش کو بلاد شامیہ پر حملہ کرنے کی اجازت دی شرط یہ قرار پائی کہ جن شہروں کو تم مفتوح کرلو وہ سب تمہارے مقبوضہ اور مملوکہ متصور ہونگے۔ چنانچہ تتش ۴۷۱ھ میں دربار شاہی سے رخصت ہوکے حلب کی طرف روانہ ہوا۔ اور حلب پر پہونچکے نہایت سختی سے محاصرہ کیا۔ تتش کے ہمراہ ترکمانوں کا ایک گروہ کثیر تھا۔ اسی زمانہ میں والی مصر نے ایک فوج بسرافسری اپنے سپہ سالار

نصیرالدولہ محاصرہ دمشق کو روانہ کیا تھا۔ اس فوج نے دمشق پر پہونچکے ہر چہار طرف سے اسکو گھیر لیا تھا۔ اتسز نے تتش سے امداد کی درخواست کی (تتش اسوقت حلب کا محاصرہ کئے تھا) تتش نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو محاصرہ حلب پر چھوڑکے دمشق کا رخ کیا۔ مصری لشکر نے یہ خبر پاکے دمشق کے محاصرہ سے دستکش ہوکے کوچ کر دیا۔ اس عرصہ میں تتش آپہونچا۔ اتسز ملنے کی غرض سے شہر کے باہر آیا۔ تتش نے اتسز کو غفلت وبے پروائی پر لفریں کی۔ اتسز عذر کرنے لگا۔ تتش کو غصہ آگیا گرفتار کرکے قتل کر ڈالا۔ اور شہر پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اہل شہر کے ساتھ بحسن سلوک پیش آیا۔ یہ واقعہ ۴۷۱ھ کا ہے جیساکہ ہمدانی نے روایت کی ہے۔ حافظ ابوالقاسم بن عساکر روایت کرتا ہے کہ یہ واقعہ ۴۷۲ھ کا ہے ابن اثیر اور شامیوں کا یہ بیان ہے کہ اتسز کا نام افسلس تھا لیکن صحیح یہ ہے کہ اتسز تھا اور یہ ترکی نام ہے۔

شیخ ابواسحاق کی سفارت

خلافت مآب کی کمزوری طبع کیوجہ سے عمید العراق ابوالفتح بن ابی اللیث نے طرح طرح کے ظلم شروع کر دیئے تھے۔ رعایا کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کر رہا تھا۔ حاشیہ نشینان دربار خلافت کے حقوق پامال کرنے کا کیا ذکر ہے۔ خلافت مآب کا پاس ولحاظ بھی ترک کر دیا تھا۔ خلافت مآب نے ۴۷۵ھ میں شیخ ابواسحاق شیرازی کو سلطان ملک شاہ اور وزیرالسلطنت نظام الملک کے پاس عمید العراق کی شکایت کرنیکو روانہ کیا۔ شیخ ابواسحاق کے ہمراہ علماء شافعیہ کا ایک گروہ تھا از انجملہ ابوبکر شاشی تھے۔ جن جن شہروں سے شیخ کا گذر ہوتا اہل شہر تبرکاً وتیمناً شیخ کی دست بوسی کرتے رکاب پکڑے ہوئے میلوں چلے جاتے۔ تعریف وتوصیف میں قصائد پڑھتے اور جو کچھ حسب حال ہوتا عرض ومعروض کرتے۔ رفتہ رفتہ شیخ بعد طے مسافت سلطان اور وزیرالسلطنت کیخدمت میں پہونچا۔ سلطان اور وزیرالسلطنت بڑی آؤبھگت سے پیش آئے۔ امام الحرمین اور شیخ سے وزارت مآب کے حضور میں مناظرہ ہوا جسکو مورخین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ بعد واپسی شیخ لوگوں نے عمید العراق کی اہانت شروع کی۔ اسوجہ سے

اس کے ظلم و ستم کے ہاتھ کوتاہ ہو گئے۔

عمید الدولہ کی معزولی

ماہ صفر ۴۷۶ھ میں خلیفہ مقتدی نے عمید الدولہ بن فخر الدولہ بن جہیر کو عہدۂ وزارت سے معزول فرمایا اتفاق یہ کہ جس روز عمید الدولہ معزول کیا گیا اسی دن سلطان ملک شاہ اور وزیر السلطنت نظام الملک کے خطوط مشعر طلبی بنی جہیر صادر ہوئے۔ خلافت مآب نے عمید الدولہ وغیرہ بنی جہیر کو جانے کی اجازت دی چنانچہ عمید الدولہ مع اپنے اہل وعیال کے سلطان ملک شاہ کیطرف روانہ ہوا۔ سلطان نے عزت و احترام سے ملاقات کی۔ خاطر و مدارات سے پیش آیا۔ فخر الدولہ کو بجائے ابن مروان کے دیار بکر کی حکومت عنایت کی۔ علم و طبل بھی دیا۔ باقاعدہ فوج کو اس کے ہمرکاب روانہ کیا خطبہ میں اس کا نام داخل کیا گیا اور اس کے نام کا سکہ مسکوک کرنے کی اجازت دی۔ غرض ۴۷۶ھ میں فخر الدولہ نے اس اعزاز سے دیار بکر کیجانب کوچ کیا۔ بعد اسکے سلطان ملک شاہ نے ۴۷۷ھ میں ایک دوسری فوج بسرافسری امیر ارتق بن اکسب جو مادرین کے سربرآوردہ سپہ سالاروں سے تھا فخر الدولہ کی کمک پر روانہ کی۔ ابن مروان نے فخر الدولہ کے پہنچنے پر اپنے گردونواح کے امراء سے سازش کر لی فخر الدولہ اور امیر ارتق کے رکاب میں ترکمانوں کا گروہ کثیر تھا شرف الدولہ ابن مروان کے حامیوں اور مددگاروں سے تھا۔ فریقین میں گھمسان لڑائی ہوئی شرف الدولہ شکست کھا کے بھاگا۔ ترکمانوں نے قبائل عرب کو جو اس کے ہمراہ تھے لوٹ لیا۔ اور قتل و غارت کرتے ہوئے آمد کیطرف بڑھے۔ مگر شرف الدولہ ان ترکمانوں کے پہونچنے سے پہلے آمد میں داخل ہو چکا تھا اور ہر چہار طرف سے قلعہ بندی کر لی تھی۔ فخر الدولہ اور امیر ارتق نے آمد کے قریب پہونچ کے آمد کا محاصرہ کر لیا۔ شرف الدولہ نے امیر ارتق کے پاس ایک معتدبہ رقم بھیجکے یہ پیام بھیجا کہ آپ مجھے آمد سے نکل جانے کی اجازت دیدیجئے امیر ارتق نے اس رقم کو اپنے قبضہ میں کر کے شرف الدولہ کی درخواست منظور کر لی چنانچہ شرف الدولہ گیارہویں ربیع الاول ۴۷۷ھ کو

آمد سے نکلکے رقہ کو روانہ ہوگیا۔ فخرالدولہ نے بھی میافارقین کی جانب مراجعت کی۔ بہاءالدولہ منصور بن مزید والی حلہ و نیل اور اسکا بیٹا سیف الدولہ صدقہ اس کے ہمراہ تھے ہنوز میافارقین نہ پہونچنے پائے تھے کہ فخرالدولہ اور بہاءالدولہ میں علیحدگی ہوگئی بہاءالدولہ معہ سیف الدولہ کے عراق کیطرف لوٹ کھڑا ہوا اور فخرالدولہ نے خلاط کا راستہ لیا۔

سلطان ملک شاہ نے شرف الدولہ کی ہزیمت اور آمد میں محصور ہونے کی خبر پاکے عمید الدولہ بن فخرالدولہ بن جہیر کو خلعت عنایت فرماکے ایک لشکر جرار کے ساتھ موصل کی جانب روانہ کیا۔ امراء ترکمان کو اسکی اطاعت اور بروقت ضرورت امداد کرنے کے فرامین بھیجے قسیم الدولہ آق سنقر (الملک العادل نورالدین محمود زنگی کا دادا) اس مہم میں عمید الدولہ کا ہمرکاب تھا تھوڑے دنوں بعد یہ مہم موصل کے قریب پہنچی۔ عمید الدولہ نے اہل موصل کو سلطان ملک شاہ کی اطاعت کی ترغیب دی بغاوت وسرکشی کے عواقب امور سے ڈرایا۔ اہل موصل نے شاہی علم کے آگے گردن اطاعت جھکا دی۔ شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے عمید الدولہ نے موصل میں داخل ہوکے قبضہ حاصل کرلیا۔ سلطان ملک شاہ نے اس مژدۂ جانفزا کو سنکے بنفس نفیس معدودے چند سواروں کے ساتھ موصل کی جانب کوچ کیا اور اسکا لشکر ظفر پیکر شرف الدولہ کے مقبوضات کے سر کرنے میں مصروف ومشغول رہا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ شرف الدولہ محاصرہ آمد سے نکل آیا تھا۔ سلطان ملک شاہ کی آمد کی خبر پاکے موید الدولہ بن نظام الملک سے خط وکتابت شروع کی یہ ان دنوں رحبہ میں مقیم تھا۔ تحائف اور ہدایا بھیجے۔ سلطان ملکشاہ سے سفارش کرنے کی درخواست کی۔ موید الدولہ کو شرف الدولہ کے حال سقیم پر رحم آگیا۔ دربار سلطانی میں لاکے حاضر کیا۔ سفارش کی۔ شرف الدولہ نے بھی شرمساری سے گردن جھکا لی۔ اپنی جسارت کی معافی چاہی۔ تحائف اور ہدایا پیش کئے سلطان ملک شاہ نے اسکی تقصیر معاف فرماکے اس کے مقبوضات کی اپنی طرف سے سند حکومت

دیدی۔ اور خراسان کیجانب لوٹ کھڑا ہوا۔

اسی زمانہ سے فخر الدولہ بن جہیر دیار بکر پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا تا آنکہ ۴۷۸ھ میں زعیم الروساء ابوالقاسم کو دیار بکر کیجانب روانہ کیا زعیم الروساء نے دیار بکر پر پہونچکے محاصرہ ڈالدیا مدتوں حصار کیے رہا۔ رسد و غلہ کی آمد بند کردی۔ اہل شہر بھوکوں مرنے لگے اتفاق وقت سے دیار بکر کے کسی فوجی سپاہی نے زعیم الروساء سے سازش کرکے دروازہ شہر پناہ کا کھول دیا پھر کیا تھا زعیم الروساء نے شہر میں داخل ہوکے قبضہ کرلیا۔ اہل شہر نے عیسائیوں کے مکانات لوٹ لیے کیونکہ ان عیسائیوں نے زمانہ حکمرانی ابن مروان میں اہل شہر پر بیحد و بیے انتہا ظلم و ستم کیا تھا اور یہی اعلیٰ عہدوں پر سرفراز و ممتاز تھے۔ انہیں دنوں فخر الدولہ میافارقین پر محاصرہ ڈالے ہوئے پڑا تھا۔ سعد الدولہ گوہر آئین ایک عظیم الشان لشکر سلطان ملک شاہ کیطرف سے لئے ہوئے فخر الدولہ کی کمک پر آگیا تھا۔ محصوروں کے ہوش و حواس اس خبر کے سنتے ہی جاتے رہے مزید براں یہ ہوا تھا کہ شہر پناہ کی دیوار ایک طرف کی ٹوٹ گئی تھی۔ اہل شہر نے فخر الدولہ کی سطوت سے خائف ہوکے شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ کے شاہی شعار کی ندا دیدی آواز کا بلند ہونا تھا کہ فخر الدولہ کا لشکر جھرمٹ باندھ کے شہر میں گھس پڑا اور ابن مروان کے کل مقبوضات پر قبضہ کرلیا۔ مال و اسباب جو کچھ ہاتھ آیا زعیم الروساء نے (اپنے بیٹے) کے ساتھ سلطان کی خدمت میں روانہ کیا ۴۷۸ھ میں اصفہان پہونچکے سلطان ملک شاہ کی شرف ملازمت حاصل کی۔

مہم میافارقین سے فارغ ہوکے فخر الدولہ نے ایک فوج جزیرہ ابن عمر کے سر کرنے کو روانہ کیا۔ جزیرہ بھی ابن مروان کے مقبوضات سے تھا۔ فوج نے پہونچتے ہی محاصرہ ڈالا۔ رسد و غلہ کی آمد بند کردی۔ جنگ کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی۔ اثنا ہنگ میں ایک گروہ اہل شہر کا والی جزیرہ سے باغی ہوگیا۔ والی جزیرہ اس ہنگامہ کو فرو نہ کرسکا ان

لوگوں نے لڑبھڑ کے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ فخر الدولہ کی فوج کا سپہ سالار کامیابی کا جھنڈا لیئے ہوئے شہر میں گھس پڑا۔ اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ انہیں واقعات پر ۴۷۸ھ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بنی مروان کی حکومت دیار بکر سے منقرض ہو جاتی ہے، فخر الدولہ ابن جہیر کی حکمرانی کا سکّہ چلنے لگتا ہے۔ بعد چندے سلطان ملک شاہ جزیرہ کو فخر الدولہ کے قبضہ سے نکال لیتا ہے۔ فخر الدولہ موصل چلا جاتا ہے اور وہیں ۴۸۳ھ میں سفر آخرت اختیار کرتا ہے۔

فخر الدولہ موصل ہی کا رہنے والا تھا ۳۹۸ھ میں پیدا ہوا تھا۔ سن شعور کو پہونچکے برکت بن مقلد کی خدمت میں رہا۔ تحائف و ہدایا لیکے بادشاہ روم کے پاس گیا۔ پھر وہاں سے واپس ہوکے حلب آیا۔ معز الدولہ ابی ثمال بن صالح کے دربار میں قلمدان وزارت کا مالک ہوا۔ بعد چند دنوں کے ملطیہ چلا گیا پھر ملطیہ سے ابن مروان کے پاس دیار بکر آگیا اس کے اور اس کے باپ کے یہاں بھی عہدۂ وزارت سے ممتاز رہا۔ تھوڑے دنوں وزارت کر کے بغداد کا سفر کیا۔ خلافت مآب نے بھی قلمدان وزارت کا اسکو مالک بنا دیا جیسا کہ تم ابھی اس کے آخری زمانہ تک کے حالات کو اوپر پڑھ آئے ہو۔

وزارت کے حالات

خلیفہ مقتدی نے عمید الدولہ کو ۴۷۶ھ میں وزارت سے معزول کر دیا ابو الفتح مظفر بن رئیس الرؤسا کو اس عہدہ پر مقرر فرمایا۔ پھر اسکو معزول کر کے ابو شجاع محمد بن حسین کو قلمدان وزارت سپرد کیا۔ اسوقت سے یہی ۴۸۴ھ تک عہدۂ وزارت سے ممتاز رہا۔ بعد اس کے یہ واقعہ پیش آیا کہ ابو سعد بن سمحا یہودی (جو سلطان ملک شاہ اور نظام الملک کا وکیل تھا اور بغداد میں رہتا تھا) گوہر آئین شحنہ بغداد کے ساتھ سلطان ملک شاہ کی حضوری کا شرف حاصل کرنے کو اصفہان چلا گیا خلیفہ مقتدی نے اس سے مطلع ہوکے ایک گشتی فرمان ذمیوں کے مجبور کرنے کی بابت جاری کر دیا۔ بعضوں نے اسلام قبول کر لیا اور بعض بھاگ گئے منجملہ ان لوگوں کے جو اسلام

لائے تھے ابوسعد علاء بن حسن بن وہب بن موصلا یا کاتب ور اسکے اعزّہ تھے۔

جسوقت ابوسعد اور گوہر آئین سلطانی دربار میں حاضر ہوئے۔ وزیر ابوشجاع کی شکایت او چغلی کی سلطان ملک شاہ اور وزیر السلطنت نظام الملک نے خلافت مآب کی خدمت میں ایک عریضہ مشعر معزولی وزیر ابوشجاع روانہ کیا۔ خلافت مآب نے وزیر ابوشجاع کو معزول کر کے خانہ نشین ہوجانیکا حکم دیا۔ بجائے اس کے ابوسعد علاء بن حسن کاتب کو مامور کیا۔ سلطان ملک شاہ اور نظام الملک کے پاس ایک خط عمید الدولہ بن جہیر کی طلبی کا بھیجا۔ سلطان ملک شاہ اور نظام الملک نے خلافت مآب کا فرمان عالیشان پاتے ہی عمید الدولہ کو دارالخلافت میں بھیجدیا خلافت مآب نے ۴۸۴ھ میں قلمدان وزارت پھر سپرد کردیا۔ نظام الملک سوار ہو کے عمید الدولہ کو عہدۂ وزارت کی مبارکباد دینے کو آیا۔ معزول وزیر ابوشجاع نے بعد معزولی ۴۸۸ھ میں وفات پائی۔

سلطان کا حلب پر قبضہ

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ۴۶۳ھ میں سلطان الپ ارسلان نے حلب پر قبضہ حاصل کرلیا تھا اور محمود بن صالح بن مرداس والی حلب نے جامع حلب میں خلیفہ قائم بامر اللہ کے نام کا خطبہ پڑھا تھا بعد اس کے محمود بن صالح نے علم خلافت عباسیہ سے منحرف ہو کے دولت علویہ مصریہ کی اطاعت قبول کرلی۔ زیادہ زمانہ منقضی نہ ہونے پایا کہ بنی مرداس (یعنی محمود) کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا بعد ہی سلطنت کی بنیاد بڑی رؤساء شہر اور عمائدین ملت کے مشورہ سے امور سلطنت سرانجام پانے لگے۔ ان لوگوں کی مجلس کا صدر انجمن شرف الدولہ مسلم بن قریش والی موصل تھا اور ابن حتیتی انکا سردار ہوا تھا۔ اسی زمانہ میں سلیمان بن قطلمش نے بلاد روم میں اپنی حکومت وسلطنت کی بنا ڈالی ۴۷۷ھ میں انطاکیہ[1] پر قبضہ کیا۔ اور پھر اس سے اور شرف الدولہ والی حلب سے

---

[1] انطاکیہ پر رومیوں کا ۳۵۸ھ سے قبضہ تھا فردوس نامی ایک شخص حکمرانی کر رہا تھا۔ حد درجہ کا ظالم او کینہ ور تھا اہل انطاکیہ اس کے ظلم سے تنگ آ گئے تھے سلیمان کو قبضہ کر لینے کی غرض سے بلا بھیجا (بقیہ صفحہ ۲۹)

ان بن[1] ہو گئی ایک دوسرے سے گتھ گیا۔ انجام یہ ہوا کہ سلیمان بن قطلمش نے شرف الدولہ مسلم بن قریش کو ۴۷۹ھ میں مار ڈالا اور اہل حلب کے پاس اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کرنیکی تحریر بھیجی اہل حلب نے سلطان ملک شاہ سے اس معاملہ میں خط و کتابت کرنیکی غرض سے مہلت طلب کی کیونکہ یہ لوگ اسی کے زیر حمایت تھے اور اسی کے علم حکومت کے آگے گردن جھکائے ہوئے تھے۔ چنانچہ اہل حلب نے تتش برادر سلطان ملک شاہ کو دمشق میں یہ پیام بھیجا کہ آپ تشریف لایئے ہم لوگ نہایت خوشی سے حلب آپکے حوالہ کر دینگے۔ تتش اس مژدۂ جانبخش کو سُنکے حلب کیطرف روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ امیر ارتق بن اکسب بھی تھا چونکہ امیر ارتق نے جبکہ سلطان ملک شاہ موصل کیطرف آیا ہوا تھا بوقت محاصرہ آمد زر نقد لیکے شرف الدولہ کو نکل جانے کی اجازت دیدی تھی اسوجہ سے امیر ارتق بخوف سلطان ملک شاہ تتش کے پاس چلا آیا تھا۔ اور تتش نے اسکو بیت المقدس میں جاگیر دی تھی پس جسوقت تتش نے حلب کیجانب قدم بڑھایا اور قلعہ حلب پر پہونچکے محاصرہ ڈالا اُسوقت سالم بن مالک بن بدران (شرف الدولہ مسلم بن قریش کے چچا کا لڑکا) حکمرانی کر رہا تھا۔ چنانچہ تتش نے حلب کا محاصرہ کر لیا لیکن تتش کی طلبی سے پہلے ابن حتیتی اور اکثر رؤساء حلب نے سلطان ملک شاہ کو بھی اپنی مجبوری لکھ بھیجی تھی اور قبضہ کرنے کو بُلا بھیجا تھا۔ اس بناء پر سلطان ملک شاہ نے اصفہان سے ماہ جمادی الآخر ۴۷۹ھ میں حلب کیجانب

(بقیہ صفحہ ۲۸) سلیمان تین سو سواروں اور اسیقدر پیادوں سے حملہ آور ہوا اور دریا کو عبور کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ شعبان ۴۷۷ھ کا ہے۔ تاریخ کامل جلد ۸ صفحہ ۵۶۔

[1] ان بن ہونے کی یہ وجہ ہوئی کہ فردوس والی انطاکیہ شرف الدولہ کو کچھ زر نقد بطور خراج دیا کرتا تھا جب قطلمش نے اسپر قبضہ کیا تو شرف الدولہ نے حسب دستور طلب کیا۔ قطلمش نے جواب دیا کہ وہ کافر تھا جزیہ دیتا تھا میں بحمد اللہ مسلمان ہوں خراج یا جزیہ نہ دونگا۔ اسپر شرف الدولہ نے انطاکیہ کیطرف قدم بڑھایا قطلمش بھی یہ خبر پاکے اوٹھ کھڑا ہوا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ تاریخ کامل جلد ۸ صفحہ ۵۶۔

کوچ کیا۔ موصل ہوتا ہوا حران آیا والی حران نے مصالحت کے ساتھ شہر سپرد کردیا سلطان ملک شاہ نے محمد بن شرف الدولہ کو جاگیر میں دیدیا بعد ازاں الرہا کا رخ کیا۔ یہ اسوقت تک رومیوں کے قبضہ میں تھا۔ بعد محاصرہ اور جنگ کے اسکو بھی مفتوح کرکے قلعہ جابر کیطرف بڑھا ایک شبانہ روز محاصرہ کئے رہا بالآخر بنی قشیر کو جو والی قلعہ تھے زیر کرکے اس قلعہ پر بھی قبضہ کرلیا۔ منبج پہونچا اور اُسپر بھی بزور تیغ اپنی کامیابی کا پھریرہ اوڑاتا ہوا دریائے فرات کو عبور کرکے حلب کے قریب جا اوترا تتش نے یہ خبر پاکے حلب کو خیر آباد کہہ کے دمشق کا راستہ لیا اس کے ہمراہ امیر ارتق بھی تھا۔ سلطان ملک شاہ کے پہونچتے ہی سالم بن مالک والی قلعہ حلب نے قلعہ کا دروازہ کھولدیا۔ سلطان ملک شاہ مظفر و منصور داخل ہوا اور سالم کی درخواست کے مطابق بعوض قلعہ حلب قلعۂ جابر کی حکومت عنایت کی اسی زمانہ سے قلعہ جابر سالم اور اسکی اولاد کے قبضہ میں برابر رہا تا آنکہ الملک العادل سلطان نور الدین محمود زنگی نے اسپر قبضہ حاصل کیا۔

حلب پر سلطان ملک شاہ نے قبضہ کرنے کے بعد قسیم الدولہ آقسنقر کو قلعہ اور شہر کا حاکم مقرر کیا اسی زمانہ میں امیر نصیر بن علی بن منقذ کنانی والی شیرز سے خط وکتابت شروع ہوئی اور اس نے بھی سلطان ملک شاہ کی اطاعت قبول کرلی لاذقیہ کفر طاب اور رفامیہ کو مصالحت کے ساتھ سلطان ملک شاہ کے حوالہ کردیا۔ سلطان ملک شاہ نے خوش ہوکے شیرز کی حکومت پر اسکو بحال رکھا۔ اور ہفتہ عشرہ آرام کرکے بغداد کیجانب کوچ کیا۔ زمانۂ قیام حلب میں اہل حلب نے ابن حبیشی کی سفارش کی تھی۔ سلطان نے انکی درخواست پر اسکو دیار بکر بھیجدیا تھا چنانچہ وہیں بحالت افلاس وفقر مر گیا۔

ماہ ذیحجہ ۴۷۹ھ سلطان ملک شاہ داخل بغداد ہوا۔ دربار خلافت میں حاضر ہوکے تحائف اور ہدایا پیش کئے۔ اگلے دن خلافت مآب نے بھی سلطان ملک شاہ کو خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ خلعت دینے کو دربار عام منعقد کیا گیا۔ سریر خلافت پر

خلافت مآب رونق تھے۔ وزیر السلطنت نظام الملک دست بستہ کھڑا ہوا ایکے بعد دیگرے امرا سلطانی کو خلافت مآب کے حضور میں پیش اور اُن کے اسماء اور انساب اور مراتب بیان کرتا جاتا تھا۔ جسوقت امرا سلطانی کو خلافت مآب کی حضوری کا شرف حاصل ہو چکا خلافت مآب نے امور سلطنت کو سلطان ملک شاہ کے سپرد کر کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار عنایت فرمایا۔ سلطان ملک شاہ نے دست بوسی کی اور واپس آیا۔ وزیر السلطنت نظام الملک اپنے مدرسہ نظامیہ کے دیکھنے کو گیا۔ کتب خانہ میں بیٹھ کر احادیث کی سماعت کی اور کچھ حدیثیں لکھیں ایک ماہ تک سلطان کا بغداد میں قیام رہا۔ بعد ازاں ماہ صفر ۴۸۰ھ میں اصفہان کیجانب کوچ کیا۔ پھر دوبارہ ماہ رمضان ۴۸۴ھ میں وارد بغداد ہوا اور انحکم میں قیام کیا۔ تاج الدولہ تتش، قسیم الدولہ اقسنقر والی حلب اور دوسرے حکمرانان ممالک محروسہ حاضر ہوئے ۴۸۵ھ میں اس دھوم دھام سے مجلس مولود منعقد کی گئی کہ اہل بغداد نے کبھی ایسی مجلس نہ دیکھی تھی۔ امرا سلطانی نے اپنے رہایش کے لئے مکانات بنوانے شروع کئے مگر زمانہ نے مہلت نہ دی۔

فتنہ بغداد دار الخلافت بغداد کیا بہ لحاظ آبادی اور کیا بنظر عمارات اُس درجہ پر پہونچگیا تھا کہ اس حد تک جیسا کہ ہماری محدود واقفیت شہادت دیتی ہے ابتداء آفرینش سے دنیا کا کوئی شہر نہ پہونچا ہوگا۔ مگر بحکم ہر کمالے را زوالے دولت عباسیہ کے قوائے حکمرانی کمزور اور مضمحل ہو جانے سے فتنہ و فساد کا مخزن اور معدن بنگیا تھا۔ فتنہ پردازوں، چوروں اور بدمعاشوں کی وہ کثرت ہوگئی تھی کہ حکام وقت انکی سرکوبی اور گوشمالی سے عاجز آگئے تھے۔ بسا اوقات شاہی لشکر ان سے جنگ و جدال کرنے کو طیار ہو کر جاتا اور بغیر اس کے کہ انکی مدافعت کرتا واپس آتا تھا اور گاہے گاہے باشندگان بغداد کے اختلاف مذاہب کی وجہ سے فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جاتا تھا۔ کبھی اہل سنت و جماعت اور شیعہ بوجہ اختلاف مذہب و عقائد جھگڑ جاتے تھے کبھی حنبلیوں اور شافعیوں میں فساد

ہو جاتا تھا کیونکہ حنبلی باریتعالی کی ذات وصفات میں صراحۃً تشبیہ دیتے تھے انکا خیال یہ ہے کہ امام احمد حنبل کی یہ رائے ہے حالانکہ وہ اس سے بری ہیں اور شافعیہ اسکی مخالفت کرتے تھے۔ نوبت جدال وقتال کی پہونچ جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ فتنہ وفساد عوام تک پہونچ جاتا جسکا انسداد غیر ممکن تھا۔ ایسے فسادات بکرات مرات ہوتے رہے خلفاء عباسیہ تو بیکار ہی ہو گئے تھے امراء بنو بویہ اور ملوک سلجوقیہ بھی اس آگ کے بجھانے پر قادر نہ ہو سکے اسوجہ سے کہ بنی بویہ فارس میں رہتے تھے اور ملوک سلجوقیہ اصفہان میں۔ چونکہ دارالخلافت بغداد کو ان دونوں مقامات سے معتدبہ دوری تھی انکی شوکت وہیبت کا کوئی اثر اہل بغداد پر نہ پڑتا تھا۔ ان لوگوں کی طرف سے دارالخلافت بغداد میں جو شحنہ (یعنی عہدہ کوتوالی پر) رہتا تھا۔ وہ اس ہنگامہ کو فرو نہ کر سکتا تھا وہی فتنہ وفساد اس کے روکنے سے رک جاتا تھا جو عام فتنہ ہونے کی حد تک نہ پہونچتا تھا اور امراء بنی بویہ وملوک سلجوقیہ کو کبھی بذاتہ اس ہنگامہ کے فرو کرنے کی جانب کوئی توجہ خاص اسوجہ سے نہیں ہوئی کہ وہ ہمیشہ ممالک محروسہ اسلامیہ کے اُن امور کے انجام دینے میں مشغول ومصروف رہے جو اس سے زیادہ مہتم بالشان تھے انہیں وجوہات سے ان مفاسد اور فتنے کا بغداد سے قلع قمع نہو سکا۔ آئے دن ایک نہ ایک جھگڑا قائم رہا تاآنکہ اسکی خوش منظر عمارتیں منہدم ہو گئیں۔ آبادی ویرانی سے بدل گئی۔ خوشی اور چہل پہل کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ صرف نقش ونگار صفحۂ قرطاس پر باقی رہ گئے جسکو زمانہ نہیں مٹا سکا۔

نظام الملک کی شہادت

نظام الملک ابوعلی حسین بن علی بن اسحاق طوس کے ایک زمیندار کا لڑکا تھا۔ طوس میں پیدا ہوا اور وہیں نشو ونما پا کر سن شعور کو پہونچا۔ عربیت، فقہ کی تعلیم پائی احادیث کثیرہ کی سماعت کی۔ ابتداً اس نے ایک امیر کے یہاں ملازمت کی کفایت شعار، منتظم اور ہوشیار آدمی تھا تھوڑے ہی دنوں میں اپنے آقا کے نزدیک منتظم اور ہوشیاروں میں شمار کیا جانے لگا۔ اتفاق یہ کہ جس امیر کی خدمت میں

یہ رہتا تھا وہ اس سے جو کچھ سال بھر میں پیدا کرتا چھین لیتا تھا۔ ایک مدت تک نظام الملک
صبر و استقلال کا پتھر اپنے دل پر رکھ کے ضبط کرتا رہا آخر تابہ کے۔ کل کار و بار چھوڑ کے جعفری بک
داؤد کے پاس بھاگ گیا۔ آقائے سابق نے طلبی کا خط بھیجا۔ جعفری بک نے روک لیا۔
ابو علی بن شاذان کی پیشی میں کام کرنے لگا جو جعفری بک داؤد والد سلطان الپ ارسلان
و برادر سلطان طغرل بک کیطرف سے صوبۂ بلخ کا والی تھا۔ چونکہ نظام الملک کی کفایت
شعاری، انتظام اور اُلجھے ہوئے پولیٹکل معاملات کے سلجھانے کی عام شہرت ہو گئی تھی۔
اور نیز ابو علی نے بوقت وفات سلطان الپ ارسلان سے اسکی ہوشیاری، امانت داری اور
انتظام کی تعریف کی تھی اسوجہ سے بعد وفات ابو علی سلطان الپ ارسلان نے اپنے حضور میں
طلب فرما کے قلمدان وزارت سپرد کر دیا۔ اور کل امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنیکا اختیار
کامل دیدیا۔ چنانچہ نظام الملک سلطان الپ ارسلان اور اس کے بیٹے ملک شاہ کے دربار
میں عہدۂ وزارت سے ممتاز و سرفراز رہا اور جس مراتب علیہ پر یہ پہونچا اسکو تم اوپر پڑھ آئے
ہو کل امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنیکا اسکو اختیار تھا اسکی اولاد عہدہ ہائے جلیلہ سے
ممتاز تھی سلطان کو اسکا اس درجہ پاس و لحاظ تھا کہ اسکے پوتے عثمان جمال (جو صوبۂ مرو کا والی
تھا)۔ اور سلطان کے ایک امیر لشکر سے جسکو سلطان نے شحنۂ مرو مقرر کر کے روانہ کیا تھا اَن
بَن ہو گئی عثمان جمال نے بوجہ نوعمری جوش میں آکے اُس امیر کو گرفتار کرا کے سزا دیدی۔ امیر
نے رہائی پانے کے بعد دربار سلطانی میں حاضر ہو کے فریاد کی سلطان کو سخت ملال ہوا۔۔ مگر
نظام الملک کے لحاظ سے عثمان جمال سے جواب تک طلب نہ کیا البتہ نظام الملک کے پاس
اپنی ایک معتبر خواص کو عثمان جمال کی شکایت کرنے کو بھیجدیا۔ نظام الملک نے اپنے حقوق اور
خدمات کا اظہار کیا۔ سلطان اور نظام الملک میں باہم ایک مدت تک اس بابت خط و
کتابت ہوتی رہی لگانے بجھانے والوں نے بہت کچھ لگایا بجھایا۔ چند دنوں بعد خود بخود یہ
قصہ رفع دفع ہو گیا۔ اس اثناء میں ۴۸۵ھ کا ماہ رمضان آگیا سلطان ملک شاہ اور

نظام الملک اصفہان سے بغداد واپس آتے ہوئے نہاوند میں خیمہ زن ہوئے۔ نظام الملک بعد افطار شاہی خیمہ سے نکل کے اپنے خیمہ کیطرف آ رہا تھا۔ ایک لڑکا (جو غالباً فرقہ باطنیہ سے تھا) مستغیث کی صورت بنائے ہوئے ملا نظام الملک نے عرضی لینے کی غرض سے ہاتھ بڑھایا۔ لڑکے نے نظام الملک کے قریب پہونچکے پیٹ میں چھری بھونک دی نظام الملک زخمی ہوکر زمین پر گر پڑا اور اوسیوقت دم توڑ دیا۔ لڑکا بھاگا لشکریوں نے دوڑ کے گرفتار کر لیا۔ اور مار ڈالا۔ سلطان ملک شاہ اس واقعہ کو سُنکے اُسی روز نظام الملک کے خیمہ میں آیا۔ اس کے مصاحبوں اور لشکریوں کو سلطان کی صورت دیکھنے سے گونہ اطمینان اور سکون ہوا۔ تیس برس وزارت کی باستثناء اس وزارت کے جبکہ اس نے اس کے باپ الپ ارسلان کے زمانہ امارت خراسان میں کی تھی۔[۱]

ملکشاہ کی وفات محمود کی تخت نشینی

نظام الملک کی شہادت کے بعد جیسا کہ ابھی ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ سلطان ملک شاہ نے بغداد کی جانب کوچ کیا اور چند مدت سفر کر کے آخری ماہ رمضان سنہ مذکور کو دار الخلافت بغداد میں داخل ہوا۔ وزیر عمید الدولہ بن جہیر نے استقبال کیا۔

سلطان ملک شاہ نے نظام الملک کی مفارقت ابدی پر یہ قصد کر لیا تھا کہ قلمدان وزارت تاج الملک کے سپرد کر دیا جائے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے نظام الملک کی چغلی کی تھی چونکہ یہ بھی کفایت شعار اور منتظم تھا اسوجہ سے سلطان ملک شاہ کے خیالات اسکی طرف اس طرح کے قائم ہوئے تھے۔ نماز عید پڑھ کے سلطان نے اپنے مجلس احباب سعادت کی۔ موت کا وقت آ گیا تھا پندرہویں شوال سنہ مذکور کو انتقال کر گیا۔ اسکی بیوی ترکان خاتون نے اس واقعہ کو چھپایا۔ جو کچھ مال و اسباب اسکا اور شاہی

---

[۱] خواجہ نظام الملک طوسی اکیسویں ذیقعدہ ۴۰۸ھ یوم جمعہ کو مقام نوقان (مضافات طوس) میں پیدا ہوا۔ ستہتر برس کی عمر پائی۔ اصفہان میں دفن کیا گیا۔

دربار کا تھا سب کا سب محلسرائے خلافت میں پہونچا دیا اور سلطان ملک شاہ کی نعش کو تابوت میں رکھ کے اصفہان کی طرف کوچ کر دیا۔ روانگی کے وقت در پردہ امراء و ارکان سلطنت کو بیشمار زر نقد دیگئی اور یہ ہدایت کر گئی کہ میرے بیٹے محمود کو تخت نشین اور مرحوم سلطان کا وارث تاج و نگیں بنانا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا بعد اس کے ترکمان خاتون نے قوام الدولہ کربوقا (جو آیندہ موصل کا حکمراں ہوگا) کو طلب کرکے سلطان ملک شاہ کی انگوٹھی دی اور اصفہان کے قلعہ دار کے پاس روانہ کیا۔ قلعہ دار نے خاتم سلطانی دیکھ کے قلعہ سپرد کر دیا۔ محمود کی عمر اسوقت چار برس کی تھی۔ بیعت حکومت کے بعد خلیفہ مقتدی کی خدمت میں ترکمان خاتون کیطرف سے درخواست دی گئی "کہ محمود کے نام کا خطبہ پڑھا جائے" خلافت مآب نے ترکمان خاتون کی درخواست منظور فرمائی مگر اس شرط سے کہ امیر انز کی رائے (جو سلطان ملک شاہ کے امراء سے تھے) امور سلطنت و حکومت انجام دیئے جائیں اور تاج الملک کے سپرد تقرری عمال اور محکمہ خراج رہے۔ ترکمان خاتون نے ان شرائط کو منظور نہ کیا۔ تاآنکہ امام ابو حامد غزالی ترکمان خاتون کے پاس تشریف لے گئے اور یہ سمجھایا کہ نابالغ ہونے کی وجہ سے محمود کے تصرفات اور احکام شرعاً جایز اور جاری نہیں ہوسکتے امام غزالی کے فرمانے سے ترکمان خاتون کی تشفی ہوگئی اور خلافت مآب کی شرائط کو منظور کر لیا۔ آخری شوال سنہ مذکور میں محمود کے نام کا خطبہ پڑھا گیا "ناصر الدولہ والدین" کے لقب سے ملقب ہوا۔ حرمین شریفین میں اسکی تخت نشینی کی اطلاع دی گئی اور وہاں بھی اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

برکیاروق کی شورش

بوقت وفات سلطان ملک شاہ ترکمان خاتون نے اس کے واقعہ موت کے چھپانے اور اپنے بیٹے محمود کی بیعت سلطنت لینے کی جو کارروائی کی اسکو تم اوپر پڑھ آئے ہو۔ اسی زمانہ میں ترکمان خاتون نے خفیہ طور سے چند آدمیوں کو سلطان ملک شاہ کے بڑے بیٹے برکیاروق کے گرفتار کرنے کو اصفہان

بھیجدیا تھا اس خوف سے کہ مبادا میرے بیٹے محمود سے برکیاروق جھگڑ پڑے۔ چنانچہ انلوگوں نے اصفہان پہونچکے برکیاروق کو گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا۔ پس جسوقت سلطان ملکشاہ کی خبر موت مشہور ہوئی۔ خادمان نظامیہ نظام الملک کے سلاح خانہ میں جو اصفہان میں تھا گھس پڑے اور آلات حرب لیکے شہر کو گھیر لیا۔ برکیاروق کو جیل سے نکال کے اس کی سلطنت وحکومت کی بیعت کی اور جامع اصفہان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اسکی ماں زبیدہ بنت یاقوتی بن داؤد (یاقوتی سلطان ملک شاہ کا چچا تھا) اپنے بیٹے برکیاروق کی بابت ترکمان خاتون مادر محمود سے بیحد خائف تھے مگر جب اسکو یہ معلوم ہوا کہ نظامیہ خدام برکیاروق کا ساتھ دیئے ہوئے ہیں تو اسکو تسکین اور مسرت ہوئی۔

اسوقت تاج الملک اصفہان میں داخل ہوچکا تھا۔ لشکریوں نے اس سے تنخواہ طلب کی۔ اصفہان کے ایک قلعہ میں روپیہ لینے کو گیا مگر بخوف خدام نظامیہ بیٹھ رہا۔ جسوقت ترکمان خاتون اصفہان میں آئی تاج الملک نے حاضر ہوکے معذرت کی۔ ترکمان خاتون نے عذر قبول کرلیا۔ برکیاروق نے معہ خادمان نظامیہ اصفہان سے رے کا راستہ لیا۔ امیر ارغش (سلطان ملک شاہ کا ایک نامی امیر) معہ اپنی رکاب کی فوج کے برکیاروق سے آملا۔ ترکمان خاتون نے ایک لشکر برکیاروق سے جنگ کرنے کو روانہ کیا جس میں سلطان ملک شاہ کے اکثر امراء تھے دونوں فوجیں مرتب ہوکے میدان جنگ میں آئیں ہنوز معرکہ جنگ کا آغاز نہیں ہوا تھا کہ ترکمان خاتون کے اکثر امراء برکیاروق کے پاس بھاگ آئے بعد ازاں معرکہ کارزار شروع ہوا۔ ترکمان خاتون کی فوج میدان جنگ سے شکست کھاگئی۔ اصفہان کیجانب لوٹی۔ برکیاروق نے تعاقب کیا اور اصفہان کو پہونچکے محاصرہ ڈالدیا۔

قتل تاج الملک وزیر تاج الملک جنگ ترکمان خاتون اور برکیاروق میں موجود اور ترکمان خاتون کیطرف سے لڑ رہا تھا جسوقت ترکمان خاتون کی فوج

ہزیمت اوٹھا کے بھاگی تاج الملک بھی قلعہ یزدجر کیجانب بھاگا اثناء راہ سے گرفتار ہوکے برکیاروق کے روبرو پیش کیا گیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ برکیاروق اصفہان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ چونکہ برکیاروق اسکی کفایت شعاری اور معاملہ فہمی سے واقف تھا عہدۂ وزارت سے سرفراز کرنے کا قصد کیا اور خدام نظامیہ کو اس سے راضی کرنے کی غرض سے دو لاکھ دینار اس کی طرف سے دیئے وہ لوگ راضی ہوگئے عثمان نائب نظام الملک کو اسکی خبر لگ گئی چند غلاموں کو اوبھار دیا۔ اور ان کو یہ دم پٹی دی کہ اسی نے تمہارے سردار نظام الملک کو قتل کرایا ہے۔ چنانچہ اُن غلاموں نے ایک روز تاج الملک کو گرفتار کرکے مار ڈالا اور ایک ایک عضو کاٹ کر پھینکدیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۴۸۶ھ کا ہے۔

بعد اس واقعہ کے عز الملک ابو عبداللہ حسین بن نظام الملک زمانہ محاصرہ اصفہان میں اصفہان سے برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ اس سے پیشتر خوارزم میں حکمرانی کر رہا تھا۔ اپنے باپ نظام الملک کی شہادت سے پہلے سلطان ملکشاہ اور اپنے باپ کی شرف حضوری حاصل کرنے کو اصفہان آیا تھا۔ اتفاق یہ کہ اسکا باپ شہید ہوگیا۔ سلطان ملک شاہ نے بھی وفات پائی اور یہ اسوقت سے اصفہان ہی میں مقیم تھا تا آنکہ برکیاروق نے اصفہان کا محاصرہ کیا۔ اسوقت یہ اصفہان سے نکلکے برکیاروق کے پاس آیا۔ برکیاروق عزت واحترام سے پیش آیا۔ اور قلمدان وزارت اسکے سپرد کرکے امور سلطنت و حکومت کے سیاہ و سفید کرنیکا اختیار کامل دیدیا۔

برکیاروق کا قبضہ

برکیاروق اس مہم سے فارغ ہوکے ۴۸۶ھ میں بغداد آیا دربار خلافت میں حاضر ہوکے خلافت مآب سے درخواست کی کہ میرا نام خطبہ میں پڑھا جائے خلافت مآب نے اجازت دی جامع بغداد میں برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور رکن الدولہ کا خطاب عنایت ہوا۔ وزیر عمید الدولہ بن جہیر دربار خلافت سے خلعت

لیکے برکیارُوق کے پاس آیا۔ برکیارُوق نے خلعت کو زیب تن کیا۔ برکیارُوق بغداد میں مقیم ہی تھا کہ خلیفہ مقتدی نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔

المستظہر کی خلافت

یوم شنبہ پانچویں محرم ۴۸۷ھ کو خلیفہ المقتدی بامر اللہ ابو القاسم عبد اللہ بن ذخیرۃ الدین محمد بن خلیفہ القائم بامر اللہ نے دفعۃً وفات پائی۔

سلطان برکیارُوق کی رپورٹ آئی ہوئی تھی خلیفہ مقتدی نے پڑھ کے رکھ لیا بعد ازاں دسترخوان چنا گیا۔ کھانا کھایا۔ جوں ہی ہاتھ دھویا غشی طاری ہوئی مر گیا۔ وزیر عمید الدولہ نے تجہیز و تکفین کی۔ ابو العباس احمد بن خلیفہ مقتدی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دفن کر دیا گیا۔ انیس برس آٹھ مہینے خلافت کی۔ اگرچہ خلیفہ مقتدی نہایت صاحب سطوت اور عظیم الشان تھا۔ مگر پھر بھی اپنے امراء دولت اور ارا کین خلافت کے ہاتھوں کاٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ اس کے زمانہ میں بغداد کی آبادی کو بیحد ترقی ہوئی۔ عالیشان عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ بغداد کی ترقی بوجہ عروج دولت بنی طغرلبک کے وقوع میں آئی۔

خلیفہ مقتدی کے انتقال کے بعد وزیر عمید الدولہ نے اوسکے بیٹے ابو العباس احمد کو دربار خلافت میں لا کے سریر خلافت پر متمکن کیا۔ ارا کین خلافت اور امراء دولت نے بیعت کی۔ ابو العباس احمد نے المستظہر باللہ کا لقب اختیار کیا۔ وزیر بیعت لینے کی غرض سے برکیارُوق کے پاس گیا۔ برکیارُوق نے بطیب خاطر خلیفہ مستظہر کے وزیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔

خلیفہ مقتدی کی موت کے تیسرے روز مجلس عزا منعقد ہوئی۔ سلطان برکیارُوق مع اپنے وزیر عز الملک بن نظام الملک اور اپنے بھائی بہاء الملک کے دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ اور [illegible] علوی اور علماء کبار سے قاضی القضاۃ ابو عبداللہ دامغانی، غزالی اور شاشی [illegible] کو آکے تعزیت کی اور خلیفہ مستظہر کی خلافت کی بیعت کر کے واپس گئے۔

تتش کے حالات

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ تتش بن سلطان الپ ارسلان نے صوبہ دمشق میں

قبضہ کرکے استقلال و استحکام کے ساتھ دمشق میں حکمرانی شروع کردی تھی اور قبل وفات سلطان ملک شاہ بطور وفد بغداد میں سلطان ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور پھر واپس گیا تھا بعد واپسی ملک شاہ کی وفات کی خبر پائی فوراً اسیت پر قبضہ کرکے سلطنت وحکومت حاصل کرنے کی غرض سے دمشق کیطرف کوچ کیا اور لشکر آراستہ کرکے حلب پر فوجکشی کردی قسیم الدولہ آقسنقر والی حلب نے گردن اطاعت جھکا دی اور اس کے ساتھ ہو لیا باغیسان والی انطاکیہ اور بوزان والی الرہا دحران کو بھی لکھ بھیجا کہ بنظر مصلحت وقت تا درستی احوال اولاد سلطان ملک شاہ تتش کی اطاعت قبول کرلو۔ باغیسان اور بوزان نے بھی آقسنقر کی تحریر کے مطابق تتش کی اطاعت قبول کرلی۔ اس کے نام کا خطبہ اپنے شہروں میں پڑھنا شروع کیا اور اسکے ہمرکاب رحبہ کے محاصرہ کو بڑھے۔ ماہ محرم ۴۸۶ھ میں رحبہ مفتوح ہوا تتش کے نام کا خطبہ جامع مسجد کے ممبر پر پڑھا گیا بعدازاں تتش نے نصیبین کا رخ کیا اور بزور تیغ اسکو بھی مفتوح اور تاخت و تاراج کرکے محمد بن شرف الدولہ کے حوالہ کیا۔ اور موصل پر قبضہ کرنیکے قصد سے کوچ کردیا۔ اثناء راہ میں کافی بن فخرالدولہ بن جہیر نے ملاقات کی یہ ان دنوں جزیرہ ابن عمر میں تھا تتش نے براہ عزت افزائی عہدۂ وزارت سے اسکو سرفراز کیا، قریب موصل پہونچکے ابراہیم بن قریش والی موصل کے پاس کہلا بھیجا کہ تم میری اطاعت قبول کرلو میرے نام کا خطبہ پڑھو اور دارالخلافت بغداد جانے کا مجھے راستہ دو۔ ابراہیم نے اسکو منظور نہ کیا انکاری جواب دیا۔ تتش نے اعلان جنگ کرکے لڑائی چھیڑ دی۔ دس ہزار فوج تتش کی رکاب میں تھی آقسنقر میمنہ پر تھا بوزان میسرہ پر۔ ابراہیم والی موصل تیس ہزار کی جمعیت سے میدان جنگ میں آیا ہوا تھا ایک گھمسان لڑائی کے بعد ابراہیم کو ہزیمت ہوئی۔ ابراہیم اور امراء عرب کا ایک گروہ گرفتار ہوگیا تتش نے سبھوں کو کمال بیرحمی سے تہ تیغ کیا۔ اور ابعد تسلط ہونے کے علی بن شرف الدولہ کو موصل کی حکومت

عنایت کی۔ یہ تتش کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔

موصل پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد تتش نے دار الخلافت بغداد میں خطبہ میں نام داخل کئے جانے کی درخواست بھیجی گوہر آئین شحنہ بغداد نے سفارش کی۔ جواب دیا گیا "لشکر اسلام سے قاصد کے آنیکا انتظار کیا جا رہا ہے" قاصد بے نیل مرام تتش کے پاس واپس آیا۔ تتش نے دیار بکر کیطرف قدم بڑھایا۔ اور اسپر بھی قبضہ حاصل کر کے آذربیجان کا قصد کیا ان واقعات کی خبر برکیاروق تک پہونچی۔ اسوقت برکیاروق کو محمود کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہو گئی تھی۔ ہمدان اور رے پر متصرف ہو چکا تھا۔ فوجیں مرتب کر کے اپنے چچا تتش کے روک تھام کو اوٹھ کھڑا ہوا۔ جسوقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا آقسنقر نے بوزان سے کہا "ہمنے تتش کی اطاعت محض اسوجہ سے قبول کی تھی کہ ہمارے آقائے نامدار ملک شاہ کے لڑکوں میں اختلاف پڑا ہوا تھا ہم دیکھتے تھے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوتا ہے الحمد للہ کہ جس امر کے ہم خواستگار تھے وہ پردۂ غیب سے ظاہر ہو گیا یعنی ہمارے آقائے نامدار کا بڑا لڑکا برکیاروق حکمرانی کرنے لگا۔ اب ہم کسی طرح تتش کے ہمراہ نہیں رہ سکتے۔ کیوں بوزان تمہاری کیا رائے ہے"؟ بوزان نے جواب دیا "میں آپ کی رائے سے متفق ہوں" آقسنقر نے بوزان کو گلے سے لگا لیا پیشانی پر بوسہ دیا اور معہ اپنے ہمراہیوں کے تتش سے علیحدہ ہو کے برکیاروق کے پاس چلا گیا۔ ان دونوں امراء کی علیحدگی سے تتش کی قوت گھٹ گئی ہزیمت اٹھا کے دمشق کی جانب لوٹ آیا۔ اس سے برکیاروق کی حکومت مستحکم ہو گئی گوہر آئین نے حاضر ہو کے تتش کی درخواست کی سفارش کرنے کی معذرت کی۔ برکیاروق نے اسکی ایک بھی نہ سنی معزول کر کے امیر نکبرو کو بجائے اس کے دار الخلافت بغداد کا شحنہ مقرر کیا بعد اسکے برکیاروق کا خطبہ بغداد میں پڑھا گیا، خلیفہ مقتدی نے وفات پائی اور بجائے اسکے سریر خلافت خلیفہ مستظہر متمکن ہوا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

تتش نے آذربیجان سے شام کیجانب مراجعت کرنے کے بعد فوجیں مرتب کیں اور آقسنقر سے جنگ کرنے کو حلب کیطرف بڑھا۔ برکیاروق نے امیر کربوقا کو (جو آئندہ امیر موصل ہوگا) آقسنقر کی کمک پر روانہ کیا۔ قریب حلب[۵۱] دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ حلب کی فوج میدان جنگ سے گھونگھٹ کھاگئی آقسنقر گرفتار کرلیا گیا اور بکمال بیکسی سے مارڈالا گیا[۵۲] امیر بوزان اور کربوقا بھاگ کر حلب میں جا چھپے اور اس کی حفاظت کا معقول انتظام کیا۔ تتش نے پہونچکے محاصرہ ڈالدیا۔ چند دنوں محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر تتش نے حلب پر بھی قبضہ کرکے امیر بوزان اور کربوقا کو گرفتار کرلیا چونکہ حران اور الرہا کی حکومت و امارت امیر بوزان کے قبضہ اقتدار میں تھی امیر بوزان کو حران اور الرہا کیطرف روانہ کیا اس غرض سے کہ اہل حران اور الرہا اسکی گرفتاری سے اطاعت قبول کرلیں۔ مگر اہل حران اور الرہا نے اطاعت قبول نہ کی تتش نے جھلّا کے امیر بوزان کا سر کاٹ کے اہل حران کے پاس بھیجدیا اہل حران خوف سے تھرّا گئے۔ بمجبوری اکراہ گردن اطاعت جھکادی۔ باقی رہا امیر کربوقا اسکو حمص کے جیل میں ڈالدیا۔ تاآنکہ رضوان نے اپنے باپ تتش کے مارے جانے کے بعد امیر کربوقا کو قید سے رہا کیا۔

تتش اس مہم سے فارغ ہو کے جزیرہ کیطرف بڑھا اور اسپر بھی قبضہ حاصل کرکے دیار بکر، خلاط، ارمینیہ، آذربیجان اور ہمدان کو یکے بعد دیگرے کسی کو بجنگ اور کسی کو بصلح و امان مفتوح کرتا گیا۔ انہیں دنوں فخرالدولہ بن نظام الملک حران سے سلطان برکیاروق کی خدمت میں شرف نیاز حاصل کرنے کو جارہا تھا مقام اصفہان میں امیر قماج سے جو

---

[۵۱] تتش اور آقسنقر سے مقام نہر سبعین قریب تل سلطان یہ معرکہ آرائی ہوئی تھی اس مقام سے حلب لوکوس کے فاصلہ پر ہے۔ لڑائی بہت بڑی اور خونریز ہوئی۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۹۵۔

[۵۲] امیر قسیم الدولہ آقسنقر والی حلب بعد ہزیمت و گرفتاری ماہ جمادی الاول ۴۸۷ھ میں تاج الدولہ تتش کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۹۵۔

محمود بن سلطان ملک شاہ کے لشکر کا ایک سردار تھا مڈبھیڑ ہوگئی۔ امیر قماج نے فخرالدولہ کو شبخون مار کے اس کے کل مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ فخرالدولہ تن تنہا اپنی جان بچا کے ہمدان بھاگ آیا یہاں یہ دوسری مصیبت سر پر آپڑی۔ تتش کو اس کی خبر لگ گئی اس کے قتل پر تُل گیا۔ امیر باغیسان نے سفارش کی۔ بیچارے کی جان بچ گئی اور پھر اسی کی سفارش سے عہدۂ وزارت بھی ملگیا۔

ان پیہم کامیابیوں سے تتش کے حوصلے بڑھ گئے خطبہ میں نام داخل کئے جانے کی پھر ہوس سمائی۔ چنانچہ اسی غرض سے اپنے وزیر فخرالدولہ کو دارالخلافت بغداد روانہ کیا اور یوسف بن ابق ترکمانی کو ترکمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ بغداد کا شحنہ مقرر کر کے بھیجا لیکن اہل بغداد نے یوسف کو شہر میں داخل ہونے نہ دیا۔

برکیاروق ان واقعات سے مطلع ہو کے تتش کے سلسلۂ فتوحات کو روکنے کی غرض سے نصیبین سے روانہ ہوا۔ دجلہ کو بالائی موصل سے عبور کیا اربل ہوتا ہوا سرخاب بن بدر کے شہر میں پہونچا اور پھر وہاں سے روانہ ہو کے اپنے چچا تتش کے لشکرگاہ کے قریب جا اترا۔ دونوں لشکروں میں صرف نو کوس کا فاصلہ تھا۔ اس کے ہمراہ ایکہزار فوج تھی اور اسکے چچا تتش کے رکاب میں پچاس ہزار جنگ آور تھے تتش نے برکیاروق کی آمد سے مطلع ہو کے اپنے ایک امیر کو چند دستہ فوج کے ساتھ برکیاروق پر شبخون مارنے کو بھیجا برکیاروق شکست کھا کے اصفہان پہونچا۔ اسوقت اصفہان میں محمود بن سلطان ملک شاہ موجود تھا اسکی ماں ترکمان خاتون کا انتقال ہوچکا تھا۔ محمود کے امرا نے برکیاروق کو گرفتار کر لینے کے قصد سے اصفہان میں داخل کر لیا۔ اس کے بعد ہی محمود نے بھی آخری شوال ۴۸۷ھ میں وفات پائی برکیاروق اصفہان پر قابض و متصرف ہوگیا۔

موید الملک بن نظام الملک اس واقعہ سے مطلع ہو کے حاضر ہوا برکیاروق نے ماہ ذی الحجہ ۴۸۷ھ میں قلمدان وزارت کا مالک بنا دیا۔ موید الملک نے اپنی حکمت عملیوں اور

عاملانہ تدابیر سے امرائے مملکت کو برکیاروق کی طرف مائل کرلیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اسکی جمعیت بڑھ گئی۔

برکیاروق کی ہزیمت کے بعد تتش اور امرائے مملکت میں شکر رنجی کیا خاصی مخالفت پیدا ہوگئی تھی۔ تتش ان لوگوں کو اپنی اطاعت کی تحریک کر رہا تھا اور وہ لوگ بانتظار صحت برکیاروق جو بعارضۂ چیچک علیل ہوگیا تھا بہ لطائف الحیل امروز فردا کا وعدہ کر رہے تھے اس اثنا میں برکیاروق کو صحت کامل ہوگئی ارکین دولت اس سے مل گئے اور تتش کو ٹکاسا جواب دیدیا۔ تتش نے جھلا کے ان لوگوں کی سرکوبی کے قصد سے طیاری کا حکم دیا امرائے مملکت بھی اپنی اپنی فوجیں لئے ہوئے برکیاروق کے پاس اصفہان میں آموجود ہوئے ہرطرف سے فوجیں چلی آرہی تھیں۔ بات کی بات میں تیس ہزار فوج مجتمع ہوگئی۔ رے کے قریب چچا اور بھتیجہ (یعنی برکیاروق اور تتش) کا مقابلہ ہوا تتش ہزیمت کھاکے بھاگا۔ آقسنقر کے کسی مصاحب نے دار وگیر میں اسکو مار کے اپنے آقا کے خون کا بدلہ لیلیا۔ اس کے مارے جانے سے فخر الملک بن نظام الملک کو قید کی مصیبت سے رہائی ملی۔ برکیاروق کی حکومت کو استحکام ہوگیا۔ اور دار الخلافت بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا[۱]

سلطان محمد اور اوسکا خطبہ — برکیاروق نے خراسان پر اپنے برادر علاتی سنجر کو مامور کیا تھا پس مستقل طور سے اسکی حکومت خراسان پر مستحکم ہوئی جیسا کہ اسکے حالات کو ہم جہاں پر ملوک سلجوقیہ کے حالات علیحدہ تحریر کرینگے بیان کرنے والے ہیں۔ اس مقام پر ہم ان کے حالات اسی قدر احاطۂ تحریر میں لائیں گے جنکو خلافت مآب اور بغداد میں خطبہ پڑھے جانے کی ساتھ تعلق ہے اسوجہ سے کہ یہاں پر عباسیہ کی خلافت کی وحکومت اور ان کے وزراء کے حالات یا اُن لوگوں کے واقعات تحریر کرنا مقصود

[۱] ہمنے امیر آقسنقر، سلطان ملک شاہ، برکیاروق اور تتش وغیرہم کے حالات کو کسیقدر تفصیل کیساتھ حیات سلطان نور الدین محمود زنگی میں تحریر کیا ہے جسکو اس سے زیادہ وقعیت حاصل کرنیکا شوق ہو وہ کتاب مذکور کا مطالعہ کرے۔ مترجم

اصلی ہے جنہوں نے خاص طور سے خلافت عباسیہ کو دبا لیا تھا۔

سنجر بن ملک شاہ کا ایک حقیقی بھائی محمد نامی تھا جو اپنے باپ سلطان ملکشاہ کی وفات کے بعد اپنے بھائی محمود اور اسکی ماں ترکمان خاتون کے ہمراہ بغداد آکے اصفہان چلا گیا تھا جسوقت برکیاروق نے اصفہان کا محاصرہ کیا محمد چھپ کے برکیاروق کے پاس چلا آیا اور اس کے ساتھ ساتھ ۴۸۶ھ میں بغداد آیا۔ برکیاروق نے محمد کو گنجہ اور اس کے مضافات کو بطور جاگیر عنایت کیا اور انتظام کرنے کی غرض سے قطلغ تکین کو محمد کے ہمراہ مامور فرمایا۔ تھوڑے دلوں میں محمد کے قدم گنجہ کی حکومت میں جم گئے۔ موقع پا کے قطلغ تکین کو مار ڈالا۔ بعد اس کے موید الملک عبید اللہ بن نظام الملک جو اس سے پیشتر امیر انزو کے ساتھ تھا اور اسکو برکیاروق کی مخالفت پر اُبھارا تھا امیر انزو کے قتل کے بعد جیسا کہ ہم آیندہ بیان کرینگے، محمد بن ملکشاہ کے پاس چلا آیا اور یہاں بھی وہی گل کھلائے سمجھا بوجھا کے محمد کو سلطان برکیاروق کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ محمد نے برکیاروق کا خطبہ موقوف کر کے گنجہ میں اپنے نام کا خطبہ پڑھا اور قلمدان وزارت موید الملک کے حوالہ کیا۔ اسی زمانہ میں برکیاروق نے اپنے ماموں مجد الملک بلارسلان کو کسی وجہ سے مار ڈالا۔ اس سے اکثر امراء لشکر کو ناراضی پیدا ہوئی برکیاروق سے علیحدہ ہو کے محمد کے پاس چلے گئے۔ برکیاروق سے کچھ بن نہ پڑی رے کا راستہ لیا۔ رے میں پہنچتے ہی اسکا لشکر اس کے پاس آ کے مجتمع ہو گیا۔ عز الملک منصور بن نظام الملک بھی لشکر لیکے آ گیا انہیں دنوں یہ خبر مسموع ہوئی کہ اسکا بھائی محمد ایک عظیم لشکر لئے ہوئے آ رہا ہے۔ برکیاروق نے رے سے اصفہان کی جانب مراجعت کی اہل اصفہان نے شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ مجبوراً خوزستان کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے بعد ہی محمد شروع ماہ ذیقعدہ سنہ ۴۹۲ھ میں رے پہونچ گیا۔ اور موید الملک نے زبیدہ خاتون مادر برکیاروق کو

گرفتار کرکے قتل کرڈالا۔ رے پر قابض ہوجانے سے محمد کی حکومت کو استحکام ہوگیا۔ چونکہ سعدالدولہ گوہرآئین شحنہ بغداد کو برکیاروق سے کشیدگی ہوگئی تھی۔ سلطان محمد کی فتحیابی کا حال سُنکے معہ امیر کربوقا والی موصل، چکرمش والی جزیرہ اور سرخاب بن بدر والی کنکورہ کے فتحیابی کی مبارکباد دینے کو آیا۔ مقام قم میں سلطان محمد سے ملاقات ہوئی۔ عزت واحترام سے پیش آیا حسب مدارج خلعتیں دیں۔ امیر کربوقا اور چکرمش کو سلطان محمد کے ہمراہ اصفہان کی جانب روانہ ہوئے۔ اور سعدالدولہ گوہرآئین بغداد واپس آیا۔ خلافت مآب سے اجازت حاصل کرکے پندرہویں ذیحجہ ۴۹۲ھ کو سلطان محمد کے نام کو خطبہ میں داخل کرایا۔ دربار خلافت سے سلطان محمد کو "غیاث الدنیا والدین" کا خطاب مرحمت ہوا۔

اعادۂ خطبہ برکیاروق

گذشتہ سنہ میں برکیاروق اپنے بھائی محمد سے شکست کھاکے رے سے خوزستان چلا گیا تھا ان دنوں اسکا امیر لشکر ینال بن انوشتکین حسانی تھا اس کے ہمراہ امراء لشکر کا بھی ایک گروہ تھا ان سبھوں نے خوزستان میں پہونچکے عراق جانے کی رائے قائم کی چنانچہ برکیاروق نے واسط کیجانب کوچ کیا۔ واسط میں صدقہ بن مزید والی حلہ نے حاضر ہوکے ملازمت کا اعزاز حاصل کیا۔ دو چار روز آرام کرکے برکیاروق نے بغداد کا سفر کیا پندرہویں صفر ۴۹۳ھ کو وارد بغداد ہوا اور اسی دن اس کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا گیا۔ سعدالدولہ گوہرآئین دربے عرج بھاگ گیا اس کے ساتھ امیر ایلغازی بن ارتق بھی تھا۔ سلطان محمد اور اس کے وزیر مویدالملک کو اس واقعہ سے مطلع کرکے بغداد آنے کی ترغیب دی۔ سلطان محمد نے امیر کربوقا والی موصل اور چکرمش والی جزیرہ کو بغداد روانہ کیا چکرمش نے سعدالدولہ کے پاس پہونچکے اپنے دارالحکومت واپس جانے کی اجازت طلب کی اور بعد حصول اجازت اپنے ملک کا راستہ لیا۔ گوہرآئین نے بدرنگ دیکھکے باتفاق رائے امراء لشکر امیر

کربوقا والی موصل کو برکیاروق خدمت میں بھیجا۔ اور یہ پیام دیا کہ آپ تشریف لائیے ہم لوگ آپ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ برکیاروق سوار ہو کے ان امرا کی طرف گیا ان لوگوں نے پیادہ پا استقبال کیا۔ زمین بوسی کی اور اس کے ساتھ بغداد آئے برکیاروق نے ابو المعالی عبد الجلیل بن علی بن محمد دہستانی کو قلمدان وزارت سپرد کیا اور عمید الدولہ بن جہیر وزیر خلیفہ کو گرفتار کر کے دیار بکر اور موصل کا حساب طلب فرمایا جو اس کے اور اس کے باپ کی سپردگی اور چارج میں تھا۔ عمید الدولہ کا حساب صاف نہ تھا۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار تاوان دیکر قید کی مصیبت سے جان بچائی۔ خلیفہ مستظہر نے خوش ہو کے خلعت فاخرہ سے برکیاروق کو سرفراز فرمایا۔ اور برکیاروق استحکام و استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔

جنگ اول برکیاروق و محمد

چند دنوں بعد برکیاروق نے (اپنے بھائی محمد) سے جنگ کرنے کی غرض سے شہرزور کی جانب بغداد سے حرکت کی ترکمانوں کا ایک عظیم لشکر اسکی رکاب میں تھا۔ والی ہمدان نے تحریک کی کہ آپ اس طرف تشریف لا کے جسقدر محمد کے امرا کی جاگیریں ہیں انکو ضبط کر لیجیے۔ برکیاروق نے اس سے اعراض کر کے اپنے بھائی محمد سے جا بھڑا نہر ابیض پر جو ہمدان سے چند کوس کے فاصلہ پر ہے معرکہ آرائی کی ٹھہری۔ محمد کے ہمراہ بیس ہزار فوج تھی۔ امیر سرخوشحنہ اصفہان محمد کے ساتھ قلب میں تھا۔ میمنہ میں ایک دوسرا امیرزادہ محمد کا بیٹا تھا۔ میسرہ میں موید الملک اور فوج نظامیہ تھی۔ برکیاروق کے ساتھ قلب میں اسکا وزیر ابو المعالی تھا۔ میمنہ میں گوہر آئین، صدقہ بن مزید اور سرخاب بن بدر۔ میسرہ میں کربوقا وغیرہ۔ برکیاروق کی طرف سے حملہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے گوہر آئین نے محمد کے میسرہ پر حملہ کیا محمد کا میسرہ تاب مقاومت نہ لا سکا ہزیمت اوٹھا کے بھاگا گوہر آئین کی رکاب کی فوج نے اسکے کیمپ کو لوٹ لیا۔ بعد اس کے محمد کے میمنہ نے برکیاروق کے میسرہ پر یلغار کیا امیر کربوقا نے

سینہ سپر ہوکے مقابلہ کیا۔ مگر محمد کے میمنہ کے پرزور حملہ کا جواب نہ دیسکا مجبوراً پیچھے ہٹا۔ محمد نے اس امر کا احساس کر کے چند دستہ تازہ دم فوج میمنہ کی کمک پر بھیجدی۔ امیر کرلوقا کو فاش ہزیمت ہوئی۔ محمد نے فوراً دوسری جانب سے برکیاروق کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ جنگ مغلوبہ شروع ہوگئی۔ برکیاروق بھاگ کھڑا ہوا۔ اتنے میں گوہر آئین اپنے منہزم لشکر کو فراہم کر کے میدان جنگ میں پھر واپس آیا اتفاق وقت سے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی گوہر آئین سنبھل نہ سکا زمین پر آرہا۔ ایک خراسانی سپاہی نے ایک کر سر اوتار لیا۔ سارا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ وزیر ابوالمعالی گرفتار کر لیا گیا۔ موید الملک نے عزت و احترام کا برتاؤ کیا۔ اپنے خیمہ میں اوتارا اور خاتمہ جنگ کے بعد اسکو دارالخلافت بغداد روانہ کر دیا چنانچہ اس نے بغداد میں پہونچکے پندرہویں رجب ۴۹۳ھ میں باجازت خلیفہ مستظہر سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔

گوہر آئین کا ابتدائی حال یہ ہے کہ یہ خوزستان میں ایک عورت کی خدمت میں رہتا تھا۔ خرید و فروخت یا جو ضرورتیں اس قسم کی اس عورت کو ہوتی تھیں اکو گوہر آئین انجام دیا کرتا۔ اس عورت کے خاندان والوں کو جہاں گوہر آئین کی ذات سے بہت بڑا فائدہ تھا وہاں گوہر آئین بھی ان کی بدولت عیش و آرام سے بسر کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ ملک ابوکالیجار بن سلطان الدولہ کے یہاں ملازم ہوگیا۔ اور اپنی نمایاں خدمتوں کی بدولت اسقدر رسوخ پیدا کیا کہ ملک ابوکالیجار نے اپنے بیٹے ابونصر کے ہمراہ بغداد روانہ کیا۔ ایک مدت تک ابونصر کے ساتھ بغداد میں رہا۔ تا آنکہ سلطان طغرلبک نے ابونصر کو گرفتار کر کے قلعہ طبرک میں قید کر دیا۔ اس کے ساتھ گوہر آئین بھی قلعہ مذکور میں قید کیا گیا پس جب ابونصر نے وفات پائی اور گوہر آئین کو رہائی ملی تو گوہر آئین سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں چلا آیا۔ سلطان الپ ارسلان نے اسکی خدمت گزاری اور خیر خواہی سے خوش ہوکے اس کو واسط بطور جاگیر مرحمت فرمایا۔ اور بغداد کا شحنہ مقرر کیا۔ جس

وقت یوسف خوارزمی نے سلطان الپ ارسلان کو زخمی کیا تھا اوسوقت گوہر آئین موجود تھا۔ اسی نے سلطان الپ ارسلان کو یوسف خوارزمی کے ہاتھ سے بچایا تھا۔ بعد انتقال سلطان الپ ارسلان اس کے بیٹے ملک شاہ نے بھی اسی عہدہ پر رکھا چنانچہ گوہر آئین بغداد روانہ ہوا۔ دربار خلافت میں اسکی بڑی آؤ بھگت ہوئی خلعت ملی خطاب ملا امرا مملکت اور رؤسا دربار خلافت نے اسکی بیحد اطاعت کی اور جو عزت و احترام اسکو حاصل تھا کسی کو نصیب نہیں ہوا یہاں تک کہ جنگ مذکور میں مارا گیا۔

جنگ برکیاروق و سنجر برکیاروق نے اپنے بھائی محمد سے شکست کھا کے رے میں جا کے دم لیا۔ ہوش و حواس بجا ہوئے تو اپنے ہواخواہوں اور مددگاروں کو طلبی کے خطوط روانہ کیے چند دنوں بعد وہ لوگ اس سے آملے۔ اور سب کے سب اسفرائین کی جانب روانہ ہوئے امیر داؤد حبشی بن التونطاق والی خراسان و طبرستان کو دامغان سے بلا بھیجا۔ امیر داؤد نے حاضری کا وعدہ کیا اور اپنے آنے تک برکیاروق کو نیشاپور میں جا کے قیام کرنے کو لکھا۔ چنانچہ اس راے کی مطابق برکیاروق نے نیشاپور کا راستہ لیا اور نیشاپور پہونچکے رؤسا نیشاپور کو گرفتار کر لیا۔ مگر بعد چندے ان سبھوں کو رہا کر دیا۔ اور دوبارہ ایک خط امیر داؤد حبشی کو طلبی کا روانہ کیا۔ امیر داؤد نے معذرت کی کہ چونکہ سلطان سنجر نے لشکر بلخ کو لیکے مجھپر چڑھائی کی ہے اسوجہ سے حاضری سے قاصر ہوں اور اگر ممکن ہو تو ایسی حالت میں امداد کیجائے۔ برکیاروق کو اس خط کے پڑھنے سے سخت صدمہ ہوا۔ ہوش میں آکے اسیوقت ایکہزار سواروں کی جمعیت سے امیر داؤد حبشی کی کمک کو روانہ ہو گیا۔ امیر داؤد حبشی کی رکاب میں بیس ہزار فوج تھی مقام نوشجان پر سنجر سے مقابلہ ہوا۔ سنجر کے میمنہ میں امیر برغش تھا میسرہ میں کوکر اور قلب میں اس کے ساتھ رستم تھا۔ برکیاروق نے قلب لشکر پر حملہ کیا۔ رستم شکست کھا کے بھاگا۔ اثنا گیر و دار میں

مارا گیا۔ بے ترتیبی کے ساتھ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ برکیاروق کی فوج اس کے لشکرگاہ کے لوٹنے میں مصروف ہوگئی۔ لہٰذا بظاہر اسکو فتحیابی حاصل ہوچکی تھی اور سنجر کا قلب لشکر بھاگ گیا تھا کہ اس اثناء میں برغش اور کوکرتے اپنی اپنی رکاب کی فوجوں کو مجتمع کر کے برکیاروق کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ برکیاروق کی فوج غارتگری میں مصروف تھی۔ اس اچانک حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ برکیاروق بھی جان بچانے کی غرض سے بھاگا ترکمانوں میں سے ایک شخص نے امیر داؤد حبشی کو گرفتار کر لیا۔ بعد خاتمہ جنگ برغش کے روبرو پیش کیا گیا برغش نے اسکو قتل کر ڈالا۔ باقی رہا برکیاروق وہ میدان جنگ سے بھاگ کے جرجان پہونچا اور پھر جرجان سے دامغان میں جا کے دم لیا۔ دامغان میں بھی حفاظت کا کافی انتظام نہ پایا تو براہ خشکی اصفہان روانہ ہوا۔ کیونکہ اہل اصفہان نے اسکو طلبی کے خطوط بھیجے تھے مگر اتفاق وقت سے محمد اس کے پہونچنے سے پیشتر اصفہان میں داخل ہوچکا تھا مجبوراً اسیرم کو لوٹ آیا۔

وزیر عمید الدولہ کی معزولی

اوپر ہم بیان کر آئے ہیں کہ سلطان برکیاروق کا وزیر ابوالمحاسن پہلی لڑائی میں جو مابین برکیاروق اور محمد کے ہوئی تھی گرفتار کر لیا گیا تھا اور موید الملک بن نظام الملک (محمد کے وزیر) نے اسکو رہا کر کے اپنی طرف سے بغداد روانہ کیا تھا چنانچہ ابوالمحاسن نے بغداد میں پہونچکے خلیفہ مستظہر سے اجازت حاصل کر کے سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور نیز موید الملک کی ہدایت کے موافق خلیفہ مستظہر کو وزیر عمید الدولہ کی معزولی پر مجبور کیا۔ اس واقعہ کی عمید الدولہ تک خبر پہونچگئی۔ عمید الدولہ نے ایک شخص کو ابوالمحاسن کے قتل پر مامور کر دیا۔ قریب یعقوبا ابوالمحاسن اس شخص سے دوچار ہوگیا جوں ہی اس شخص نے حملہ کیا ابوالمحاسن پیچھے ہٹ گیا۔ حملہ آور تو منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور ابوالمحاسن ایک گاؤں میں جا چھپا۔ حملہ آور کو اپنی عجلت پر پشیمانی ہوئی۔ بظاہر اپنی جسارت کی معافی چاہی ملنے کی

استدعا کی لیکن دماغ میں وہی خیال سمایا ہوا تھا کہ کب موقع ملے اور کب میں ابوالمحاسن کا کام تمام کروں۔ ابوالمحاسن نے اس شخص کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور اسیوقت امیر ایلغازی بن ارتق کو بھی بغداد سے طلب کر لیا۔ جو اس کے ہمراہ بغداد آیا ہوا تھا اور اس سے پیشتر بغداد پہونچ گیا تھا۔ امیر ایلغازی کے آجانے سے اس شخص کو اپنی کامیابی سے مایوسی ہوگئی۔ سارا قصہ از ابتدا تا انتہا ابوالمحاسن کو کہہ سنایا۔ صبح ہوتے ہی سب کے سب بغداد آئے ابوالمحاسن نے دربار خلافت میں حاضر ہو کے مؤید الملک کا پیام معزولی عمید الدولہ خلافت مآب تک پہونچا۔ خلافت مآب نے حکم دیدیا چنانچہ ابوالمحاسن نے ماہ رمضان ۴۹۳ھ میں عمید الدولہ کو معہ اس کے بھائیوں کے گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا پچیس ہزار دینار جرمانہ کیا۔ اُسوقت سے برابر معزول اور قید خانہ ہی میں رہا تا آنکہ بحالت قید ہی قید حیات سے سبکدوش ہوکر راہی ملک عدم ہوگیا۔

جنگ ثانی برکیاروق و محمد

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ جنگ اول میں برکیاروق اپنے بھائی محمد سے ہزیمت اُٹھا کے اصفہان کی طرف چلا گیا مگر اہل اصفہان نے اسکو داخل ہونے نہ دیا تب یہ عسکر مکرم ہوتا ہوا خوزستان گیا خوزستان میں امیر زنگی و البکی پسران برسق بھی آ گئے چند روز قیام کرکے ہمدان کی جانب کوچ کیا۔ ہمدان میں پہونچتے ہی امیر ایاز بھی آملا جو محمد کا قدیمی بہی خواہ اور اس کے سر برآوردہ امرا سے تھا۔ اور کسی وجہ سے کشیدہ خاطر ہو گیا تھا۔ اس کے رکاب میں پانچ ہزار سوار تھے اس نے برکیاروق کو محمد سے جنگ کرنے پر دوبارہ اُبھارا۔ برکیاروق کے دل میں محمد کیطرف سے غبار تو بھرا ہی تھا اور غصہ ظاہر ہوا اس اثنا میں سرخاب بن کیخسرو والی آوہ بھی امن حاصل کرکے برکیاروق سے آملا۔ اس کے ملنے سے برکیاروق کی فوج کی تعداد پچاس ہزار تک پہونچ گئی اور اس کے بھائی محمد کے پاس صرف پندرہ ہزار فوج باقی رہ گئی یکم جمادی الآخر ۴۹۴ھ میں معرکہ آرائی ہوئی۔ ہنگامہ کارزار گرم ہوا تھا کہ محمد کے

امرا لشکر یکے بعد دیگرے امن حاصل کرکے برکیا روق کے پاس چلے آئے بالآخر مجبور ہوکے محمد شام ہوتے ہوتے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے وزیر موید الملک۔ کو مجد الملک۔ بارسلانی کے ایک غلام نے گرفتار کرکے برکیا روق کی خدمت میں پیش کیا برکیا روق نے اسکو زجر و توبیخ کرکے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا۔

خاتمہ جنگ اور قتل موید الملک کے بعد وزیر ابوالمحاسن نے ایک شخص کو موید الملک اور اس کے اعزہ واقارب کے مال واسباب کے ضبط کرنے کو بغداد روانہ کیا۔ چنانچہ اس شخص نے بغداد میں پہونچکے بغداد اور دیگر مقامات ممالک عجم سے جو کچھہ مال واسباب اور زر نقد موید الملک اور اُس کے اعزہ واقارب کا پایا ضبط کرلیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ منجملہ اس اسباب کے جسکو اس شخص نے ضبط کیا تھا ایک ہیرہ کا ٹکڑا تھا جو اکتالیس مثقال (پندرہ تولہ ۴ ماشہ) وزن میں تھا۔

برکیا روق اس مہم سے فارغ ہوکے رے کی جانب روانہ ہوا۔ رے میں امیر کربوقا والی موصل اور نورالدولہ دبیس بن صدقہ بن مزید آملا رفتہ رفتہ ہر چہار طرف سے فوجیں بھی آآکے مجتمع ہوگئیں۔ ایک لاکھہ سواروں سے جمعیت بڑہگئی رہایش کی وقت ہونے لگی۔ شہر، قصبہ اور گانوں میں جگہہ نہ ملتی تھی۔ برکیا روق نے فوجوں کو اِدھر اُدھر پھیلا دیا۔ نورالدولہ اپنے باپ کے پاس واپس آیا۔ امیر کربوقا مودود بن اسماعیل بن یاقوتا سے جنگ کرنے کو آذربائیجان چلا گیا۔ (اس نے سلطان برکیا روق کی مخالفت پر علم بغاوت بلند کیا تھا) اور ایاز نے اپنے اہل وعیال میں ماہ صیام منقضی کرنے کو ہمدان کا راستہ لیا۔ تھوڑی سی فوج کے ساتھہ برکیا روق باقی رہ گیا۔

محمد ہزیمت اوٹھا کے اپنے حقیقی بھائی سنجر کے پاس خراسان چلا گیا۔ چندے جرجان میں مقیم رہا سنجر سے مالی اور فوجی مدد طلب کی۔ سنجر نے محمد کو ابتدائً مالی مدد دی بعد ازاں خود ایک لشکر لئے ہوئے محمد کی کمک کو جرجان آپہونچا اور اس کے ساتھہ ساتھہ دامغان کو

روانہ ہوا اثناء راہ میں جو شہر قصبے اور گانوں پڑتے تھے ان کو لشکر خراسان تاخت و تاراج کرتا جاتا تھا۔ تا آنکہ رے کے قریب پہونچا۔ فوج نظامیہ بھی آملی جمعیت بڑہگئی ساتھ ہی اس کے یہ خبر بھی گوش گذار ہوئی کہ برکیاروق نے اپنے لشکر کو ہر چہار طرف پھیلا دیا ہے اس کے رکاب میں تھوڑی سی فوج ہے جو تعداد میں تین سو سے زاید نہوگی۔ محمد اور سنجر یہ سن کے نہایت تیزی سے کوچ کرنے لگے۔ برکیاروق کو ان واقعات کی خبر پہونچی۔ کچھ سوچ سمجھ نہ پڑا ایاز سے ملنے کو ہمدان کی جانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں یہ معلوم ہوا کہ ایاز نے محمد سے خط و کتابت شروع کردی ہے۔ فوراً لوٹ کھڑا ہوا خوزستان کا قصد کیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا تشتر پہونچا۔ امراء بنی برسق کو بلا بھیجا چونکہ انہوں نے یہ سن رکھا تھا کہ ایاز نے محمد سے خط و کتابت شروع کی ہے۔ اسوجہ سے وہ لوگ نہ آئے جواب تک نہ دیا۔ برکیاروق گھبرا کر عراق کی طرف روانہ ہوا۔ امیر ایاز نے جو خط و کتابت محمد سے کی تھی اور اس کی اطاعت قبول کرنے کا مستدعی ہوا تھا اسکا نتیجہ ایاز کی مرضی کے خلاف ہوا۔ محمد نے اس سے ملنے سے انکار کردیا۔ اسوجہ سے ایاز بھی ہمدان کو خیر آباد کہہ کے برکیاروق کا سراغ و پتہ لگاتا ہوا چل کھڑا ہوا تھا اتفاق یہ کہ برکیاروق اور ایاز یکے بعد دیگرے حلوان میں وارد ہوا اور دو ایک روز آرام کرکے پھر دونوں بغداد کیجانب روانہ ہوئے۔ محمد نے ایاز کے بعد ہی ہمدان اور حلوان پر قبضہ کرکے مال و اسباب اور زر نقد جو کچھ پایا ضبط کرلیا۔ انہیں بعض ایسے اسباب تھے کہ چشم زمانہ کی آنکھوں نے نہیں دیکھا تھا۔ اور نیز ایاز کے مصاحبوں پر جو ہمدان میں اسوقت موجود تھے جرمانے کئے۔

برکیاروق پندرہویں ذی قعدہ سنہ ۴۹۲ھ کو بغداد پہونچا۔ خلیفہ مستظہر نے اپنی طرف سے امین الدولہ بن موصلایا کاتب کو مع فوج کے برکیاروق کے استقبال کو بھیجا۔ برکیاروق روزانہ سفر سے بیمار ہوگیا تھا دربار خلافت میں حاضر نہو سکا اتنے میں عید الاضحیہ کا دن آگیا بیماری کی وجہ سے نماز پڑھنے کو عیدگاہ نہ جا سکا خلیفہ مستظہر نے اس کے مکان پر ممبر بھیجدیا۔ شریف ابو الکرم نے اسکے نام کا خطبہ پڑھا۔

ان دنوں برکیاروق کا ہاتھ تنگ ہو گیا تھا۔ پیسہ پیسہ کو محتاج ہو رہا تھا خلافت مآب سے مالی مدد طلب کی۔ خلافت مآب نے بعد رد وکد کے پچاس ہزار دینار عنایت کئے مگر اس مقدار قلیل سے برکیاروق اور اس کے لشکر کا کام نہ چلا۔ رعایا کے مال و زر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ طرح طرح کی جائز اور ناجائز تدبیریں روپیہ وصول کرنے کی نکالیں۔ اس سے اہل بغداد کو برکیاروق اور اس کے لشکر سے نفرت پیدا ہو گئی۔ اسی اثناء میں شام سے ابو محمد عبد اللہ بن منصور قاضی جبلہ عیسائیوں سے شکست کھا کے بغداد میں آ گیا تھا۔ برکیاروق نے اس کے بھی مال و زر کو جبراً لے لیا۔

ابو محمد عبد اللہ معروف بہ ابن صلیحہ کا باپ (منصور) رومیوں کے زمانہ حکومت میں جبلہ کا سردار اور قاضی تھا۔ جب مسلمانوں نے جبلہ پر قبضہ کیا اور اسکی زمام حکومت ابو الحسن علی بن عمارہ والی طرابلس کے قبضہ اقتدار میں گئی تو اس نے بھی منصور کو اسی عہدہ پر بحال و قائم رکھا۔ تا آنکہ اس نے وفات پائی اور اسکا بیٹا ابو محمد عبد اللہ اس کو رجانشین ہوا۔ چونکہ اس میں مادہ شہامت و مردانگی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا سپاہیانہ زندگی کو پسند کیا اور انکا سرگروہ ہو کے انہیں لوگوں میں رہنے لگا۔ ابو الحسن علی کو اس سے خطرہ پیدا ہوا گرفتار کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ ابو محمد نے اس امر کا احساس کر کے علم مخالفت بلند کر دیا اور برسر جمعہ خلفاء عباسیہ کا خطبہ پڑھنے لگا۔ ابو الحسن مصری خلافت کا مطیع تھا اور خلفاء مصر کا خطبہ پڑھا کرتا تھا۔

بعد اس واقعہ کے عیسائیوں نے جبلہ پر فوجکشی کی اور اسکا محاصرہ کر لیا۔ بالآخر

---

[۱] ابو الحسن نے بعد بغاوت ابو محمد دقاق بن تتش کو زر نقد دیکے محاصرہ جبلہ پر ابھارا تھا چنانچہ دقاق ایک مدت تک جبلہ کا محاصرہ کئے رہا مگر کامیاب نہ ہوا۔ اس کے بعد زمانہ میں عیسائیوں نے جبلہ کا محاصرہ کیا۔ ابو محمد نے یہ خبر اڑا دی کہ سلطان برکیاروق شام کی طرف آ رہا ہے عیسائی فوجیں محاصرہ چھوڑ کے بھاگ گئیں۔ تھوڑے دنوں بعد عیسائیوں کو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی پھر دوبارہ جبلہ کے محاصرہ کو آ پہونچے (بقیہ صفحہ ۵۴ میں دیکھو)

ابو محمد نے طول محاصرہ سے تنگ آ کے طغتکین اتابک والی دمشق کو کہلا بھیجا کہ میں عیسائیوں کے محاصرہ اور روزانہ جنگ سے تنگ آ گیا ہوں آپ کسی شخص کو بھیج دیجیے میں اُسکو شہر سپرد کر کے دمشق چلا آؤں۔ چنانچہ طغتکین نے اپنے بیٹے تاج الملوک بوری کو جبلہ روانہ کیا۔ عیسائی فوجیں یہ خبر پا کے محاصرہ چھوڑ کے چلی گئیں۔ ابو محمد نے تاج الملوک کو شہر سپرد کر کے دمشق کیجانب کوچ کیا۔ ابوالحسن کو اسکی خبر لگی۔ طغتکین کو لکھ بھیجا "تم ابو محمد کو میرے حوالہ کر دو میں تمکو تیس ہزار دینار علاوہ اور اسباب و مال کے دینے کو طیار ہوں" طغتکین نے انکاری جواب دیا۔ اور ابو محمد کو بحفاظت تمام بغداد بھجوا دیا۔

ابو محمد نے بغداد میں پہونچکے وزیر ابو المعالی کے توسط سے سلطان برکیارق سے ملاقات کی۔ سلطان برکیارق نے خرچ کے لیے تیس ہزار دینار طلب کیے۔ ابو محمد نے عرض کی "میرا مال و اسباب انبار میں ہے" برکیارق نے وزیر السلطنت ابو المعالی کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۳) اس مرتبہ ابو محمد نے یہ مشہور کیا کہ مصری فوجیں جبلہ کو محاصرہ سے چھوڑانے اور عیسائیوں سے لڑنے کو آ رہی ہیں عیسائی فوجیں اپنا ڈیرہ خیمہ اوٹھا کر چلی گئیں۔ جب اس خبر کی بھی اصلیت معلوم ہو گئی تو پھر دوبارہ محاصرہ کو بڑھیں۔ ابو محمد نے ان عیسائیوں کی طرف سے جو اسوقت جبلہ میں سکونت پذیر تھے محاصر عیسائی فوجوں کو لکھ بھیجا کہ تم شہر کے فلاں برج کی طرف آؤ شہر پر ہم تمکو قبضہ دیدینگے۔ عیسائی افسر اس پیام کو سنکے بیحد محظوظ ہوا۔ فوراً تین سو سواروں کو اس برج کی طرف روانہ کیا۔ برج تنگ تھا ایک ایک سپاہی برج میں داخل ہوتا تھا۔ اور ابو محمد ان کو مارتا جاتا تھا تا آنکہ سب کو مار ڈالا۔ صبح ہوتے ہی مقتولوں کے سر انکو عیسائی کیمپ میں پھنکوا دیا۔ عیسائی فوجیں اس ماجرا کو دیکھ کے سہم گئیں اسیوقت محاصرہ اوٹھا کے واپس گئیں۔ بعد چند دنوں کے پھر محاصرہ کا شوق پیدا ہوا۔ اس مرتبہ عیسائیوں کا ایک سالار کندا صطیل گرفتار کر لیا گیا۔ عیسائیوں نے کثیر التعداد زر نقد دیکے رہا کرایا۔ مگر پھر بھی محاصرہ کی ہوس دماغ سے نہ گئی۔ ابو محمد نے یہ خیال کر کے کہ عیسائی فوجیں ٹھنڈے کلیجہ پانی نہ پینے دینگی طغتکین اتابک کو لکھ بھیجا کہ آپ کسیکو جبلہ بھیج دیں میں اوسکو شہر سپرد کر کے دمشق چلا آؤں۔ چنانچہ طغتکین نے اپنے بیٹے تاج الملوک بوری کو (بقیہ صفحہ ۵۵ دیکھو

انبار بھیجکے ابو محمد کا کل مال و اسباب اور زر نقد منگا لیا اور اس میں سے ایک عبا اور ایک خر مہرہ تک ابو محمد کو نہ دیا جیسا کہ ہم اوپر پڑھ آئے ہیں

علاوہ اس کے برکیاروق نے اور بہت سے ناجائز افعال و حرکات کا ارتکاب شروع کر دیا جس کے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بعد ازاں برکیاروق نے وزیر السلطنت کو صدقہ بن منصور بن دبیس بن مزید والی حلب کے پاس روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ ایک لاکھ دینار جو تمہارے یہاں خراج کا جمع ہو گیا ہے بھیجدو۔ صدقہ اس رقم کے ادا کرنے سے قاصر ہوا۔ برکیاروق نے دھمکی دی اس پر صدقہ کو بھی جوش آ گیا علم مخالفت بلند کر کے سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لی اور اسی کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ برکیاروق نے اس خبر سے آگاہ ہو کے امیر ایاز کے ذریعہ سے صدقہ کو طلب کیا۔ صدقہ نے صاف جواب دیدیا۔ کہ میں تمہارا مطیع نہیں ہوں میں تمہارے پاس ہرگز نہ آؤنگا۔ صدقہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے ایک امیر کو فوج دیکر بھیجدیا جس نے صدقہ کی ہدایت کے مطابق برکیاروق کے نائب کو نکال دیا اور صدقہ کے ممالک مقبوضہ میں ہیت کو شامل کر لیا۔

سلطان محمد کا بغداد پر قبضہ	ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ سلطان محمد نے اواخر ذی حجہ ۴۹۴ھ میں ہمدان پر قبضہ کر لیا تھا اس کے ساتھ اس کا بھائی سنجر بھی تھا

اور برکیاروق حلوان ہوتا ہوا بغداد چلا آیا تھا اور اسیر العلل ہو گیا تھا مگر بعد چند دنوں کے اہل بغداد کو اس کے ناجائز حرکات سے کشیدگی اور بیزاری پیدا ہو گئی رفتہ رفتہ محمد تک اسکی خبر پہونچی۔ دس ہزار سواروں کی جمعیت سے ہمدان سے بغداد کیجانب روانہ ہوا جسوقت مقام حلوان میں پہونچا ایلغازی بن ارتق شحنہ بغداد نے معہ اپنی فوج اور خدم و حشم کے ملاقات کی سلطان محمد کی جمعیت ایلغازی کے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۴) جبلہ روانہ کیا اور ابو محمد نے جبلہ اس کے حوالہ کر کے دمشق کا راستہ لیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد دہم صفحہ ۱۲۹۔

ملجانے سے بڑھ گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ برکیاروق شدت مرض سے اس حالت پر پہونچ گیا تھا کہ عام طور سے اسکی زندگی کی امید نہ تھی اس کے امراء اور مصاحبین گھبرا گھبرا کے بغداد کی غربی جانب چلے آئے تھے اس اثناء میں محمد، بغداد آ پہونچا دجلہ کے دونوں کنارہ و نہر دونوں بھائیوں برکیاروق اور محمد کی فوجیں پڑی تھیں۔ جو ایک دوسرے کو اچھی طرح سے دیکھ سکتی تھیں۔ برکیاروق معہ اپنے مصاحبوں اور لشکر کے بغداد کو حسرت آلودہ نگاہوں سے دیکھتا ہوا واسط چلا گیا اور محمد، فرحاں و شاداں بغداد میں داخل ہوا۔ بعد اس کے خلیفہ مستظہر کا فرمان صادر ہوا جس میں برکیاروق کی بدکرداریوں کی شکایت تحریر تھی اور محمد کے آنے پر اظہار مسرت کیا تھا مجلس شوریٰ اور جامع بغداد کے ممبروں پر محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اہل شہر نے اظہار مسرت کی غرض سے روشنی کی آتشبازی چھڑائی۔ صدقہ بن منصور والی حلب ملنے کو آیا۔ اہل بغداد نے نہایت جوش مسرت سے استقبال کیا۔ سنجر نے گوہر آئین کے مکان میں سکونت اختیار کی۔ موید الملک کے بعد قلمدان وزارت خطیر الملک ابو منصور محمد بن حسین کو حوالہ کیا گیا یہ واقعہ ۴۹۵ھ کا ہے۔

جنگ سیوم وچہارم برکیاروق و محمد اور مصالحت

۱۵ محرم ۴۹۵ھ کے بعد سلطان محمد، اس کے بھائی سنجر نے بغداد سے اپنی اپنی دارالحکومتوں کی جانب مراجعت کی چنانچہ سنجر خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ اور محمد نے ہمدان کا راستہ لیا جوں ہی ان دونوں بھائیوں نے بغداد سے کوچ کیا یہ خبر مشہور ہوئی کہ برکیاروق نے خلافت مآب کو الفاظ ناملائم و قبیح سے یاد کیا ہے اور نیز اس کے صرف خاص سے متعرض ہوا ہے۔ خلافت مآب نے محمد کو جنگ برکیاروق کی غرض سے واپس بلا بھیجا۔ چنانچہ محمد نے پھر بغداد کی جانب معاودت کی۔ خلافت مآب کو برکیاروق کیطرف سے اسقدر رنج و شبہہ تھا کہ بنفس نفیس میدان جنگ میں چلنے کو طیار ہوا۔ سلطان محمد نے

گذارش کی امیرالمومنین کی تکلیف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ جانثار برکیاروق کی سرکوبی کو کافی ہے،، خلافت مآب نے یہ سُنکے مسرت ظاہر کی۔ اور محمد نے ابوالمعالی مفضل بن عبدالرزاق کو شحنہ بغداد مقرر کرکے برکیاروق سے جنگ کرنیکو واسط کیطرف کوچ کیا۔

برکیاروق جیساکہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں محمد کے آتے ہی بغداد سے واسط چلا آیا تھا جب کسیقدر اسکو مرض میں افاقہ محسوس ہوا تو شرقی واسط میں آکے قیام پذیر ہوا کیونکہ اہل واسط اس کے لشکریوں کے جور وظلم سے تنگ آکے بھاگے جارہے تھے بعد چندے شرقی واسط سے بلاد بنی برسق کیطرف کوچ کیا۔ ان لوگوں نے برکیاروق کے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکادی اور اس کے ہمراہ رکاب روانہ ہوئے۔ محمد کو روزانہ برکیاروق کی نقل وحرکت کی اطلاع ہوتی جاتی تھی اور وہ اس کے تعاقب میں تھا تاآنکہ مقام نہاوند میں برکیاروق اور محمد سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ دو روز تک متواتر دونوں فوجوں نے صف آرائی کی۔ مگر جنگ کی نوبت نہ آئی شدت برد وبرف نے فریقین کو جدال وقتال سے روکدیا۔ بعدازاں امیر ایاز اور وزیر ابوالمحاسن برکیاروق کے لشکر سے اور امیر بلداجی وغیرہ محمد کیطرف سے ایک مقام پر مجتمع ہوئے۔ باہمی نزاع اور خانہ جنگی سے جسقدر نقصانات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا اسکی شکایتیں شروع ہوئیں بالآخر مصالحت کی گفتگو ہونے لگی اور یہ طے پایا کہ برکیاروق کو عراق کی حکومت وسلطنت دیجائے۔ حیرہ، آذربائیجان، دیار بکر، جزیرہ اور موصل کی عنان حکومت محمد کے قبضہ اقتدار میں رہے اور بوقت ضرورت محمد کا یہ فرض ہوگا کہ برکیاروق کو فوجی مدد دے اور اس کے مخالفین کو اس کے ساتھ ہوکے پامال اور زیر کرے۔ غرض ان شرائط سے فریقین نے مصالحت کی۔ صلحنامہ کو وکلاء فریقین نے دستخطوں سے مرتب ومکمل کیا اور دونوں بھائیوں نے ماہ ربیع الاول ۴۹۵ھ میں اپنا اپنا راستہ لیا۔ برکیاروق سلطان کی جانب روانہ ہوا اور محمد نے قزوین کیطرف کوچ کیا۔

بعد مصالحت محمد کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جن امراء نے مصالحت کرائی ہے انلوگوں نے در پردہ برکیاروق سے سازش کرلی تھی۔ اور اسوجہ سے وہ میری مخالفت کرتے تھے اس خیال کا پیدا ہونا تھا کہ رئیس قزوین کو اشارہ کردیا۔ رئیس قزوین نے دعوت کے بہانہ اُن امراء کو اپنے مکان پر بلایا جو اس مصالحت میں پیش پیش تھے محمد کو موقع ملگیا بعض کو ان میں سے قتل کرڈالا اور بعض کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروادیں۔ اندھے ہوگئے۔ اسوجہ سے فتنہ و فساد کا دروازہ پھر مفتوح ہوگیا۔ اسی زمانہ میں امیر ینال بن انوش تکین نے برکیاروق سے جبکہ وہ فرقہ باطنیہ سے مصروف جدال و قتال تھا علیحدگی اختیار کرکے محمد سے میل جول پیدا کرلیا اور اس کے ساتھ ساتھ رے کو روانہ ہوا۔

رفتہ رفتہ اس واقعہ کی خبر برکیاروق تک پہونچی آگ بگولا ہوگیا۔ فوراً لشکر آراستہ کرکے آٹھ شب میں طے مسافت کرکے محمد کے لشکر گاہ کے قریب پہونچگیا۔ لڑائی روز فریقین نے صف آرائی کی دونوں فریق کے ساتھ دس دس ہزار سواروں کی جمعیت تھی۔ برکیاروق کے لشکر سے سرخاب بن کیخسرو دیلمی والی آوہ نے امیر ینال بن انوش تکین پر حملہ کیا جو محمد کے میمنہ کا کمان افسر تھا۔ امیر ینال مقابلہ نکرسکا شکست کھاکے بھاگا۔ امیر ینال کے بھاگتے ہی محمد کا سارا لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور اس بے ترتیبی سے بھاگا کہ اسکا کچھ حصہ طبرستان میں جاکے پناہ گزیں ہوا اور دوچار دستے قزوین پہونچگئے ستر سواروں کے ساتھ محمد نے اصفہان میں جاکے دم لیا۔ خیمے، اسباب، آلات جنگ اور غلہ و رسد وغیرہ لوٹ لیا گیا۔ امیر ایاز اور البکی بن برسق قم تک تعاقب کرتا چلا گیا مگر محمد کے گرد کو بھی نہ پہونچا بے نیل مرام واپس آیا۔

اصفہان میں محمد کا ایک نائب رہتا تھا امیر ینال وغیرہ بھی ہزیمت اُٹھاکے یہیں چلے آئے تھے۔ محمد نے پہونچتے ہی شہر پناہ کی درستی کا حکم دیا۔ (جسے علاء الدین بن کاکویہ نے ۴۲۹ھ میں سلطان طغرلبک سے جنگ کرنے کو بنوایا تھا) خندقوں کو سقدر

عمیق کرایا کہ پانی پھوٹ نکلا موقع موقع سے فصیلوں پر منجنیقیں نصب کرائیں غرض مضبوطی اور استحکام کا انتظام پورا پورا کیا۔ اور ہر طرح سے اپنے کو برکیاروق کا مدمقابل بنا لیا۔ برکیاروق کو اسکی خبر لگی تو اس نے بھی لشکر آراستہ کرکے ماہ جمادی الاولی ۴۹۵ھ میں اصفہان پر پہونچکے لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ اس کے رکاب میں پندرہ ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے تھے۔ ایک مدت تک محاصرہ کئے رہا۔ آخر کار محصوروں کو رسد و غلہ کی کمی محسوس ہوئی لشکری بھوکوں مرنے لگے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کو ذبح کرکے کھانا شروع کیا۔ بالآخر مجبوری محمد نے شہر کو اپنے امرا لشکر کے سپرد کیا اور صرف ڈیڑھ سو سواروں کو لئے ہوئے بروز عید الاضحیہ سنہ مذکور شہر کی ایک جانب سے نکل کھڑا ہوا اس کے ہمراہ امیر ینال بھی تھا گھوڑے بے دانہ گھاس نہ ملنے کی وجہ سے کمزور ہو رہے تھے ایک ایک قدم ایک ایک منزل کے برابر تھا چند کوس چلکے قیام کر دیا۔ جاسوسوں نے برکیاروق کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ برکیاروق نے امیر ایاز کو تعاقب کا حکم دیا اور ایک دستہ فوج ہمراہ کیا۔ امیر ایاز نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور زیادہ عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ محمد کو اپنے حلقہ میں کر لیا۔ محمد نے امیر ایاز کو مخاطب کرکے کہا "اے ایاز میں نے کبھی تیرے ساتھ برائی نہیں کی۔ تیری گردن میں میرے عہد و پیمان کا طوق پڑا ہے جس سے تو بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ میری ایذا رسانی سے تجھکو کچھ فائدہ نہ ہوگا" ایاز نے ان دردناک فقروں کو سنکے محاصرہ اوٹھا لیا۔ گھوڑے علم اور کچھ مال و اسباب لیکے برکیاروق کے پاس واپس آیا۔ برکیاروق نے محاصرہ میں شدت اور سختی سے کام لینا شروع کیا۔ خندقوں کو مٹی اور نرکل سے پاٹ دیا سیڑھیاں لگا کے فصیلوں پر فوج کو چڑھا دیا۔ اہل شہر بھی باہم عہد و پیمان کرکے سینہ سپر ہوکے مقابلہ پر آئے جی توڑ توڑ کے لڑے اور محاصروں کو مار بھگایا۔ برکیاروق کے دانت کھٹے ہو گئے۔ اہل شہر کی مردانگی سے اسدرجہ متاثر و خائف ہوا کہ اٹھارہ ذی الحجہ سنہ مذکور کو محاصرہ اٹھا کے ہمدان کیجانب مراجعت کی اور اپنے بیٹے ملک شاہ کو معہ ترشک صوابی کے

ایکہزار سواروں کی جمعیت سے شہر قدیم موسوم بہ شہرستان کے محاصرہ پر چھوڑ دیا۔

زمانۂ محاصرۂ اصفہان میں برکیارق کا وزیر ابوالمحاسن عبدالجلیل بن محمد دہستانی مارا گیا اپنے خیمہ سے سوار ہوکے سلطان برکیارق کی خدمت میں جارہا تھا۔ ایک شخص[۱] نے لپک کے برچھے کا وار کیا چکر کھاکے گرا خدام خیمہ میں اوٹھا لائے مرگیا۔

وزیر ابوالمحاسن کریم النفس، وسیع الصدر اور خلیق تھا لیکن اس کے زمانۂ وزارت میں تجار کو بہت نقصان پہونچا کیونکہ آئے دن فتنہ و فساد کی وجہ سے خراج میں کمی ہوگئی تھی۔ تجار سے قرض لیکے کام چلایا جاتا تھا۔ اور پھر وہ بوجہ جدال و قتال ادا نہیں ہوسکتا تھا۔ تجارت پیشہ اصحاب، شہر چھوڑ کے بھاگ گئے تھے۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ داد و ستد کے معاملہ پر مجبور کئے جاتے اور جبراً ان سے قرض لیا جاتا آخر کار اسکی ہے ہنگام موت سے ان لوگوں کے باقیتی مطالبات ڈوب گئے اسکا بھائی عمید مہذب ابو محمد بوقت مصالحت برکیارق و محمد اسکا نائب ہوکے بغداد گیا ہوا تھا ایلغازی بن ارتق شحنۂ بغداد نے جو محمد کیطرف سے مامور تھا گرفتار کرلیا۔

برکیارق بغداد میں	ایلغازی بن ارتق کو سلطان محمد نے زمانۂ جنگ اول میں شحنگی بغداد پہ مامور کیا تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں خراسان کی راہداری

پر بھی یہی مامور تھا۔ ایک روز دجلہ عبور کرکے بغداد آرہا تھا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے ایک سوار نے ایک ملاح کو تیر مارا جس کے صدمہ سے ملاح مرگیا۔ عوام الناس بگڑ گئے قاتل کو گرفتار کرکے دارالخلافت کے باب لوبہ پر لائے۔ اتفاقاً ایلغازی کا لڑکا مع ایک گروہ کے ملگیا اُس نے قاتل کو ان لوگوں سے چھڑا لیا۔ ان لوگوں نے

---

[۱] بعضوں کا یہ بیان ہے کہ قاتل ابو سعید حداد کا غلام تھا وزیر السلطنت نے ابو سعید کو گذشتہ سال میں قتل کرڈالا تھا اس وجہ سے اس نے موقع پاکے وزیر کو مار ڈالا۔ اور بعضوں کا یہ خیال ہے کہ قاتل فرقہ باطنیہ سے تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۹۔

اسیر تیر باری کی۔ وہ روتا پیٹتا ایلغازی کے پاس پہونچا۔ ایلغازی کو غصہ آگیا بیلا رز ہو کے ملاحوں کے محلہ کی طرف گیا اور ٹکڑے ٹکڑے اونکو لٹوا لیا۔ اوباشوں اور بدمعاشوں نے ایلغازی کے ہمراہیوں پر دست درازی شروع کی۔ ایلغازی کے ہمراہی انکی سرکوبی کیجانب متوجہ ہوئے۔ وہ لوگ کشتیوں پر سوار ہو کے بھاگے ہمراہیان ایلغازی نے تعاقب کیا جونہی یہ لوگ نصف دریا میں پہونچے ملاحوں نے کشتیوں کو گرداب میں چھوڑ دیا۔ خود تو تیر کے نکل آئے اور وہ سب ڈوب گئے ایلغازی نے ترکمانوں کو جانب غربی بغداد کے لوٹنے کو مجتمع کیا۔ خلیفہ مستظہر کو اسکی خبر لگ گئی قاضی القضاۃ اور الکیا الہراسی مدرس نظامیہ کو ایلغازی کے پاس منع کرنے کو بھیجا۔ چنانچہ ایلغازی ان لوگوں کے روکنے سے اپنے اس ارادہ سے رُک رہا۔ پس جب سلطان محمد کو بمقابلہ برکیاروق ہزیمت ہوئی اور اصفہان سے اپنی جان بچا کے نکل بھاگا اور برکیاروق نے رے پر قبضہ حاصل کر لیا اس وقت برکیاروق نے ہمدان سے کمشتکین قیصرانی کو شحنہ بغداد مقرر کر کے دارالخلافت کی طرف روانہ کیا۔ ایلغازی نے یہ سُنکے اپنے بھائی سقمان کو قلعہ کیفا سے کمشتکین کی مدافعت کو بُلا بھیجا۔ چنانچہ سقمان تکریت ہوتا اور اسکو تاخت و تاراج کرتا ہوا بغداد پہونچگیا اسی اثنا میں کمشتکین بھی پندرہویں ربیع الاول ۴۹۶ھ کو بغداد کے قریب آ اُترا۔ ایلغازی اور اس کے بھائی سقمان نے بغداد سے نکل کے دو ایک گاؤنکو لوٹا کمشتکین کا ایک حصہ لشکر تھوڑی دُور تک تعاقب کر کے واپس آیا ایلغازی اور سقمان تو چلے گئے۔ کمشتکین مع اپنی رکاب کی فوج کے داخل بغداد ہوا۔ جامع بغداد میں سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ بعد اس کے کمشتکین نے خلیفہ مستظہر کیطرف سے سیف الدولہ صدقہ والی حلہ کو سلطان برکیاروق کی اطاعت کا پیام دیا۔ سیف الدولہ صدقہ نے انکاری جواب دیا۔ اور سامان سفر درست کر کے

جسر صر کیجانب کوچ کر دیا۔ بغداد میں خطبوں سے سلاطین کے نام نکال ڈالے گئے صرف خلافت مآب کی دعا پر اقتصار کیا گیا۔

سیف الدولہ نے صرصر میں پہونچکے ایلغازی اور سقمان کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ میں تمہاری امداد کو آتا ہوں۔ ایلغازی اور سقمان یہ سنکے لوٹ پڑے اور سب کے سب مل جل کے دجیل کے کل چھوٹے بڑے گاؤں کو لوٹنے لگے۔ قتل و غارت کی گرم بازاری شروع ہو گئی عربوں اور کردوں نے جو سیف الدولہ کے ہمراہ تھے دند مچادی۔ خلیفہ مستظہر نے سیف الدولہ کو اس طوفان بے امتیازی کے روک تھام اور امن قائم کرنے کو لکھا مگر کوئی نتیجہ پیدا نہوا۔ دجیل کے دیہاتوں کو تاخت و تاراج کرکے ان لوگوں نے بغداد میں پہونچکے قیام کیا عام الناس تو ان سے گھبرا ہی رہے تھے بحکم ہر کہ تنگ آید بجنگ آید جدال و قتال پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ خلافت مآب نے قاضی القضاۃ ابوالحسن دامغانی اور تاج الرؤسا ابن موصلایا کو سیف الدولہ کے پاس اس ہنگامہ کے روکنے کو روانہ کیا۔ سیف الدولہ وغیرہ نے یہ شرطیں پیش کیں کہ (۱) کمشتکین قیصرانی کو جو برکیارق کیطرف سے بغداد کا شحنہ ہے نکالدیا جائے (۲) سلطان محمد کے نام کا جامع بغداد میں پھر خطبہ پڑھا جائے۔ خلافت مآب نے دونوں شرطوں کو منظور فرمایا۔ چنانچہ کمشتکین نے بغداد سے نکلکے واسط کا راستہ لیا۔ اور سیف الدولہ نے حلہ کیجانب معاودت کی۔ ادھر جامع بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اُدھر کمشتکین نے واسط میں پہونچکے سلطان برکیارق کے نام کا خطبہ پڑھ دیا۔ سیف الدولہ اور ایلغازی کو اسکی خبر لگی فوراً اپنی فوجوں کو مرتب کرکے واسط پر جا اُترے کمشتکین نے واسط چھوڑ دیا سیف الدولہ نے تعاقب کیا۔ بالآخر کمشتکین نے امن کی درخواست کی اور امن حاصل کرلینے کے بعد سیف الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوا سیف الدولہ عزت و احترام سے پیش آیا۔ واسط میں بھی سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور سلطان

محمد کے بعد سیف الدولہ اور ایلغازی کا نام داخل کیا گیا۔ بعد اس کے ہر واحد نے اپنے اپنے بیٹوں کو اپنا اپنا نائب بنایا۔ ایلغازی نے بغداد کیجانب مراجعت کی سیف الدولہ نے حلہ کیطرف۔ چونکہ واقعات وحادثات مذکورہ بالا سے خلافت مآب کو سیف الدولہ سے کشیدگی پیدا ہوگئی تھی اسوجہ سے سیف الدولہ نے واسطے سے واپسی کیوقت اپنے بیٹے منصور کو بغداد روانہ کیا۔ خلافت مآب نے اسکی معذرت قبول فرمائی اور خوشنودی مزاج کا اظہار فرمایا۔

نیال اور عراق کا قبضہ

رے میں سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا پس جب سلطان محمد کو محاصرۂ اصفہان سے نجات ملی تو نیال بن انوشتکین حسانی کو رے کیجانب اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کرنے کو روانہ کیا۔ نیال کے ہمراہ اس مہم میں اسکا بھائی علی بھی تھا۔ ان لوگوں نے رے میں پہونچکے قبضہ کرلیا اور رعایا پر طرح طرح کے ظلم وستم کرنے لگے سلطان برکیاروق نے برسق بن برسق کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ نیال کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ رے کے باہر ایک میدان میں برسق اور نیال سے معرکہ آرائی ہوئی سخت اور خونریز جنگ کے بعد پندرہویں ربیع الاول ۴۹۶ھ کو نیال معہ اپنے بھائی علی کے شکست کھاکے بھاگا۔ علی نے قزوین کا راستہ لیا۔ اور نیال پہاڑی راستہ سے بغداد کیجانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں اس کے اکثر ہمراہی پہاڑ کے کھڈوں میں گر گر مر گئے۔ بہزار دقت وخرابی بسیار سات سو پیادوں کے ساتھ بغداد پہونچا۔ خلیفہ مستظہر بھی آؤبھگت سے پیش آیا۔

دو چار روز بعد جب نیال کے ہوش وحواس درست ہوئے اور سفر کی ماندگی دفع ہوئی تو اس نے ایلغازی اور سقمان [illegible] کو مشہد ابو حنیفہ میں جمع کیا اور سلطان محمد کی اطاعت کی قسم کھائی بعد ازاں سب کے سب سیف الدولہ کے پاس گئے اور اس سے بھی سلطان محمد کی اطاعت کا عہد لیکے واپس آئے۔

نیال نے بغداد میں پہونچکے ایلغازی کی بہن سے نکاح کیا جو تاج الدولہ تتش کی زوجیت میں تھی اور حسب عادت قدیمہ لوگوں پر ظلم کرنے لگا۔ ارکین دولت اور امرا لشکر سے جرمانے، تاوان وصول کرنیکی بنیاد ڈالی اس کے مصاحبوں اور لشکریوں نے بھی قتل وغارتگری کا ہاتھ بڑھایا۔ جو شخص ان لوگوں کی کامیابی میں ذرا بھی مخل اور مزاحم ہوتا اوسکو زندگی دوبھر ہو جاتی۔ خلیفہ مستظہر نے قاضی القضاۃ ابوالحسن دامغانی کو نیال کے پاس ان افعال قبیحہ اور حرکات ظالمانہ کی ممانعت کو بھیجا۔ نیال نے قسم کھائی کہ آیندہ میں ایسے افعال کا جس سے خلافت مآب کو ناراضی پیدا ہو ارتکاب نہ کرونگا مگر پابندی نہ کر سکا۔ بدستور اسی وطیرہ پر رہا۔ خلافت مآب نے اسی قسم کا پیام ایلغازی کے پاس بھی بھیجا تھا۔ اس نے بھی خلافت مآب کے حکم کی اطاعت کا اقرار کیا قسم کھائی لیکن اس کے مصاحبوں اور لشکریوں کے ہاتھ ظلم وستم سے کوتاہ نہوئے۔ تب خلافت مآب نے سیف الدولہ کو ان لوگوں کے ظلم وستم اور ظالمانہ حرکات کے روکنے کو بلا بھیجا۔ سیف الدولہ نے ماہ رمضان میں بغداد کیجانب کوچ کیا اور ۱ شوال سنہ ۴۹۹ھ میں وارد بغداد ہو کر مقام نجمی میں خیمہ زن ہوا۔ نیال و ایلغازی کو طلب کر کے نصیحت و فضیحت کی اور عراق سے کوچ کر جانے پر اُن کو مجبور کیا۔ نیال نے مہلت مانگی سیف الدولہ نے اسکو مہلت دی اور حلہ کیجانب واپس ہوا۔ لہذا اسکے پہلی ذیقعدہ سنہ مذکور کو نیال نے اوانا کی طرف کوچ کیا اور اہل اوانا کے ساتھ بھی وہی افعال قبیحہ اور حرکات ظالمانہ کئے جو اہل بغداد کے ساتھ کر رہا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ ظلم وستم کرنے لگا۔ خلافت مآب نے سیف الدولہ کو اسکی شکایت پھر لکھ بھیجی سیف الدولہ نے ایکہزار سوار بھیجدیئے جو خلیفہ مستظہر کے مصاحبوں اور ایلغازی شحنہ بغداد کے ہمراہ نیال کے پاس گئے۔ نیال ان لوگوں کے روبرو سلطان محمد کے دربار سلطنت میں حاضر ہونے کو آذربائیجان کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اور ایلغازی معہ اپنی فوج کے بغداد واپس آیا۔

جنگ پنجم برکیاروق و محمد

گنجہ اور بلاد اران پر سلطان محمد کا قبضہ تھا یہاں پر اسکا ایک لشکر بسر افسری امیر عز علی رہا کرتا تھا۔ پس جسوقت سلطان محمد اصفہان میں ایک مدت تک محصور رہا۔ امیر عز علی معہ اپنی فوج کے سلطان محمد کی کمک کو اصفہان کیطرف روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ منصور بن نظام الملک اور محمد بن مؤید الملک بن نظام الملک بھی تھا بیسویں ذیحجہ ۴۹۵ھ کو یہ لوگ رے پہونچے۔ برکیاروق کے لشکر نے رے چھوڑ دیا۔ بعد اس کے سلطان محمد کو محاصرہ اصفہان سے نجات ملی۔ ہمدان میں ان لوگوں کو سلطان محمد کی ملازمت حاصل ہوئی۔ سلطان محمد کے ساتھ نیال اور علی پسران انوشتگین بھی تھے۔ چھ ہزار سواروں کی جمعیت ان لوگوں کے ہمراہ تھی۔ سلطان محمد نے نیال کو معہ اس کے بھائی علی کے رے کیجانب روانہ کیا۔ سلطان برکیاروق کا لشکر نیال کی آمد کی خبر پاکے رے چھوڑ کے بھاگ گیا۔ نیال نے رے پر قبضہ کر لیا جیسا کہ ابھی تم اوپر پڑھ آئے ہو۔ بعد اس مقام کے ہمدان میں ان لوگوں کو یہ خبر لگی کہ سلطان برکیاروق کا لشکر اہل رے کی حمایت کو آگیا ہے۔ سلطان محمد نے بلاد شروان کا قصد کیا رفتہ رفتہ اردبیل پہونچا۔ مودود[1] بن اسمعیل بن یاقوتی امیر بیلقان (صوبہ آذربائیجان) نے سلطان محمد کو بلا بھیجا۔ جونہی سلطان محمد نے بیلقان میں قدم رکھا۔ پندرھویں ربیع الاول ۴۹۶ھ کو مودود کا انتقال ہو گیا۔ پس اس کے کل لشکریوں اور امراء فوج نے سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لی۔ از انجملہ سقمان قطبی والی خلاط و ارمینیہ محمد بن باغیسان (اسکا باپ والی انطاکیہ تھا) اور ارسلان بن سبع احمر تھا۔

---

[1] مودود کا باپ اسماعیل سلطان برکیاروق کا ماموں تھا۔ شروع زمانہ حکومت برکیاروق میں اس نے برکیاروق کی مخالفت کی برکیاروق نے اسکو مار ڈالا۔ مودود کو اس وجہ سے برکیاروق کے ساتھ مخالفت پیدا ہو گئی۔ علاوہ بریں اس کی بہن سلطان محمد سے بیاہی ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے سلطان محمد کو بلا بھیجا تھا۔ منہ

سلطان برکیارق نے ان لوگوں کے اجتماع سے مطلع ہو کے لشکر کو طیاری کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے فوج کو آراستہ کر کے کوچ و قیام کرتا ہوا سلطان محمد کے قریب پہونچ گیا آذربیجان کے باب شہر پر دونوں سلطانوں سے مقابلہ ہوا مغرب سے عشا کے وقت تک گھمسان لڑائی ہوتی رہی۔ آخر میں سلطان برکیارق کیطرف سے ایاز نے سلطان محمد کے لشکر پر حملہ کیا۔ سلطان محمد شکست کھا کے خلاط کیجانب بھاگا۔ امیر سقمان بھی اس کے ہمراہ تھا۔ امیر علی والی اردن روم نے اس سے ملاقات کی بعد ازاں آنی کیجانب کوچ کیا۔ منوچہر برادر فضلون روادی اس شہر کا حاکم تھا پھر آنی سے تبریز چلا آیا۔ محمد بن موید الملک بن نظام الملک بھی واقعۂ مذکورہ میں سلطان محمد کے لشکر کے ساتھ تھا۔ بعد ہزیمت سلطان محمد اس سے دیار بکر میں جا کے دم لیا۔ چندے دیار بکر میں قیام کر کے بغداد کیطرف روانہ ہو گیا۔

محمد بزمانۂ حیات موید الملک میں مدرسہ نظامیہ کے قریب بغداد میں رہا کرتا تھا۔ ہمسایوں کے ساتھ کچھ زیادتی کی ہمسایوں نے اس کے باپ موید الملک سے اس کے ظلم کا شکوہ کیا موید الملک نے گوہرائین کو اس کے گرفتار کر لینے کو لکھ بھیجا۔ اسکو خبر لگ گئی دار الخلافت میں جا کے پناہ گزیں ہو گیا۔ بعد ازاں سنہ ۴۹۲ھ میں مجد الملک باسلانی کے پاس چلا گیا ان دنوں اسکا باپ موید الملک سلطان محمد کے پاس قبل دعویٰ سلطنت و بادشاہی گنجہ میں تھا۔ اور مجد الملک باسلانی کے مارے جانے کے بعد اپنے باپ موید الملک کے پاس جا پہونچا۔ اسوقت موید الملک سلطان محمد کی وزارت کر رہا تھا۔ پھر جب اسکا باپ موید الملک مارا گیا تو بھی اس نے سلطان محمد کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور ان لڑائیوں میں شریک رہا جیسا کہ ابھی ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

سلطان برکیارق بعد ہزیمت سلطان محمد ما بین مراغہ و تبریز ایک پہاڑ پر جا کے مقیم ہوا ایک برس تک قیام پذیر رہا۔

خلیفہ مستظہر نے عمید الدولہ وزیر کی معزولی کے بعد سدید الملک ابو المعالی بن عبد الرزاق ملقب بہ عضد الدین کو قلمدان وزارت سپرد فرمایا تھا۔ بعد اس کے نصف جمادی الآخر سنہ ۴۹۶ھ میں گرفتار کر کے مع اس کے اہل و عیال کے دار الخلافت میں قید کر دیا۔ ان کے اہل و عیال اصفہان سے اتفاقاً آ گئے تھے بد اس بلائے ناگہانی میں مبتلا ہو گئے ...

اسکی معزولی کا سبب یہ ہے کہ وزیر سدید الملک مجلس شوریٰ کے قواعد سے ناواقف تھا۔ اسکی ساری عمر سلاطین کی ملازمت میں بسر ہوئی تھی۔ اسی قسم کی حکومتوں اور تدابیر کا عادی و خوگیر ہو رہا تھا اور مجلس شوریٰ خلافت کا یہ طور اور طریقہ نہ تھا۔

وزیر مذکور کی گرفتاری کے بعد خلافت مآب نے امین الدولہ ابو سعد بن موصلایا کو مجلس شوریٰ کا ناظر مقرر کیا اور زعیم الرؤساء ابو القاسم بن جہیر کو حلہ سے طلب فرمایا۔ ارباب دولت اور اراکین سلطنت نے استقبال کیا دربار خلافت سے خلعت وزارت مرحمت ہوئی۔ قوام الدولہ کا خطاب عنایت ہوا۔

زعیم الرؤساء ابو القاسم امین الدولہ ابو سعد مذکور کا ہمشیرہ زادہ تھا چونکہ ابو المحاسن وزیر سلطان برکیاروق اسکو سلطان محمد کی جانبداری سے متہم کرتا تھا اور یہ الزام بھی اسی کے سر تھوپتا تھا کہ یہ خلیفہ مستظہر کو سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھے جانے پر آمادہ کر رہا ہے اسوجہ سے گذشتہ سال میں بخوف سلطان برکیاروق بغداد سے حلہ چلا گیا اور سیف الدولہ کے پاس جا کے پناہ گزین ہوا باقی رہا اسکا ماموں امین الدولہ ابو سعد اس نے بھی مجلس شوریٰ کی نظارت چھوڑ دی تھی خانہ نشین ہو گیا تھا۔

اواخر پانچویں صدی میں زعیم الرؤساء پھر معزول کیا گیا بخوف گرفتاری سیف الدولہ صدقہ بن منصور کے مکان میں جو بغداد میں تھا جا کر پناہ گزین ہوا۔ سیف الدولہ نے اسکو بحفاظت تمام حلہ بلوا لیا۔ یہ واقعہ زعیم الرؤساء کی وزارت کے تین برس چھ مہینے بعد وقوع میں آیا تھا۔ قاضی ابو الحسن دامغانی چندروز اسکی قایم مقامی کرتا رہا بعدہ ابو المعالی

بن محمد بن مطلب ماہ محرم سنہ ۵۰۰ھ میں عہدۂ وزارت سے ممتاز ہوا پھر ۵۰۲ھ میں باشارۂ
سلطان محمد معزول کیا گیا۔ مگر اس شرط سے کہ آیندہ عدل و انصاف سے کام لیگا،
رعایا کے ساتھ جبر و ظلم سے پیش نہ آئیگا۔ اور ذمیوں میں سے کسی کو ذمہ داری کا
عہدہ نہ دیگا۔ پھر عہدۂ وزارت پر باجازت سلطان مذکور بحال ہوا۔ اور رجب ۵۰۲ھ
میں پھر معزول کیا گیا بجائے اسکے ابوالقاسم بن جہیر عہدۂ وزارت پر مامور ہوا ۵۰۹ھ
تک وزارت کرتا رہا بعدہٗ ربیع ابو منصور بن وزیر ابو شجاع محمد بن حسین وزیر سلطان
قلمدان وزارت کا مالک ہوا۔

برکیاروق و محمد میں مصالحت

کئی سال گزر جانے پر بھی دونوں سلطانوں (برکیاروق و محمد)
میں جدال و قتال کا سلسلہ منقطع نہ ہوا۔ خونریزی، قتل و غارت
کی برابر کثرت ہوتی گئی۔ گاؤں، قصبے اور شہر ویران و خراب ہوگئے۔ امراء اور حکام
نے اپنی اپنی حکومت کا سکہ چلانا شروع کر دیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر گورنمنٹ سلجوقیہ کے
تابع اور مطیع تھے۔ سلطان برکیاروق کا دارالحکومت رے تھا۔ رے، جبل، طبرستان،
خوزستان، فارس، دیار بکر، جزیرہ اور حرمین میں برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا
تھا۔ اور سلطان محمد نے آذربیجان کو اپنا مستقر حکومت بنا رکھا تھا۔ آذربیجان، بلاد ارمنیہ
ارمینیہ، اصفہان اور باستثناء تکریت کل عراق میں سلطان محمد کا سکہ چل رہا تھا
اور اسی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ بطائح کے صوبہ میں بعض مقامات پر سلطان
برکیاروق کا تسلط تھا اور بعض مقامات پر سلطان محمد کا۔ بصرہ میں دونوں سلطانوں
(برکیاروق و محمد) کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ باقی رہا خراسان۔ اسکی یہ کیفیت تھی کہ جرجان
سے ماوراء النہر تک سنجر برادر سلطان محمد کے قبضہ میں تھا۔ اور خطبوں میں بعد سلطان
محمد کے سنجر کا نام لیا جاتا تھا۔ سلطان برکیاروق ان امور اور نیز امراء و حکام کے
تحکم، قلت مال و خرابی ملک کا احساس کرکے مصالحت کیجانب مائل ہوا۔ قاضی

ابو المظفر جرجانی حنفی اور ابو الفرج احمد بن عبد الغفار ہمدانی معروف بہ صاحب قراتکین کو اپنے بھائی سلطان محمد کے پاس مصالحت کرنے کی غرض سے روانہ کیا مقام مراغہ میں سلطان محمد سے ملاقات ہوئی۔ ان لوگوں نے پہلے سلطان برکیا روق کا پیام مصالحت پہنچایا بعدہ مصالحت کے فوائد اخانہ جنگی کے نقصانات کو وعظ و پند کے پیرایہ میں بیان کیا۔ سلطان محمد ان لوگوں کے پند و نصائح سے متاثر ہوکے مصالحت پر آمادہ ہوگیا۔ چنانچہ ان شرائط سے دونوں بھائیوں میں مصالحت ہوگئی۔

(۱) یہ کہ سلطان برکیا روق، سلطان محمد کے علم وطبل سے مزاحم ومتعرض نہو۔

(۲) یہ کہ فریقین کے بلاد مقبوضہ میں کسی ایک شخص کے نام کا خطبہ نہ پڑھا جائے۔ بلکہ دونوں سلطانوں کا نام خطبہ میں داخل رہے۔ (۳) یہ کہ دونوں سلطانوں میں وزیروں کے توسط سے خط وکتابت کیجائے۔ بغیر توسط وزیر کے ایک دوسرے کو خط نہ لکھ سکیگا۔ (۴) یہ کہ کسی فریق کو مجاز نہ ہوگا کہ وہ کسی لشکری کو روک ٹوک کرے جس کا جس سلطان کے پاس جی چاہے چلا جائے۔ (۵) یہ کہ نہر اسپیذرود سے باب الابواب، دیار بکر، جزیرۂ موصل اور شام پر سلطان محمد کا قبضہ وتصرف رہے۔ اور سیف الدولہ بن صدقہ کا مقبوضہ صوبہ بھی سلطان محمد کا ماتحت سمجھا جائے۔ (۶) یہ کہ علاوہ مذکورہ بالا شہروں کے کل ممالک اسلامیہ سلطان برکیا روق کو دیئے جائیں“

مصالحت ہونے کے بعد سلطان محمد نے اپنے امراء کو جو اصفہان میں تھے کہلا بھیجا کہ سلطان برکیا روق کے امراء کو شہر سپرد اور حوالہ کرکے واپس آؤ۔ سلطان برکیا روق نے ان لوگوں کو برضامندی اپنی خدمت میں رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن ان لوگوں نے منظور نہ کیا اور حسب ہدایت اصفہان کو سلطان برکیا روق کے ملازموں کے حوالہ کرکے سلطان محمد کیطرف چلے آئے ان لوگوں کے ساتھ سلطان محمد کے اہل وعیال بھی تھے سلطان برکیا روق نے نہایت عزت واحترام سے زر کثیر اور بہت سا سامان سفر مرحمت فرما کے

اپنے بھائی کے اہل وعیال کو رخصت کیا اور حفاظت وخدمت کی غرض سے ایک فوج
کو بھی ان کے ہمراہ متعین فرمایا۔

بعد اس کے سلطان نے دربار خلافت میں ایک عرضداشت بھیجی جس میں مصالحت
اور شرائط صلح کو تحریر کیا تھا۔ ایلغازی شحنہ بغداد نے دربار خلافت میں حاضر ہو کے سلطان
برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی۔ خلافت مآب نے اجازت دی
چنانچہ بغداد اور واسط کے منابر پر جمادی الاولیٰ ۴۹۷ھ میں سلطان برکیاروق کے
نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ امیر سیف الدولہ صدقہ والی حلہ نے اس سے مخالفت کی اور خلافت
مآب کو لکھ بھیجا کہ میں ایلغازی کو بغداد سے نکال باہر کرنے کو عنقریب آنے والا ہوں۔
امیر سیف الدولہ سلطان محمد کا ہوا خواہ تھا ایلغازی نے یہ خبر پا کے ترکمانوں کو
مجتمع کیا اور بغداد کو چھوڑ کے یعقوبا میں جا ٹھہرا۔ اتنے میں سیف الدولہ اپنا لشکر
لئے ہوئے آپہنچا۔ [illegible] اور [illegible] کی اور خود بغداد میں جا کے
خیمہ زن ہوا۔ ایلغازی نے [illegible] سلطان برکیاروق کی اطاعت اس وجہ
سے کی ہے کہ سلطان محمد نے مصالحت کر لی ہے۔ سلطان [illegible] اگرچہ باہم
مصالحت سلطان برکیاروق کا ملک [illegible] لیا ہے اور بغداد بھی جہاں کا میں
شحنہ ہوں سلطان مذکور ہی کے بلاد میں معدود ہوا ہے سیف الدولہ نے معذرت قبول کر لی اور
راضی ہو کے حلہ واپس آیا۔ ماہ ذیقعدہ ۴۹۷ھ میں خلافت مآب نے سلطان برکیاروق
امیر ایاز اور وزیر سلطنت کو خلعتیں روانہ کیں اور [illegible] حکومت وسلطنت
بھی بھیجی سلطان برکیاروق اور اسکے امراء نے خلعت کو آنکھوں سے لگایا۔ [illegible] رکھا اور
خلافت مآب کی اطاعت وفرمانبرداری کی قسمیں کھائیں۔

برکیاروق کی نیابت ملکشاہ کی تخت نشینی

سلطان برکیاروق نے [illegible] اصفہان میں
اقامت اختیار کی۔ [illegible]

اسی حالت میں بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ مقام یزدجرد میں پہونچکے زیادہ علیل ہوگیا۔ مرض نے اشتداد کی صورت اختیار کی۔ بدرجہ مجبوری قیام کردیا۔ نقل وحرکت نہ کرسکتا تھا۔ چالیس روز تک ٹھیرا رہا۔ جسوقت اسکو اپنی زندگی سے مایوسی ہوئی اپنے بیٹے ملک شاہ کو بُلایا۔ اراکین سلطنت بھی حاضر ہوئے۔ دستور شاہی کے مطابق ملک شاہ کی ولیعہدی کا اعلان کیا اسوقت ملک شاہ کی عمر پانچ برس کی تھی اور امیر ایاز کو اسکا اتابک (اتالیق) مقرر کیا۔ اراکین دولت سے امیر ایاز اور ملک شاہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی بیعت لی اور ان لوگوں کو روانگی بغداد کا حکم دیا اور خود بقصد واپسی اصفہان یزدجرد میں ٹھیرا رہا۔

امیر ایاز اور ملک شاہ سلطان برکیاروق سے رخصت ہوکر اٹھارہ کوس کی مسافت طے کرچکے تھے کہ ماہ ربیع الآخر ۴۹۸ھ میں سلطان برکیاروق نے وفات پائی امیر ایاز اور ملک شاہ اس خبر کو سُنکے لوٹ پڑے۔ تجہیز وتکفین کرکے اصفہان میں لائے۔ اور اس تربت میں جو اس کے دفن کرنے کو بنائی گئی تھی دفن کردیا۔

تجہیز وتکفین وغیرہ سے فارغ ہوکے امیر ایاز نے۔ پردے، خیمے، پھریرے، چتر اور کل وہ چیزیں جو شاہی شان وشوکت کے لئے ضروری ہوتی ہیں ملک شاہ کے لیئے مہیا کیں۔ امیر ایلغازی شحنہ بغداد، مرحوم سلطان برکیاروق کے پاس ماہ محرم میں اصفہان آیا ہوا تھا۔ اور وہی اسکو ابھارکے دارالخلافت بغداد لیئے جارہا تھا۔ پس اس نے وفات پائی تو اس کے بیٹے ملک شاہ اور امیر ایاز کے ہمراہ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ چنانچہ پندرھویں ربیع الآخر سنہ مذکور کے بعد یہ لوگ بغداد میں داخل ہوئے۔ پندرہ ہزار سوار رکاب میں تھے۔ وزیر ابوالقاسم علی بن جہیر نے استقبال کیا۔ مقام دیالی میں ملاقات ہوئی۔ جلسہ منعقد ہوئے میں امیر ایلغازی اور امیر طغایرک نے حاضر ہوکے ملک شاہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانیکی درخواست

پیش کی خلافت مآب نے منظور فرمائی اور وہی خطابات اسکو عطا کیئے جو اس کے دادا سلطان ملک شاہ سلجوقی کو دیئے گئے تھے خطبہ کے وقت حاضرین نے جواہرات سونا اور چاندی نثار کیا۔

سلطان محمد اور چکرمش

چونکہ موصل منجملہ ان بلاد کے تھا جو سلطان محمد کو بروئے مصالحت ملے تھے اسوجہ سے مصالحت کے بعد سلطان محمد نے موصل کی روانگی کا عزم بالجزم کیا۔ (موصل اسوقت تک چکرمش کے قبضۂ اقتدار میں تھا) مگر اذربیجان سے اپنے ہمراہیوں کے آنے کے انتظار میں تبریز میں مقیم رہا جب وہ لوگ اذربیجان سے تبریز آگئے تو سلطان محمد نے سعد الملک ابو المحاسن کو محافظت اصفہان کے صلہ میں قلمدان وزارت سپرد فرمایا اور ماہ صفر ۴۹۸ھ میں بقصد موصل کوچ کیا۔ چکرمش کو اطلاع ہوئی ۔ قلعہ بندی کا انتظام کیا شہر کی فصیلوں پر جابجا منجنیقیں نصب کرائیں ۔ جدید نہریں کھدوائیں ۔ دھس ناں اور بیرونجات موصل کے رہنے والوں کو شہر میں چلے آنے کا حکم دیا۔ اس اثناء میں سلطان محمد نے موصل پر پہونچکے محاصرہ ڈالا۔ آغاز جنگ سے پیشتر اپنے بھائی سلطان برکیا روق کا خط چکرمش کے پاس بھیجدیا جسکی رو سے موصل اور جزیرہ پر حق ملکیت اسکو حاصل ہوا تھا اور نیز وہ صلحنامہ بھی دکھلایا جسپر سلطان برکیا روق کا دستخط تھا ساتھی اس کے یہ وعدہ کیا کہ اگر تم میری اطاعت قبول کر لوگے تو میں تمکو تمہارے عہدہ پر بحال رکھونگا۔ چکرمش نے کہلا بھیجا "سلطان برکیا روق کا فرمان مصالحت کے بعد جو صلحنامہ کے خلاف ہے میرے پاس آیا ہے" سلطان محمد یہ سنکے آپے سے باہر ہو گیا محاصرہ میں سختی سے کام لینے لگا لڑائی چھڑ گئی۔ ہزاروں جانیں جانبین کی تلف ہو گئیں۔ ایک مرتبہ سلطان محمد کی فوج تمام دن لڑتی رہی اور اسقدر متواتر حملے کیئے کہ شہر پناہ کی دیوار تک پہونچکے اس میں روزن کر دیا۔ لڑائی ختم ہونے نے

پائی تھی کہ رات آگئی۔ محاصر اپنے مورچے میں واپس آئے۔ محصوروں نے رات ہی کے وقت شہر پناہ کی دیوار درست کرلی اور قدر اندازوں کو اسکی حفاظت پر متعین کر دیا۔ صبح ہوتے پھر ہنگامۂ کارزار گرم ہو گیا۔ سپاہیوں نے سرفروشی شروع کردی۔ نویں جمادی الاول ۴۹۸ھ تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ دسویں ماہ مذکور کو سلطان برکیاروق کی وفات کی خبر چکرمش تک پہونچی۔ ارباب شوریٰ کو مجتمع کر کے مشورہ کیا۔ رائے یہ قرار پائی کہ سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لیجائے چنانچہ چکرمش نے سلطان محمد کے پاس یہ پیام بھیجا "آپ اپنے وزیر السلطنت کو میرے پاس بھیجدیجئے میں آپ کی اطاعت بخوشی و رغبت قبول کرتا ہوں" سلطان محمد نے اسیوقت اپنے وزیر کو موصل روانہ کیا۔ وزیر نے موصل میں پہونچکے چکرمش کو بارگاہ سلطانی میں حاضر ہونے کی رائے دی۔ اور اسکا ہاتھ پکڑے ہوئے سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان محمد نے اٹھکے معانقہ کیا اور الٹے پاؤں موصل کو لوٹا دیا کیونکہ اہل شہر چکرمش کے چلے آنے سے بیحد پریشان اور گریاں و نالاں تھے۔ اگلے دن چکرمش نے سلطان محمد اور وزیر السلطنت کو بیش بہا تحائف اور ہدایا روانہ کئے۔

سلطان محمد بغداد میں بعد اس کے سلطان محمد کو اپنے بھائی سلطان برکیاروق کے انتقال کی خبر ملی فوراً بغداد کی جانب کوچ کیا۔ سقمان قطبی[1] اور چکرمش والی موصل وغیرہ امراء دولت سلجوقیہ اس کے ہمراہ تھے۔ اس سے پیشتر سیف الدولہ والی حلہ نے بہت بڑی فوج مجتمع کر لی تھی پندرہ ہزار سوار تھے اور دس ہزار پیادے۔ اور اپنے بیٹوں بدران اور دبیس کو سلطان محمد کے پاس بغداد بلا لانے کو بھیجا تھا۔ پس یہ دونوں بھی موکب سلطانی کے ساتھ تھے۔ امیر ایاز کو سلطان محمد کے آنے کی خبر لگی

[1] سقمان قطبی، قطب الدولہ اسمٰعیل بن یاقوتی بن داؤد کی طرف منسوب ہے۔ اور داؤد جعفری بک کا نام تھا جو الپ ارسلان کا باپ تھا۔

لشکر آراستہ کرکے محل کھڑا ہوا۔ اور بغداد کے باہر آکے خیمہ نصب کرائے امرا اور ارا کین دولت کو مجتمع کرکے مشورہ کیا۔ ان لوگوں نے سلطان محمد سے جنگ کرنے کی رائے دی۔ مگر وزیر ابوالمحاسن نے اس رائے کی مخالفت کی سلطان محمد کی اطاعت پر زور دیتے ہوئے ان لوگوں کی سخافت رائے اور جنگ کے عواقب امور کو ظاہر کیا اور یہ طمع دلائی کہ اگر سلطان محمد کی اطاعت قبول کرلی جائے گی تو وہ بڑا دریا دل ہے تمکو انعامات اور جاگیروں سے مالامال کردیگا۔ امیر ایاز حیص بیص میں پڑگیا کبھی مصالحت واطاعت کی جانب جھکتا تھا اور کسیوقت جنگ وجدال پر تُل جاتا تھا مگر اس طرف اسکو طبعًا زیادہ میلان تھا۔ کشتیاں بھی جمع کرتا جاتا تھا اور ناکہ بندی بھی کررہا تھا تاآنکہ سلطان محمد آخری جمادی الآخر ش ۴۹۸ھ کو بغداد پہونچگیا غربی بغداد میں مقیم ہوا اور اس جانب کی مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ملک شاہ کے نام کا خطبہ شرقی جانب پڑھا جاتا تھا۔ جامع منصور کے خطیب نے خلیفہ مستظہر کے دعا پر اکتفا کیا اور اللہم اصلح سلطان العالم کہہ کے خاموش ہوگیا۔

امیر ایاز نے اپنے ہمراہیوں کو پھر مجتمع کرکے ملک شاہ کی اطاعت اور سلطان محمد سے جنگ کرنے پر حلف لینے کو کہا۔ ان میں سے بعضوں نے حلف لیا اور بعضوں نے یہ کہہ کے ٹالدیا کہ دوبارہ حلف لینے کی ضرورت نہیں ہے پہلا ہی حلف ایفاء عہد و وعدہ کے لئے کافی ہے۔ اس جواب سے امیر ایاز کے کان کھڑے ہوگئے۔ اوسی وقت وزیر السلطنت ابوالمحاسن اور اپنے نائب صفی کو سلطان محمد کے کیمپ میں مصالحت کی گفتگو کرنے کو بھیجا۔ پہلے ابوالمحاسن نے سلطان محمد کے وزیر محمد بن محمد سے ملاقات کی اور اظہار مطلب کیا۔ محمد بن محمد ابوالمحاسن کو لئے ہوئے سلطانی دربار میں حاضر ہوا ابوالمحاسن نے امیر ایاز کا پیام پہنچایا اور عہد حکومت سلطانی برکیا روق میں جو افعال امیر ایاز سے سرزد ہوئے تھے امیر ایاز کیطرف سے اوس کی معذرت کی سلطان محمد نے

معذرت قبول فرما کے اسکی کل درخواستیں منظور کرلیں۔ اگلے دن قاضی القضاۃ،
نقیب اور صفی وزیر امیر ایاز شاہی دربار میں حاضر ہوئے۔ صفی نے عرض کی کہ چونکہ ایاز
سے خلاف شان ملازمان شاہی ایسے چند افعال سرزد ہوئے ہیں جسکی وجہ سے وہ بخوف
جان حاضر دربار نہیں ہوا اپنی اور ملک شاہ (جو حضور کا برادر زادہ ہے) اور اُن امراء
کے لئے امان کا مستدعی ہے جو اس کے ہمراہ ہیں" سلطان محمد نے جواب دیا "ملک شاہ
تو میرا بھتیجا ہے اس میں اور میرے بیٹے میں کوئی فرق نہیں ہے باقی رہا ایاز اور اُسکے
امراء' میں انکو بھی امان دیتا ہوں۔ لیکن اس رعایت سے نیال مستثنیٰ ہے" صفی
یہ سُنکے خاموش ہو گیا۔ الہراسی مدرس مدرسہ نظامیہ نے اوٹھ کے بموجودگی حاضرین
جلسہ سلطان محمد سے ان لوگوں کی امان دینے کی قسم لی۔ جلسہ برخاست ہوا۔ دوسرے
دن ایاز نے حاضر ہو کے شرف ملازمت حاصل کی اتفاق سے اسیوقت سیف الدولہ
صدقہ بھی آپہونچا۔ سلطان محمد نے بکشادہ پیشانی دونوں امیروں سے ملاقات کی
بعد اس کے امیر ایاز نے اپنے مکان پر جو گوہر آئین کا تھا سلطان کی دعوت کی۔
امیر سیف الدولہ بھی اس دعوت میں شریک تھا۔ بعد فراغ دعوت تحائف اور ہدایا
پیش کیے ازانجملہ وہ ہیرا تھا جو متروکہ موید الملک بن نظام الملک سے اسکے ہاتھ لگا تھا۔
امیر ایاز نے دعوت کے دن اپنے غلاموں کو سلطان محمد کی خدمت میں پیش کرنیکی
غرض سے جنگی لباس پہنایا تھا۔ اور آلات حرب سے ان کو مسلح کیا تھا۔ اتفاقاً اسوقت
ایک صوفی جبہ پوش شخص آگیا۔ ایاز کے غلاموں نے اسکو پکڑ کے جنگی لباس پہنایا
اور اوپر سے وہی جبہ پہنا دیا۔ اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے وہ شخص گھبرا کے بھاگا
اور سلطان محمد کی ایک خواص کے پاس جا کے چھپا۔ سلطان محمد نے اسکو اپنے
پاس بلایا جبہ اوٹھوا کے دیکھا تو وہ مسلح تھا۔ دل میں خطرہ پیدا ہوا امیر ایاز کے مکان
سے فوراً اُٹھ کے چلا آیا۔ بعد چند دنوں کے امیر ایاز کو بلا بھیجا۔ اسکے ساتھ چکرمش بھی تھا

علاوہ اس کے اور امرا و ارکین دولت بھی تھے سلطان محمد کے ایک سپاہ لانے
کھڑے ہوکے کہا وہ قلیج ارسلان بن سلیمان بن قطلمش نے دیار بکر پر قبضہ کرنیکے قصد
سے فوجکشی کی ہے۔ تملوگوں کی کیا رائے ہے ہم اس سے جنگ کرنے کے لئے کس کو
مامور کریں" حاضرین نے امیر ایاز کی طرف اشارہ کیا۔ امیر ایاز نے گذارش کی میرے
ساتھ اس مہم پر سیف الدولہ صدقہ بھی متعین کیا جائے" سلطان محمد نے امیر ایاز
اور سیف الدولہ کو اپنے قریب بُلایا۔ جونہی یہ دونوں اپنی جگہ سے اوٹھ کے سلطان
محمد کی طرف چلے شاہی غلاموں میں سے ایک نے لپک کے ایاز کا سر اوتار لیا اور ایک
کھال میں لپیٹ کے راستہ پر پھینکدیا۔ ایاز ہی کے لشکری ایاز کا مکان لوٹنے لگے سلطان
محمد نے اسکی حفاظت کو اپنی فوج بھیجی۔ جس سے لشکریان ایاز منتشر ہوگئے صفی
وزیر ایاز بخوف جان چھپ رہا۔ خدام شاہی پتہ لگاکے وزیر ابو المحاسن کے مکان
سے گرفتار کرلائے۔ اور اسی سنہ کے ماہ رمضان میں مار ڈالا۔

ایاز کا وزیر صفی ہمدان کے خاندان ریاست وحکومت کا ایک ممبر تھا اور ایاز
سلطان ملک شاہ کا غلام تھا۔ بعد انتقال ملک شاہ ایک امیر کے مصاحبوں میں داخل
ہوگیا جس نے اسکو اپنا بیٹا بنالیا۔ آدمی شجاع، ذی مروت، اور اٹھائیونمیں صائب الرئے تھا۔

ان واقعات کے بعد سلطان محمد کا قدم حکومت جمگیا۔ عدل وانصاف سے کام
لینے لگا۔ ٹکس[۱] موقوف کردیئے لشکریوں کو جبر و تعدّی سے روکدیا۔ اور ان کو بازار میں
جانے کی ممانعت کردی۔

۴۹۸ھ کے دور میں خراسان سے عراق تک ترکمانوں نے غارتگری شروع کردی
فتنہ وفساد کا دروازہ کھل گیا۔ سلطان محمد نے بجائے بہرام بن ارتق کے ایلغازی بن ارتق
شحنہ بغداد کو بلاد مذکورہ بالا پر متعین کیا پس اس نے مفسد ترکمانوں کو خاطر خواہ گوشمالی دی

[۱] یہ واقعہ ۵۰۱ھ کا ہے۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۱۔

اور ان کو زیر وزبر کر کے قلعہ خابنجار کی طرف بڑھا جو سرخاب بن بدر کے مقبوضات سے تھا چند دنوں کے محاصرہ اور جنگ کے بعد ایلغازی کو فتح نصیب ہوئی۔

اسی سنہ میں سلطان محمد نے آقسنقر برسقی کو عراق کا شحنہ مقرر کیا۔ آقسنقر برسقی وہی شخص ہے جس نے سلطان محمد کا کسی لڑائی میں ساتھ نہیں چھوڑا تھا ہر موقع پر ہر مہم میں شریک رہا۔

اسی سنہ میں سلطان محمد نے امیر قایماز کو کوفہ بطور جاگیر مرحمت فرمایا اور سیف الدولہ والی حلہ کو ہدایت کی کہ قایماز اور اس کے ہمراہیوں کو خفاجہ کے جور و تعدّی سے محفوظ رکھے اسی سنہ کے ماہ رمضان میں سلطان موصوف اصفہان واپس آیا۔ رعایا کی رفاہ کی جانب توجہ فرمائی لشکریوں کے جور و ستم اور جابرانہ حرکات کی روک تھام کی اور عدل و انصاف سے اونکو خوش حال کیا۔

۵۰۲ھ میں سلطان محمد نے ابو القاسم حسین بن عبد الواحد داروغہ سلح خانہ شاہی اور ابو الفرج بن رئیس الرؤسار کو گرفتار کر لیا تھا اور پھر بشرط ادائے ایک رقم معینہ کے رہا کر دیا۔ زر مذکور کے وصول کرنے پر مجاہد الدین بہروز کو مامور کیا۔ اور نیز اسکو ایوان حکومت کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے ایوان حکومت کی بنا ڈالی۔ رعایا کے ساتھ نہایت عمدگی کا برتاؤ کیا۔ جب اس کے بعد سلطان محمد بغداد میں آیا تو عمدہ کارگذاریوں کے صلہ میں اسکو کل عراق کی شحنگی عنایت کی اور اصفہان واپس آیا۔

سلطان محمد کی وفات محمود کی تخت نشینی

سنین ماضیہ کا دور، واقعات بالا پر ختم ہوجاتا ہے جنکو تم ابھی اوپر پڑھ آئے ہو اور خلافت بغداد کی وہی حالت رہتی ہے جو ایک مدت کے بیمار کی ہوتی ہے سلاطین سلجوقیہ کو بھی خانہ جنگی

سلہ چھاپہ کی غلطی ہے۔ کیونکہ ۵۲۰ھ میں سلطان محمد کی حکومت کا خیال میں بھی وجود نہ تھا سلطان طغرل بک کا دور حکومت تھا یہ واقعہ جیسا کہ علامہ ابن اثیر نے تحریر کیا ہے ۵۰۲ھ کا ہے۔ (مترجم)

اور اندرونی نزاعات سے ایک گونہ اطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔ تھوڑا عرصہ نہیں گذرنے پاتا کہ دفعتہً رات اور دن کے اولٹ پھیر سے ایک دوسرا انقلاب پیدا ہوجاتا ہے۔ ماہ شعبان ۵۱۱ھ میں سلطان محمد علیل ہوتا ہے رفتہ رفتہ مرض میں خطرناک حالت پیدا ہوجاتی ہے اس اثنا میں ماہ ذی الحجہ کا دور آجاتا ہے اور آخری ماہ مذکور میں سلطان مذکور اپنی آیندہ تمناؤں کا خون کرکے ملک عدم کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

سلطان محمد نے اپنی موت سے پہلے اور اپنی مستقل حکومت کے بارہ برس چھ مہینے بعد اپنے بیٹے محمود کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ اسوقت یہ ایک جوان شخص تھا۔ ولیعہدی کا اعلان کرکے سلطان محمد نے جسوقت کہ اسکو اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی تھی۔ محمود کو تخت حکومت پر جلوہ افروز ہونے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ محمود اپنے باپ سے رخصت ہوکے دربار شاہی میں آیا۔ سر پر تاج رکھا ہاتھوں میں کنگن پہنے اور جاہ وجلال کے ساتھ سریر خلافت پر رونق افروز ہوا۔ امرار دولت سلجوقیہ اور ارکین سلطنت نے بیعت کی۔ ابومنصور بن وزیر ابوشجاع محمد بن حسین کو قلمدان وزارت سپرد کیا۔ تکمیل بیعت کے بعد ہی دربار خلافت میں اطلاعی عرضداشت بھیجی گئی۔ اور باجازت خلافت مآب منابر بغداد میں سلطان محمود کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ یہ واقعہ بندرھویں محرم ۵۱۲ھ کا ہے۔

آقسنقر برسقی سلطان محمد کی وفات سے پیشتر مقام رحبہ میں مقیم تھا۔ اپنے بیٹے مسعود کو اپنا قایم مقام مقرر کرکے سلطان محمد کی خدمت میں کچھ عرض ومعروض کرنے کو بغداد آرہا تھا۔ قریب بغداد پہنچکے سلطان محمد کی وفات سے مطلع ہوا۔ بہروز شحنہ بغداد نے آقسنقر کو بغداد میں داخل ہونے نہ دیا۔ مجبورًا اصفہان کا راستہ لیا۔ چونکہ سلطان محمود کی آنکھوں میں بہروز شحنہ کی بیحد وقعت تھی اور یہ امرا وارکین دولت کی آنکھوں میں کانٹا سا کھٹک رہا تھا لگا بجھانے سلطان محمود کو بہروز شحنہ کی طرف سے برہم کردیا اور اسکو معزول کرکے بجاے اس کے آقسنقر برسقی کی تقرری کا فرمان لکھواکے بھجوادیا۔ سلطان

محمود کا یہ فرمان آقسنقر کو مقام حاوان میں ملا۔ فرط مسرت سے پھولے نہ سمایا۔ فوراً بغداد کی طرف مراجعت کر دی۔ مجاہد الدین بہروز شحنہ بغداد نے آقسنقر کی آمد کی خبر پاکے تکریت بھاگ گیا جو اسکا مقبوضہ صوبہ تھا بعد اس کے سلطان محمود نے آقسنقر کو معزول کر کے امیر منکبرس کو شحنہ بغداد مقرر فرمایا۔ جو اصفہان کا حاکم تھا۔ پس اس نے اپنی جانب سے امراء اتراک سے حسین بن اُزبک کو بغداد روانہ کیا۔ آقسنقر نے اس واقعہ سے مطلع ہو کے خلیفہ مستظہر سے یہ درخواست کی کہ خلافت مآب امیر منکبرس کے نائب کو بغداد میں آنے سے روک دیں تا آنکہ سلطان محمود سے خط وکتابت کر کے اس معاملہ کو میں صاف کر لوں۔ خلافت مآب نے آقسنقر کی درخواست پر حسین کو بغداد میں داخل ہونے کی ممانعت کی حسین نے کچھ خیال نہ کیا۔ اس بناء پر آقسنقر نے فوجیں مرتب کیں اور بقصد جنگ بغداد سے خروج کیا۔ حسین بر سر مقابلہ آیا۔ باہم لڑائی ہوئی۔ بالآخر حسین ہزیمت اوٹھا کے بھاگا۔ اثناء دار و گیر میں اسکا بھائی مارا گیا۔ اور اس نے سلطانی لشکر میں جا کے دم لیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۵۱۲ھ کا ہے۔

المسترشد باللہ کی خلافت

ان واقعات کے بعد پندرہویں ربیع الآخر ۵۱۲ھ میں خلیفہ مستظہر باللہ ابو العباس احمد بن مقتدی بامر اللہ ابو القاسم عبد اللہ بن قائم باللہ نے وفات پائی۔ چوبیس برس تین مہینے خلافت کی۔ بعد اس کے اس کا بیٹا المسترشد باللہ ابو منصور فضل سریر خلافت پر متمکن ہوا۔ تیئیس برس ہوئے کہ اسکی ولیعہدی کا اعلان کیا گیا تھا۔ سریر خلافت پر جلوہ افروز ہونے پر اس کے بھائی ابو عبد اللہ محمد، ابو طالب عباس اور اسکے اعمام (چچاؤں) پسران مقتدی وغیرہم نے بیعت کی بعد ازاں فقہاء، قضاۃ ارکین دولت اور امراء سلطنت سے بیعت لیگئی۔ بیعت لینے پر قاضی ابو الحسن داسغانی مامور ہوا تھا۔ اور یہی ان دنوں قلمدان وزارت کا بھی مالک تھا خلیفہ مسترشد نے اسکو اسکے عہدہ پر بحال رکھا۔

قاضیوں میں سے سواے اسکے کہ اسنے خلیفہ مسترشد کیلئے اور قاضی احمد بن ابو داؤد نے واثق کیلئے اور قاضی ابو علی اسمٰعیل بن اسحاق نے معتضد کیلئے بیعت لی تھی اور کوئی قاضی بیعت لینے کا متولی اور منصرم نہیں ہوا۔ بعد چندے خلیفہ مسترشد نے قاضی ابوالحسن دامغانی کو عہدۂ وزارت سے معزول کرکے سلطان محمود کے وزیر ابو شجاع محمد بن ربیب ابو منصور کو مامور کیا۔ بعد ازاں ۵۱۶ھ میں اسکو معزول کرکے بجاے اس کے جلال الدین عمید الدولہ ابو علی بن صدقہ کو قلمدان وزارت مرحمت کیا۔ یہ شخص جلال الدین ابو الرضی بن صدقہ وزیر راشد کا چچا تھا۔

جسوقت اراکین سلطنت خلیفہ مسترشد کی بیعت کر رہے تھے اسکا بھائی امیر ابوالحسن تین آدمیوں کے ساتھ کشتی پر سوار ہوکے مداین چلا گیا اور مداین سے حلہ جا پہونچا۔ دبیس نے اسکی بڑی آؤبھگت کی۔ خلیفہ مسترشد کو اس سے تردد پیدا ہوا۔ دبیس کے پاس کہلا بھیجا "امیر ابوالحسن کو علی بن طراد زینبی نقیب کے ہمراہ دار الخلافت بغداد بھیجدو" دبیس نے معذرت کی "مجھے تعمیل ارشاد والا میں کچھہ عذر نہ تھا لیکن چونکہ امیر ابوالحسن میرے مہمان ہیں اسوجہ سے میں انکو کسی ایسے امر پر مجبور نہیں کرسکتا۔ جو انکی طبیعت کے خلاف ہو" نقیب مذکور نے جب یہ دیکھا کہ خلافت مآب کے نامہ و پیام سے کام نہ چلا تو خود امیر ابوالحسن سے ملا اور اسکو خلافت مآب کی خدمت میں چلنے کی راے دی۔ امیر ابوالحسن نے معذرت کی "مجھے دربار خلافت کی حاضری میں کوئی عذر نہیں ہے لیکن بخوف جان میں اس سے قاصر ہوں ہاں اگر مجھے امان دیجاے تو مجھے کچھہ عذر نہو گا" نقیب مذکور نے دربار خلافت میں اسکی رپورٹ کی خلافت مآب نے امیر ابوالحسن کی درخواست منظور فرمالی۔ لیکن برسقی اور دبیس کے واقعات کچھہ ایسے پیش آگئے کہ جسکی وجہ سے امیر ابوالحسن بارہویں صفر ۵۱۳ھ تک دبیس کے پاس ٹھیرا رہا۔ برسقی اور دبیس کے واقعات کو ہم آیندہ تحریر کرینگے۔

بعد اس کے امیر ابوالحسن بن مستظہر حلہ سے واسط کیطرف گیا اور اسپر قابض و متصرف

ہو گیا اسی اثناء میں خلیفہ مسترشد نے اپنے ولیعہد ابوجعفر منصور بن خلیفہ مسترشد کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھوایا۔ (اسوقت ابوجعفر کی عمر بارہ برس کی تھی) اور تمام ممالک اسلامیہ میں گشتی فرامین مشعر مضمون بالا روانہ کئے۔ دبیس کو لکھ بھیجا "چونکہ امیر ابوالحسن اب تمہارے مہمان نہیں رہے لہذا جہانتک جلد ممکن ہو میرے پاس بھیجدو" چنانچہ دبیس نے ایک فوج امیر ابوالحسن کی گرفتاری کو واسط بھیجی امیر ابوالحسن کو خبر لگ گئی بھاگ کھڑا ہوا۔ فوج نے تعاقب کیا صبح ہوتے ہوتے امیر ابوالحسن کو جاکے گھیر لیا۔ سارا مال واسباب لوٹ لیا۔ اکراد اور اتراک بھاگ گئے۔ امیر ابوالحسن گرفتار کرلیا گیا دبیس کے روبرو پیش ہوا۔ دبیس نے اسکو بعزت واحترام دارالخلافت بغداد روانہ کردیا۔ خلافت مآب نے بھی اس کی عزت کی۔ امن دی اور اپنے خاص محلسرا میں ٹھیرایا۔

ملک مسعود و سلطان محمود

مسعود بن سلطان محمد معہ جیوش بک اتابک بحکم اپنے پدر بزرگ موصل میں ٹھیرا ہوا تھا کہ سلطان محمد کا انتقال ہو گیا اور محمود بجائے سلطان محمد کے سریر آرائے حکومت ہو گیا۔ اسی زمانہ میں خلیفہ مسترشد نے بھی بعد اپنے باپ کے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لی دبیس والی حلہ اسوقت تک اسکا مطیع تھا اور آقسنقر برسقی اسکی طرف سے عراق کا شحنہ تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں آقسنقر برسقی نے ماہ جمادی الاولی ۱۲ھ ۵ میں بقصد حلہ خروج کیا۔ دبیس کو خبر لگی تو اس نے بھی فوجیں جمع کیں۔ عرب اور کردوں کا ایک گروہ مجتمع ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اسکی خبر ملک مسعود تک پہونچی اور یہ بھی بذرایع معتبرہ معلوم ہوا کہ اسوقت عراق اپنے مددگاروں اور حامیوں سے خالی ہے۔ مصاحبوں اور ارباب شورے نے رائے دی کہ موقع اچھا ہے عراق پر حملہ کے قبضہ کر لیجئے۔ کوئی شخص مانع نہو گا۔ ملک مسعود کے دل میں یہ بات آگئی فوجیں آراستہ کر کے عراق کا راستہ لیا۔ اس کے ہمراہ اسکا وزیر فخر الملک ابوعلی بن عمار والی طرابلس، قسیم الدولہ زنگی بن آقسنقر،

(الملک العادل سلطان نور الدین محمود کا دادا) والی سنجار، ابو الہیجاء والی اربل اور کربادی بن خراسان ترکمانی والی بوازیج تھا۔ سفر و قیام کرتے ہوئے جسوقت یہ لوگ عراق کے قریب پہونچے آقسنقر برسقی کو خوف پیدا ہوا۔ کیونکہ جیوش بک ملک مسعود کی ناک کا بال ہو رہا تھا۔ مگر چار و ناچار لشکر کو مرتب کرکے مقابلہ پر آیا۔ ملک مسعود اور جیوش بک کو اسکی خبر لگی۔ گھبرا گئے امیر کربادی کو مصالحت کا پیام لیکے بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ ہملوگ تمہاری مدد کو دبیس کے مقابلہ پر آئے ہیں نہ کہ تم سے جنگ کرنیکو۔ آقسنقر برسقی نے اس عذر کو تسلیم کرلیا۔ فریقین میں اتحاد قایم رکھنے کا معاہدہ ہوا۔ ملک مسعود نے بغداد میں داخل ہوکے دار المملکت میں قیام کیا اور آقسنقر برسقی امیر عماد الدین منکبرس سے جنگ کرنے کو روانہ ہوا۔ امیر منکبرس نے یہ خبر پاکے دجلہ کو عبور کیا اور دبیس بن صدقہ سے سازش کرکے آقسنقر برسقی سے مقابلہ کرنے پہ تل گیا بعد اس کے ملک مسعود نے معہ اپنے ہمراہیوں کے بقصد جنگ دبیس و منکبرس مداین کی جانب کوچ کیا۔ لیکن یہ خبر پاکے کہ دبیس اور امیر منکبرس کے ساتھ عظیم لشکر ہے ملک مسعود آقسنقر برسقی اور جیوش بک وغیرہ لوٹ کھڑے ہوئے۔ نہر صرصر کو عبور کرکے گھاٹوں اور پایاب مقامات کی حفاظت پر فوجیں متعین کیں۔ فریقین کے لشکریوں نے اطراف و جوانب بلاد کی غارتگری پر کمریں باندھ لیں۔ نہر ملک، نہر صرصر، نہر عیسیٰ اور بعض مقامات دجیل کے تاخت و تاراج کر ڈالے گئے۔ خلیفہ مسترشد نے ملک مسعود اور آقسنقر برسقی کے نام ناراضی کا فرمان بھیجا۔ امیر برسقی نے واقعات بالا کا انکار کرکے بغداد کی جانب معاودت کا قصد کیا۔ اسی اثناء میں یہ خبر لگی کہ دبیس اور منکبرس نے ایک عظیم لشکر بسر افسری منصور برادر دبیس اور امیر حسین بن ازبک ربیب منکبرس بغداد کیجانب روانہ کیا ہے۔ آقسنقر برسقی نے اپنے بیٹے عز الدین مسعود کو بجائے اپنے امیر لشکر بناکے صرصر میں چھوڑا عماد الدین زنگی بن آقسنقر کو ہمراہ لیا اور نہایت تیزی سے طے مسافت کرکے بغداد پہونچا اور منکبرس و دبیس کے لشکر کو عبور کرنے سے روک دیا۔ بعد ازاں مابین منکبرس اور ملک مسعود

مصالحت ہو گئی۔

آقسنقر برسقی یہ خبر پاکے ملک مسعود کے لشکر میں آیا۔ اپنا مال و اسباب لے کے بغداد کیجانب لوٹا اور بغداد میں پہونچکے ایک سمت میں پڑاؤ کیا۔ بعد اس کے ملک مسعود اور جیوش بیک نے بھی بغداد میں داخل ہوکے دوسری جانب اپنے اپنے خیمے نصب کرائے اسی اثنا میں وبیس اور منکبرس بھی پہونچ گئے۔ انہوں نے ایک جانب قیام کیلئے منتخب کیا۔ چونکہ آقسنقر برسقی اپنے حُسن اخلاق کی وجہ سے اہل بغداد کی آنکھوں میں محبوب تھا اسوجہ سے جونہی آقسنقر برسقی بغداد میں داخل ہوا ہوا خواہوں اور ہمراہیوں کا جمگھٹا ہو گیا۔ ایک مدت تک یہ سب بغداد میں مقیم رہے ہر طرح کی چہل پہل رہی۔ دلوں کی صفائی ہوئی۔ غبار جاتا رہا۔ بعد چندے منکبرس کو بغداد کی شحنگی عطا ہوئی۔ دبیس نے حلہ کی جانب مراجعت کی۔ منکبرس نے ظلم و تعدی کا ہاتھ بڑھایا۔ اہل بغداد سے بہ سختی پیش آنے لگا۔ اس کے ہمراہیوں اور مصاحبوں نے بھی فتنہ و فساد کے دروازے کھول دیئے۔ تا آنکہ رعایا میں برہمی پیدا ہو گئی۔ سلطان محمود کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے اسکو بلا بھیجا۔ پس یہ تو سلطان محمود کی طرف روانہ ہوا اور لوگوں کو اسکے ظلم و ستم سے نجات ملی۔

ملک طغرل اور سلطان محمود کی ناصافی

ملک طغرل کو اس کے باپ سلطان محمد نے ۵۰۴ھ میں ساوہ اور زنجان کی حکومت عنایت فرمائی تھی اور امیر شیرگیر کو اس کا اتابک (اتالیق) مقرر کیا تھا تھوڑے دنوں میں اس نے فرقہ اسماعلیہ کے اکثر قلعات کو فتوح کر لئے جس سے ملک طغرل کا دائرہ حکومت وسیع ہو گیا۔ پس جب سلطان محمد کا انتقال ہوا تو سلطان محمود نے امیر کبتغری کو ملک طغرل کا اتابک مقرر کرکے روانہ کیا۔ اور یہ ہدایت کر دی کہ ملک طغرل کو جس طرح ممکن ہو میرے پاس بھیج دینا۔ امیر کبتغری نے ملک طغرل کے پاس پہونچکے سلطان محمود کا پیام

ملک طغرل تک پہونچا دیا مگر درپردہ ملک طغرل کو اس کے بھائی سلطان محمود کی
بدظن کر دیا۔ اسی وجہ سے ملک طغرل نے ۵۱۳ھ میں سلطان محمود کی مخالفت
سلطان محمود کو اسکی اطلاع ہوئی۔ امیر شرف الدین انوشیروان بن خالد کو تیس
اور گراں بہا تحائف اور خلعت لیکے ملک طغرل کے پاس روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا
میرے پاس چلے آؤگے تو میں تمکو خاطر خواہ حکومت عنایت کرونگا۔ امیر شرف
ملک طغرل سے ملنے بھی نہ پایا تھا کہ امیر کبتغدی نے یہ جواب دیدیا "وہ ہملوگ
کی اطاعت و فرمانبرداری میں بجان و دل موجود ہیں۔ فوج بھی ہمارے ساتھ ہے
طرف سلطان کا قصد ہو ہم آگے بڑھنے کو طیار ہیں" سلطان محمود اس جواب
روانگی زنجان ہمدان سے ماہ جمادی الاولی ۵۱۳ھ میں دس ہزار کی جمعیت
ہوا۔ پرچہ نویسوں نے کبتغدی کو سلطان محمود کی روانگی سے مطلع کیا پس
معہ ملک طغرل کے قلعہ سرجہان چلا گیا۔ اور سلطان محمود نے لشکرگاہ زنجا
پہونچکے لوٹ لیا۔ ملک طغرل کے خزانہ سے تین لاکھ دینار ہاتھ لگے۔ چند سے
رے کیجانب کوچ کیا اور کبتغدی معہ ملک طغرل کے سرجہان سے گنجہ چلا آیا۔ ہوا
اور ہمراہیوں نے بھی یہ خبر پاکے گنجہ کا قصد کیا۔ چند دنوں میں ملک طغرل کی قو
بڑھ گئی۔ اور دونوں بھائیوں کی منافرت اور کشیدگی مضبوط اور ترقی پذیر ہوگئی

جنگ سنجر و سلطان محمود

ملک سنجر زمانہ حکومت سلطان محمد سے خراسان اور ماورا
کرسی حکومت پر متمکن تھا پس جسوقت سلطان محمد نے وفات
تو سنجر کو اپنے بھائی کے انتقال سے بیحد صدمہ ہوا۔ کئی روز تک بازار اور شہر بند ر
خطیبوں کو سلطان محمود کے محاسن، آثار، قتال باطنیہ اور ٹیکس وغیرہ موقوف
ذکر کرنے کا حکم دیا۔ بعد ازاں ... لگی کہ بجائے سلطان محمد کے اسکا بیٹا محمود مسند
جلوہ افروز ہوا ہے اور امرا و ارکین دولت نے اسکو دبا لیا ہے۔ ملک سنجر

خبر کے سننے سے ناراضی پیدا ہوئی بلاد جبل اور عراق کا قصد کیا جو اس کے بھتیجے سلطان محمود کے قبضہ میں تھا۔

ملک سنجر پہلے اپنے کو ناصر الدین کے لقب سے ملقب کرتا تھا بعد انتقال سلطان محمد کے معز الدین کا لقب اختیار کیا جو اس کے باپ سلطان ملکشاہ کا لقب تھا۔

سلطان محمود نے یہ سنکے کہ میرا چچا سنجر بقصد عراق اور بلاد جبل آرہا ہے شرف الدین انوشیروان بن خالد اور فخر الدین طغایرک بن الیزن کو تحائف و ہدایا دیکے سنجر کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا "آپ مازندران چھوڑ کر چلے جائیے اس کے معاوضہ میں دو لاکھ سالانہ ادا کیا کرونگا" سنجر نے اسپر کچھ التفات نہ کی رے کا قصد کیا اور یہ جواب دیا "محمود ابھی صاحبزادہ ہے اسپر اسکا وزیر ابو منصور اور علی بن عمر امیر حاجب حکومت کر رہا ہے اور مجھے یہ گوارا نہیں ہے" شرف الدین اور فخر الدین اپنا سا منہ لیکے رہ گئے اور سنجر نے روانگی کا حکم دیدیا۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر انز تھا۔ سلطان محمود نے بھی یہ خبر پاکے مقابلہ کی طیاری کی۔ علی بن عمر کو (جو اسکا اور نیز اس کے باپ کا امیر حاجب تھا) دس ہزار سواروں کی جمعیت سے سنجر کے روکنے کو روانہ کیا اور خود رے میں مقیم رہا جسوقت علی بن عمر بمقام جرجان میں سنجر کے مقدمۃ الجیش کے قریب پہونچا (جسکا سردار امیر انز تھا) تو اس نے اسے یہ نرمی و ملاطفت کہلا بھیجا "اے امیر انز تمکو سلطان محمد کی وصیت یاد ہوگی کہ اس نے یہ سمجھ کے کہ میرا بھائی سنجر میرے بیٹے محمود اور اسکی سلطنت کی حفاظت کریگا ہم لوگوں سے سنجر کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حلف لیا تھا اور ہم اس وقت تک اسی عہد و پیمان پر قائم ہیں کہ جب وہ ہماری حکومت و سلطنت کے زوال پر کمر باندھیگا تو ہم اس عہد و پیمان کو پورا نہ کرسکینگے۔ تمکو یہ معلوم ہے کہ ہمارے لشکر کی تعداد تمہارے لشکر سے دوچند سہ چند ہے باعتبار قوت و مردانگی اور تجربہ کاری کے ہماری

فوج تمہاری فوج سے بدرجہا زیادہ ہے"۔ امیر اتز واس پیام سے ایسا متاثر ہوا کہ بلا جدال و قتال جرجان سے لوٹ کھڑا ہوا۔ سلطان محمود کے لشکریوں نے کچھ دور تک متابعت کی اور فایدہ کے ساتھ واپس آئے۔ بعدازاں علی بن عمر بھی سلطان محمود کی خدمت میں واپس آیا۔ کل حالات عرض کئے سلطان محمود نے علی بن عمر اور اس کے لشکریوں کا شکریہ ادا کیا۔

علی بن عمر نے بنظر مصلحت سلطان محمود کو رے میں مقام کرنے کی رائے دی۔ سلطان محمود نے منظور نہ کیا۔ ابھی سفر درست کرنے نہ پایا ان کا رسم تھا لیا جرجان میں پہونچتے ہی امیر منکبرس شحنہ بغداد و عراق نے دس ہزار سواروں کی جمعیت سے آ پہونچا امیر منصور بن صدقہ برادر دبیس اور امرا ایلغازی آ گئے۔ سلطان محمود نے ان لوگوں کے اجتماع کے بعد ہمدان کیطرف کوچ کیا۔ ہمدان میں اسکا وزیر ربیب مر گیا تھا۔ تب اسکے ابوطالب سمیری کو قلمدان وزارت سپرد کیا۔

سلطان محمود کے رے سے روانہ ہونے کے بعد ہی ملک سنجر بیس ہزار فوج سے رے پر آ دھمکا علاوہ اور سامان جنگ۔ اٹھارہ جنگی ہاتھی تھے۔ امراء کبار سے ابن امیر ابوالفضل والی سجستان، خوارزم شاہ محمد، امیر انز اور امیر قماج تھا۔ علاء الدولہ گرشاسف بن فرامرز بن کاکویہ والی یزد بھی آ ملا۔ یہ سلطان محمود و سنجر کی بہن کا داماد تھا مگر سلطان محمد کے ساتھ اسکو اختصاص ذاتی تھا۔ بعد وفات سلطان محمد سلطان محمود نے اسکو طلب کیا کسی وجہ سے حاضری میں تاخیر ہوئی سلطان محمود نے اس کے صوبہ کو قراجہ ساقی کے حوالہ کر دیا۔ (جو بعد اس کے فارس کا حکمران ہوا) اس اثنا میں علاء الدولہ ملک سنجر کے پاس چلا گیا۔ سلطان محمود کا کچا حال بتلایا۔ اس کے ہمراہیوں کے اختلافات اور باہمی نفاق سے آگاہ کیا۔ رعایا اور ملک کی تباہی کے حالات ظاہر کئے۔ چنانچہ سنجر نے ہمدان سے سلطان محمود پر فوجکشی کی تیس ہزار فوج سلطان محمود کے

رکاب میں تھی۔ امرا کبار سے علی بن عمر امیر حاجب و امیر منکبرس و غز غلی اتابک و بنی برسق سنقر بخاری اور قراجا ساقی وغیرہ ہمراہ تھے ان لوگوں کے ساتھ نو سو سلح جنگ آور تھے۔ مقام ساوہ پر ماہ جمادی الاولی ۵۱۳ھ میں سلطان محمود اور سنجر (یعنی چچا اور بھتیجہ) کا مقابلہ ہوا۔ ابتداءً ملک سنجر کا لشکر شکست کھا کے بھاگا مگر ملک سنجر معہ اپنے مصاحبوں کے ہاتھیوں کے صف میں کھڑا ہوا اڑا رہا اور سلطان محمود اپنی فوج کو لئے ہوئے بڑھا آتا تھا۔ جونہی ملک سنجر نے ہاتھیوں کو بڑھایا اس کے ہزیمت خوردہ لشکر نے بھی یہ خیال کرکے کہ سلطان محمود کو ہزیمت ہوگئی ہے پلٹ کر سلطان محمود کے لشکر پر پیچھے سے حملہ کردیا سلطان محمود کا لشکر اس اچانک حملہ سے گھبرا کے بھاگ کھڑا ہوا۔ غز غلی اتابک گرفتار ہوگیا۔ ملک سنجر نے کامیابی کے بعد ہمدان کی جانب معاودت کی۔

اس واقعہ کی خبر دار الخلافت بغداد میں پہونچی۔ امیر دبیس بن صدقہ نے خلیفہ مسترشد سے سلطان سنجر کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی تحریک کی۔ خلافت مآب نے اجازت دیدی۔ چھبیسویں ماہ جمادی الاولی ۵۱۳ھ میں سلطان محمود کے نام کا خطبہ موقوف ہوکر سلطان سنجر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

سلطان محمود نے ہزیمت اٹھا کے اصفہان میں جاکے دم لیا اس کے ہمراہ اسکا وزیر ابو طالب سمیری و امیر علی بن عمر اور قراجا ساقی وغیرہم تھے رفتہ رفتہ اسکا لشکر بھی اس کے پاس آکے مجتمع ہوگیا جس سے اس کے قوائے مضمحل میں توانائی پھر عود کر آئی۔ ملک سنجر کو اسکی خبر لگی تو اس نے اپنی کمی فوج سے خائف ہو کے سلطان محمود سے دربارہ مصالحت خط و کتابت شروع کی۔ اس مصالحت کی محرک ملک سنجر کی ماں سلطان محمود کی دادی تھی۔ گفتگوئے مصالحت شروع ہونے کے بعد آق سنقر برسقی شحنہ بغداد آپہونچا یہ ملک مسعود کے پاس آذربیجان میں اسوقت سے تھا جب سے کہ وہ بغداد سے واپس آیا تھا اس اثناء میں سلطان محمود کے پاس سے وہ قاصد واپس آیا جو پیام مصالحت لے کے

گیا ہوا تھا سلطان محمود کے امراء نے یہ شرط پیش کی کہ ملک سنجر خراسان کیجانب معاودت کر جائے تو مصالحت کیجائیگی۔ ملک سنجر نے اس شرط کو منظور نہ کیا سامان سفر درست کرکے ہمدان سے کرج کیطرف کوچ کیا تھوڑی دور گیا ہوگا کہ سلطان محمود کا قاصد یہ پیام لیکے آیا کہ مصالحت اس شرط سے کیجاتی ہے کہ آپ مجھے اپنا ولیعہد بنا لیجئے۔ ملک سنجر نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ فریقین نے آیندہ اتحاد و مراسم قائم رکھنے کی قسمیں کھائیں۔ بعد اسکے سلطان محمود اپنے چچا ملک سنجر سے ملنے کو آیا اور اسکی ماں اپنی دادی کے مکان پر فروکش ہوا۔ پیش بہا ہدایا و تحائف پیش کئے۔ ملک سنجر نے بھی اپنے تمام ممالک محروسہ خراسان، غزنین اور ماوراءالنہر وغیرہ میں گشتی فرامین اس مضمون کے بھیجدئے کہ خطبوں میں میرے نام کے بعد سلطان محمود کا نام داخل کر لیا جائے۔ اسی مضمون کی عرضی دارالخلافت بغداد میں روانہ کی۔ اور کل شہروں کو جنپر زمانہ جنگ میں قبضہ حاصل کر لیا تھا سلطان محمود کو لوٹا دیا۔ صرف رے پر اس خیال سے کہ مبادا آیندہ سلطان محمود پھر سرکشی نہ کرے اپنا قبضہ و اقتدار قائم رکھا۔

ان واقعات کے بعد سلطان محمود نے امیر منکبرس شحنہ بغداد کو موت کی سزا دی امیر منکبرس سلطان محمود کے ہمراہیوں میں سے تھا اور یہ بھی سلطان محمود کے ساتھ ملک سنجر کی لڑائی میں شکست کھا کر بغداد کیطرف بھاگا تھا۔ لیکن دبیس بن صدقہ نے بغداد میں داخل ہونے سے روکا۔ مجبوراً لوٹ کھڑا ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ دونوں چچا بھتیجہ (یعنی ملک سنجر و سلطان محمود) میں مصالحت ہو گئی تھی اس کے بعد امیر منکبرس ملک سنجر کے پاس گیا امن کی درخواست کی ملک سنجر نے امن دینے سے انکار کیا اور اسکو اپنے ایک معتمد ملازم کے ساتھ سلطان محمود کے پاس بھیجدیا چونکہ سلطان محمود اسکے حرکات ناپسندیدہ اور خود سری سے ناراض تھا اور اسکے خلاف مرضی شحنگی بغداد پر قبضہ کر بیٹھا تھا۔ دیکھتے ہی منکبرس کو دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور سزا سے

بموت کا حکم دیا۔

اسی ۵۲۱ھ میں ملک سنجر نے مجاہد الدین بہروز کو شحنگی عراق پر واپس فرمایا اس سے پہلے دبیس بن صدقہ کا نائب اس عہدہ پر مامور تھا۔ جو مجاہد الدین کی تقرری سے معزول کیا گیا۔ سلطان محمود کا حاجب "علی بن عمر" اسی سنہ میں مارا گیا۔ یہ اپنے کارنمایاں کیوجہ سے سلطان محمود کی ناک کا بال ہو رہا تھا۔ سارا لشکر اسکا مطیع تھا سرداروں اور امیروں کو یہ شاق گذرا لگا نے بجھانے لگے۔ علی بن عمر کو اس سے خطرہ پیدا ہوا بخوف جان قلعہ برجین کو بھاگ گیا۔ جو یزدجرد اور کرج کے درمیان میں تھا اور یہیں اسکے اہل وعیال تھے اور مال واسباب تھا۔ دو چار روز قیام کرکے خوزستان کا رستہ لیا۔ خوزستان پر اقبوری بن برسق قابض تھا علی اس سے لپنے امن کا عہد وپیمان لیکے خوزستان کے حدود میں داخل ہوا جسوقت تستر میں پہونچا اقبوری نے ایک فوج علی کی گرفتاری کو بھیجدی۔ علی نے مستعدی سے مقابلہ کیا۔ انجام یہ ہوا کہ اقبوری کی فوج نے علی کو گرفتار کرلیا۔ اقبوری نے سلطان محمود سے علی کی بابت استفسار کیا سلطان محمود نے علی کے قتل کا حکم بھیجدیا چنانچہ اقبوری نے علی کا سر اوتار کے سلطان محمود کے پاس روانہ کردیا۔

ملک مسعود و سلطان محمود جسوقت سے سلطان محمود نے اپنے بھائی ملک مسعود سے مصالحت کرلی تھی اسی زمانہ سے ملک مسعود نے اذربیجان اور موصل کو اپنا مقر حکومت قرار دیا تھا۔ آقسنقر برسقی شحنگی بغداد سے علیحدہ ہو کر ملک مسعود کے پاس آگیا تھا ملک مسعود نے اسکو علاوہ رحبہ کے مراغہ جاگیر میں عنایت کیا تھا مگر دبیس بن صدقہ کو یہ مصالحت پسند نہ تھی اسکی تفرقہ انداز طبیعت یہ چاہتی تھی کہ ملک مسعود اور سلطان محمود میں کچھ نہ کچھ چھیڑ چلی جائے تو عزت وتسلط حاصل کرنے کا موقع ہاتھ آئے اس مقصود کے حاصل کرنے کی غرض سے جیوش بک اتابک سے خط وکتابت شروع کی اور اس

خط وکتابت کو سلطان محمود کیطرف منسوب کیا۔ آئے دن یہ لکھنے لگا "برسقی کو گرفتار کرکے
میرے پاس بھیجدو۔ اس خدمت کی صلہ میں بیحد روپیہ میں تمکو دونگا" کسی ذریعہ سے
برسقی کو اسکی خبر لگ گئی ملک مسعود کی ترک رفاقت کرکے سلطان محمود کی خدمت میں
آرہا۔ سلطان محمود نے اسکی اسدرجہ عزت افزائی کی کہ اسی کی رائے سے امور سلطنت کو
انجام دینے لگا۔ دبیس کا مقصود جب اس سے حاصل نہوا تو اس نے جوش بکے سے اس
امر کی سلسلہ جنبانی شروع کی کہ تم ملک مسعود کی شاہی کا اعلان کردیں تمہارا ساتھ دونگا
مقصود اس سے یہ تھا کہ جس طرح میرے باپ (صدقہ) نے دونوں سلطانوں برکیارق
اور محمد پسران ملک شاہ کی باہمی نزاعات سے فائدہ حاصل کیا تھا اسی طرح میں بھی ان
دونوں بھائیوں ملک مسعود و سلطان محمود کی مخالفت و منافرت خنگی سے مستفید ہوں۔
ابو المؤید محمد بن ابو اسمٰعیل حسین بن علی اصفہانی سلطان محمود کا سکریٹری تھا۔ اور یہی
فرامین شاہی کی پیشانی پر شاہی طغرے لکھا کرتا تھا انہیں دنوں اسکا باپ ابو اسمٰعیل حسین
اصفہان سے بہ تلاش معاش ملک مسعود کی خدمت میں پہونچا۔ ملک مسعود نے اپنے وزیر
ابو علی بن عمار والی طرابلس کو معزول کرکے بجائے اس کے سنہ ۵۱۳ھ میں ابو اسمٰعیل کو عہدۂ
وزارت سے سرفراز کیا۔ پھر کیا تھا سونے میں سہاگا ملگیا۔ دبیس جس امر کی تحریک ایک مدت
سے کر رہا تھا۔ وہ نہایت سرعت کی اور خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہوگیا۔ دبیس اور ابو اسمٰعیل
نے مل جلکے ملک مسعود کی پیٹھ ٹھونک دی رفتہ رفتہ سلطان محمود کو اسکی اطلاع ہوئی
دبیس اور ابو اسمٰعیل کو تہدید کا خط لکھا۔ اپنی سطوت و جاہ سے ڈرایا۔ ان لوگوں
نے ذرہ بھر بھی اسکی پرواہ نہ کی۔ علم مخالفت بلند کرکے ملک مسعود کی شاہی کا اعلان کیا
جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ سلامتی کی نوبتیں بجنے لگیں۔ یہ واقعہ
سنہ ۵۱۴ھ کا ہے۔۔

سلطان محمود کا لشکر ان دنوں بلاد مختلفہ میں منتشر و متفرق تھا۔ ان لوگوں کو

طمع دامنگیر ہوئی موقع مناسب تصور کرکے فوجکشی کردی استرآباد میں پندرہویں ربیع الاول
سنہ ۵۱۳ھ کو دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا۔ سلطان محمود کے مقدمۃ الجیش کا کمانیر برسقی
تھا۔ اس معرکہ میں برسقی نے بڑے بڑے کارنمایاں کیئے کئی بار خطرناک حالتوں میں
مبتلا ہوا اور پھر اپنی جان توڑ کوششوں سے نجات پایا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔
شب ہوتے ہوتے ملک مسعود کا لشکر شکست کھا کے بھاگا۔ ایک گروہ گرفتار کر لیا گیا۔
جس میں ملک مسعود کا وزیر استاذ ابواسماعیل طغرائی بھی تھا سلطان محمود نے اس الزام میں
کہ اس شخص کا عقیدہ فاسد ہے قتل کا حکم دیدیا۔ ایک برس اس نے وزارت کی۔
ادیب، شاعر اور صاحب تصانیف کثیرہ تھا۔ علم الکیمیا میں اس کی متعدد تصانیف ہیں۔
ملک مسعود نے شکست کھانے کے بعد ایک پہاڑ پر جاکے پناہ لی جو میدان جنگ سے
اٹھارہ کوس کے فاصلہ پر تھا اور اپنے بھائی سلطان محمود کے پاس امان کا پیام بھیجا۔
سلطان محمود نے برسقی کو امان نامہ لیکے ملک مسعود کے پاس دربار شاہی میں حاضر کرنے کی
غرض سے روانہ کیا۔ اس اثناء میں اس کے بعض امرا بھی اس سے جا ملے اور انہوں نے
یہ مشورہ دیا کہ موصل میں چلکے قیام کیجئے اور وہیں سے امداد لیکے سلطان محمود کے
مقابلہ میں پھر آئیے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی گئی ہوئی حکومت و سلطنت واپس مل جائیگی
ملک مسعود نے بے غور و فکر کئے ہوئے اس مشورہ کے مطابق موصل کی جانب کوچ کر دیا
اس کے بعد برسقی پہونچا ملک مسعود کو نہ پایا۔ دریافت کرکے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ تیس
کوس سفر طے کرکے ملک مسعود سے ملا سلطان محمود کا امان نامہ دیا۔ اور سمجھا بجھا کے
واپس لایا۔ جونہی سلطان محمود کے لشکر کے قریب پہونچا سلطان محمود نے معہ اپنے
لشکر کے استقبال کیا گلے لگایا۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔

جیوش بک اتابک بھی شریک جنگ تھا۔ بوقت ہزیمت ملک مسعود سے بچھڑ گیا۔
بھاگ کے موصل پہونچا۔ فوجیں فراہم کیں اتنے میں ملک مسعود اور سلطان محمود کی

مصالحت کی خبر مشہور ہوئی۔ موصل سے زاب کی طرف کوچ کیا۔ اس عرصہ میں سلطان
محمود بھی ہمدان میں آ اترا۔ جیوش بک اتابک نے امن کی درخواست کی سلطان محمود
نے امن دی اور بعزت و احترام پیش آیا۔ باقی رہا دبیس۔ وہ اس وقت عراق میں تھا۔
جس وقت اسکو ملک مسعود کی ہزیمت کا حال معلوم ہوا۔ قتل و غارتگری شروع کر دی شہر
کے شہر ویران کر ڈالے۔ خلیفہ مسترشد نے مخالفت کی دبیس نے کچھ توجہ نہ کی۔ تب خلیفہ
مسترشد نے سلطان محمود کو دبیس کے حالات لکھے سلطان محمود نے اسکو ان افعال و حرکات
سے باز آنے کی ہدایت کی۔ دبیس اسپر بھی ملتفت نہوا۔ بلکہ لشکر آراستہ کر کے باظہار اس
امر کے کہ میں اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہوں بغداد پر دھاوا کر دیا اور دارالخلافت
کے مقابلہ پر پہونچ خیمہ نصب کرایا خلافت مآب کو دھمکی دینا شروع کی۔ مگر پھر کچھ سوچ
سمجھ کے دارالخلافت سے لوٹ کھڑا ہوا۔ بعد اس کے ماہ رجب میں سلطان محمود
دارالخلافت بغداد میں وارد ہوا دبیس نے براہ تملق و چاپلوسی سلطان محمود کو
خوش کرنے کی غرض سے اپنی بیوی دختر ایلغازی و لہ بن [illegible] کو تحائف و ہدایا لیکے شاہی
دربار میں بھیجا۔ مصالحت کا پیام دیا۔ سلطان محمود نے اسکو ہوش میں لانے کی غرض
سے فوجیں مرتب کر کے ماہ شوال سنہ ۵۱۷ھ میں چڑھائی کر دی۔ دریا عبور کرنے کو ایک ہزار
کشتیاں اپنے ہمراہ لیں۔ دبیس کو اسکی خبر لگی گھبرا گیا امن کی درخواست کی۔ معذرت
کی عرضداشت بھیجی سلطان محمود نے اسکی درخواست منظور فرمائی۔ چونکہ دبیس کو
وقت ٹالنا اور سلطان محمود کو دھوکا دینا مقصود تھا۔ بعد حصول امن اپنے اہل و عیال
اور مال و اسباب کو بطیحہ بھیج دیا اور بذات خاص ایلغازی کے پاس جا کے پناہ گزین
ہو گیا۔ دبیس کی روانگی کے بعد سلطان حلہ میں داخل ہوا ایک شب یہیں لشکر آیا
شب بھر قیام کر کے مراجعت کر دی۔

دبیس نے بعد چندے اپنے بھائی منصور کو اطراف و جوانب کے امراء کے پاس

بھیجا اور ان لوگوں کے ذریعہ سے سلطان محمود سے مصالحت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر اسکی آرزو پوری نہوئی۔ تب منصور نے اپنے بھائی دبیس کو عراق میں بلا بھیجا چنانچہ دبیس نے ۵۱۵ھ میں قلعہ جعبر سے حلہ کیطرف کوچ کیا اور بآسانی اسپر قابض و متصرف ہوگیا۔ دربار خلافت اور سلطان محمود کی خدمت میں معذرت نامہ بھیجکے آیندہ اطاعت اور فرمانبرداری کا وعدہ کیا جسکو خلافت مآب نے منظور نہ فرمایا اور نہ حکومت پناہ نے قبولیت کی نظر سے دیکھا۔ بلکہ لشکر آراستہ و مرتب کرکے بسرافسری سعدالدولہ بن تتش حلہ کیجانب روانہ کردیا جوں ہی یہ لشکر حلہ کے قریب پہونچا دبیس حلہ چھوڑ کے بھاگ گیا۔ سعدالدولہ نے حلہ میں داخل ہوکے اپنی رکاب کی فوج کو دو حصوں پر تقسیم کیا ایک حصہ کو حلہ میں ٹھرایا دوسرے حصہ کو کوفہ میں پڑاؤ کرنیکا حکم دیا اس ناکہ بندی سے دبیس سخت چپقلش میں گرفتار ہوگیا مجبور ہوکے پھر معافی کا خواستگار ہوا۔ اطاعت و فرمانبرداری کا عہد و پیمان کیا۔ بعد رد و کد کے اسکا بھائی منصور بطور فعل ضمانی کے شاہی لشکر میں نظربند کرلیا گیا۔ چنانچہ ۵۱۶ھ میں شاہی لشکر نے بغداد کی جانب مراجعت کی۔

برسقی اور ایلغازی کو جاگیریں مرحمت ہوئیں

چونکہ آقسنقر برسقی گذشتہ جنگوں میں سلطان محمود کے ہمرکاب تھا اور اس نے ملک مسعود کو سمجھا بوجھا کے شاہی اطاعت پر صرف مائل اور آمادہ نہیں کیا تھا بلکہ شاہی دربار میں لاکے حاضر کردیا تھا اسوجہ سے سلطان محمود، آقسنقر برسقی کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا جسوقت جیوش بک (ملک مسعود کا وزیر) موصل سے سلطان محمود کی خدمت میں آگیا اور صوبہ موصل کی امارت خالی ہوئی سلطان محمود نے آقسنقر برسقی کو ۵۱۵ھ میں موصل کو بطور جاگیر مرحمت فرمایا اور عیسائیوں پر جہاد کرنیکا حکم دیا۔ ایک مدت دراز تک آقسنقر اور بنی آقسنقر اس خدمت کو انجام دیتے رہے جیسا کہ ان کے حالات علیحدہ بیان کئے جائینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بعد اس کے امیر ایلغازی بن ارتق نے اپنے بیٹے حسام الدین تمرتاش کو سلطان محمود کی خدمت میں دبیس بن صدقہ کی سفارش کرنے کو روانہ کیا۔ حسام الدین تمرتاش نے دربار شاہی میں حاضر ہو کے تحائف اور ہدایا پیش کئے دبیس کیطرف سے ایکہزار دینار یومیہ اور چند راس گھوڑے دینے کا اقرار کیا مگر اتفاق سے یہ معاملہ طے نہوا۔ قبل مراجعت سلطان نے حسام الدین کے باپ امیر ایلغازی کو شہر میافارقین جاگیر میں عنایت کیا۔ میافارقین امیر سقمان والی خلاط کے قبضہ میں تھا امیر ایلغازی نے میافارقین کو اسی کے قبضہ میں رہنے دیا۔ پس یہ شہر اسوقت سے اس کے اور اس کے بیٹوں ہی کے قبضہ میں رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین یوسف بن نجم الدین ایوب نے ۵۸۰ھ میں ان کے قبضہ سے نکال لیا جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا جائیگا

ملک طغرل اور سلطان محمود کی مصالحت

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ ملک طغرل نے ساعرہ اور زنجان میں بسازش و تحریک اپنے اتابک کنتغری سلطان محمود کی مخالفت کا اعلان کیا تھا اور یہ کہ سلطان محمود نے جب زنجان کا قصد کیا تو ملک طغرل اور اتابک کنتغری نے زنجان کو چھوڑ کے گنجہ کا راستہ لیا۔ گنجہ میں اس کے بچھڑے ہوئے ہمراہی بھی آملے۔ فوجیں بھی اکٹھی ہو گئیں جس سے اسکا شوق ملک گیری پھر ترقی پذیر ہو گیا۔ چنانچہ سلسلہ فتوحات کے آغاز کرنے کی غرض سے اذربیجان کیطرف کوچ کیا اس اثنا میں اسکا اتابک کنتغری ماہ شوال ۵۱۵ھ میں مر گیا۔ آقسنقر احمد یلی والی مراغہ کو کنتغری کی قائم مقامی کی طمع دامنگیر ہوئی۔ سلطان محمود سے اپنے صوبہ مقبوضہ کیطرف جانے کی اجازت حاصل کی اور بغداد سے نکلکے ملک طغرل کے پاس جا پہونچا۔ دم بھی دیکے ملک طغرل کو مراغہ کی جانب لیچلا۔ کوچ و قیام کرتے ہوئے اردبیل پہونچے۔ والی اردبیل نے شہر میں داخل ہونے نہ دیا۔ مجبوراً تبریز کا راستہ لیا۔ تبریز پہونچکے یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان محمود نے جیوش بک کو اذربیجان

مرحمت فرماکے معہ ایک عظیم فوج کے روانہ کیا ہے اور جیوش بک معہ اپنی رکاب کی فوج کے مراغہ تک پہونچگیا ہے - یہ سُنتے ہی فسخ عزیمت کرکے قیام کردیا - والی زنجان سے دربارہ اعانت وامداد خط وکتابت کی والی زنجان نے امداد کا وعدہ کیا اور اس کے ہمراہ ابہر کی جانب روانہ ہوا مگران مواعید اور عہود کی خواب وخیال سے زیادہ وقعت نہ تھی جس قصد سے یہ سب متفق ہوکے روانہ ہوئے تھے ایک بھی پورا ہوتا نظر نہ آیا - بدرجہ مجبوری سلطان محمود کو معذرت کا خط تحریر کیا مصالحت کی درخواست کی - اطاعت وفرمانبرداری کی قسم کھائی - چنانچہ اوائل سنہ ۵۱۶ھ میں دونوں بھائیوں میں صفائی ہوگئی -

جیوش بک جو سلطان محمود کیطرف سے فوج لیکے ملک طغرل کے مقابلہ پر آیا ہوا تھا اسپر یہ گذری کہ اس سے اور اس کے امراء لشکر سے اَن بَن ہوگئی - رفتہ رفتہ یہ منافرت وکشیدگی اس حد تک پہونچی کہ امراء لشکر نے سلطان محمود کو اسکی جانب سے بدظن کردیا - چنانچہ سلطان محمود نے اسی سنہ کے ماہ رمضان میں بمقام تبریز میں اسکی زندگی کا اپنی تیز تلوار سے خاتمہ کرکے فرش قبر پر موت کی نیند سُلادیا -

جیوش بک ترکی النسل سلطان محمد کا غلام تھا - عادل، منکسر مزاج، عاقل اور سیاست وآئین ملکداری سے بخوبی واقف تھا جسوقت اسکو موصل وجزیرہ کی حکومت ملی تھی ان دنوں اس صوبہ میں کردوں نے ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا - راہ چلنا دشوار تھا - دن دہاڑے مسافر لوٹ لئے جاتے تھے - امن وآمان کا کہیں نشان نہ تھا - اکثر قلعات پر انہیں کردوں کا قبضہ تھا - رعایا سخت مصیبت میں گرفتار تھی - جیوش بک نے موصل کی کرسی حکومت پر متمکن ہوتے ہی کردوں پر فوجکشی کردی - اُن کے قلعہ جات کا محاصرہ کرلیا - تھوڑے ہی دنوں میں بہت سے قلعے شہر ہکاریہ، شہر زوزان، شہر نسویہ، اور شہر بخنسہ کے بزور تیغ مفتوح کرلئے - کردوں پر اس کے رُعب وداب کا سکہ بیٹھ گیا - مسافر امن وعافیت کے ساتھ سفر کرنے لگے - خلق اللہ کو آسائش ملی -

دبیس کے حالات

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ شاہی لشکر بسر گروہی برسق کرکوی ۵۱۴ھ میں دبیس کو ہوش میں لانے کی غرض سے بھیجا گیا تھا پھر باہم مصالحت ہو جانے اور دبیس کا اپنے بھائی منصور کو بطور نعل ضامنی کے برسق کے پاس قید کرا دینے اور برسق کا معہ منصور کے ۵۱۶ھ میں بغداد واپس آنے کا حال بھی تحریر کر چکے ہیں۔ خلیفہ مسترشد کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو اُسے ایک آنکھ بھی یہ نہ بھایا سلطان محمود کو لکھ بھیجا۔ "دبیس سے کسی طرح مصالحت نہ کیجائے کیونکہ وہ اپنے باپ کا بدلہ لینے بغداد آیا تھا۔ مناسب یہ ہے کہ اسکی سرکوبی کو آقسنقر برسقی کو موصل سے طلب کرکے بغداد و عراق کا شحنہ مقرر کیا جائے" سلطان محمود نے اس تحریک کی بناء پر آقسنقر برسقی کو موصل سے طلب کرکے بغداد کا شحنہ مقرر کیا اور دبیس سے صف آرائی کا بھی حکم دیا۔ اس مرتبہ سلطان محمود کا قیام بغداد میں بہت تھوڑے رہا جوں ہی سلطان محمود نے بغداد سے کوچ کیا دبیس کھُل کھیلا خلافت مآب نے حکم صادر فرمایا کہ آقسنقر برسقی فوراً فوج لیکے حلہ کیجانب روانہ ہو اور دبیس سرکش کو حلہ سے نکال باہر کرے۔ آقسنقر برسقی نے اس حکم کے مطابق اپنی فوج کو موصل سے طلب کرکے حلہ کیطرف روانہ کیا۔ دبیس بھی یہ خبر پاکے مقابلہ پر آیا۔ ایک دوسرے سے گتھ گیا آخرکار لشکر موصل ہزیمت اوٹھا کے ماہ ربیع الآخر ۵۱۶ھ میں بغداد واپس آیا۔

اس مہم میں نصر بن نفیس بن مہذب الدولہ احمد بن ابوالخیر والی بطیحہ اور اس کا چچا مظفر بن عماد بن ابوالخیر بھی شریک تھا۔ چونکہ دونوں میں پہلے سے عداوت تھی اسوجہ سے انہزام لشکر کیوقت مظفر، نصر کو قتل کرکے بطیحہ جا پہونچا اور اوسپر قابض و متصرف ہوکے دبیس کی اطاعت قبول کر لی۔

بعد اس واقعہ کے دبیس نے خلافت مآب کی خدمت میں اظہار اطاعت کیغرض سے عرضداشت روانہ کی اور یہ لکھ بھیجا "خلافت مآب کا میں اسی طرح مطیع ہوں

جیسا کہ اس سے پیشتر تھا اگر اس تابعداری میں کچھ بھی انحراف و سرکشی کا مادّہ ہوتا تو آقسنقر برسقی کا لشکر بغداد سے صحیح و سلامت واپس نہ جاتا۔ خلافت مآب اپنے صرف خاص کے بلاد پر قبضہ کرنے اور اُن پر تصرف جاری و نافذ کرنے کے لئے عمال روانہ فرماویں مگر شرط یہ ہے کہ وزیر جلال الدین بن علی بن صدقہ گرفتار و قید کرلیا جائے، خلیفہ مسترشد نے اس شرط مصالحت کی مطابق اپنے وزیر جلال الدین کو گرفتار کرلیا اس کا برادرزادہ جلال الدین ابوالرضی موصل بھاگ گیا۔ سلطان محمود تک اس واقعہ اور ہزیمت کی خبر پہونچی تو اس نے دبیس کے بھائی منصور کو گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا۔

انہیں دنوں دبیس نے اپنے ہمراہیوں کو اونکی جاگیروں کیطرف جانے کا حکم دیا جو واسط میں تھیں ترکوں نے مزاحمت کی اس بنا پر ادہر دبیس نے ایک فوج بسرافسری مہلہل بن ابوالعسکر ترکوں کی سرکوبی کو واسط کیجانب روانہ کی اور مظفر بن عماد والی البطیحہ کو مہلہل کی کمک کو لکھ بھیجا اُدہر اہل واسط کی کمک پر آقسنقر برسقی نے انکے طلب کرنے پر ایک لشکر بغداد سے بھیجدیا۔ مہلہل نے بلا انتظار مظفر اہل واسط سے لڑائی چھیڑ دی۔ اہل واسط نے پہلے ہی حملہ میں مہلہل کو شکست فاش دیکے گرفتار کرلیا۔ علاوہ اس کے ایک گروہ سرداران لشکر کا گرفتار ہوگیا، مقتولوں اور زخمیوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوگئی اس کے بعد بطیحہ سے مظفر قتل و غارت اور تاخت و تاراج کرتا ہوا واسط کے قریب پہونچا۔ مہلہل کی ہزیمت کا حال سُنکے اولٹے پاؤں لوٹ کھڑا ہوا۔ اہل واسط کو اسکی آمد و واپسی کی خبر ملی تو انہوں نے دبیس کا وہ خط مظفر کے پاس بھیجدیا جو مہلہل کے اسباب سے برآمد ہوا تھا دبیس نے بدستخط خاص اس خط میں مہلہل کو مظفر کے گرفتار کرلینے کو لکھا تھا، مظفر کو اس خط کے دیکھنے سے سخت حیرت دامنگیر ہوئی تھوڑی دیر کے بعد جب کسیقدر طبیعت کو سکون ہوا تو اس نے بھی اہل

واسط سے سازش کرلی اور دبیس سے منحرف و باغی ہوگیا۔

دبیس کو جب یہ خبر لگی کہ اس کے بھائی منصور کو سلطان محمود نے گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا ہے اور اسکی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروادیں ہیں تو وہ بھی علم مخالفت بلند کر کے باغی ہوگیا۔ اس کے صوبہ میں جسقدر خلافت مآب کے گانوں اور املاک تھے سب کو لوٹ کے تاخت وتاراج کردیا۔ ہر چہار طرف ہنگامہ نمونہ حشر برپا ہوگیا۔ امن و عافیت کا نام باقی نہ رہا۔ اہل واسط نے بھی مہلہل کو گرفتار کر کے نعمانیہ کی جانب قدم بڑھایا اور بات کی بات میں دبیس کے ہوا خواہوں کو نعمانیہ سے نکال باہر کردیا۔ خلافت مآب نے آقسنقر برسقی کو جنگ دبیس پر روانہ ہونیکا حکم دیا۔ پس اسنے فوجیں مرتب کیں اور سامان جنگ درست کر کے جنگ دبیس پر روانہ ہوا جیساکہ آیندہ ہم بیان کرینگے۔

بعد ان واقعات کے سلطان محمود نے آقسنقر برسقی کو علاوہ گورنری موصل کے واسط کی بھی سند حکومت عطا کی اس نے عماد الدین زنگی بن آقسنقر کو اپنی طرف سے واسط روانہ کیا۔

وزارت کی تبدیلی

ہم ابھی اوپر بیان کر آئے ہیں کہ دبیس نے اپنے شرائط مصالحت میں وزیر السلطنت جلال الدین ابن علی بن صدقہ کی گرفتاری کو بھی کو شامل کیا تھا۔ چنانچہ خلافت مآب نے اوسکو ماہ جمادی الاول ۵۱۶ھ میں جیساکہ تم اوپر پڑھ آئے ہو گرفتار کرلیا بجائے اس کے شرف الدین علی بن طراد زینبی وزارت کا کام نیابۃً کرنے لگا۔ جلال الدین ابوالرضی برادرزادہ وزیر السلطنت جلال الدین بخوف گرفتاری وقتل موصل بھاگ گیا۔ سلطان محمود کو اسکی خبر لگی تو اس نے نظام الدولہ ابو نصر احمد بن نظام الملک کی وزارت کی سفارش کی اس تعلق سے کہ اس کا بھائی شمس الملک عثمان بن نظام الملک دربار سلطانی میں قلمدان وزارت کا مالک تھا۔۔۔۔[1] خلافت مآب نے سلطان محمود کی سفارش پر نظام الدولہ کو عہدۂ وزارت عطا کیا۔

---

[1] اس مقام پر اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔ مترجم۔

نظام الدولہ وہی شخص ہے جو سنہ ۵۰۰ھ میں سلطان محمد کا وزیر تھا۔ مگر سلطان محمد نے کسیوجہ سے اسکو معزول کر دیا تھا۔ پس یہ اس زمانہ سے بغداد میں خانہ نشین رہا جب اسکو قلمدان وزارت عطا ہوا تو معزول وزیر جلال الدین نے یہ خیال کرکے کہ اب آیندہ یہ عہدہ مجھے نصیب نہوگا خلافت مآب سے سلیمان بن مہارش کے پاس حدیثہ غانہ جانے کی اجازت چاہی خلافت مآب نے اجازت دیدی چنانچہ جلال الدین بغداد کو خیرآباد کہہ کے حدیثہ غانہ کیطرف روانہ ہوا اثنا راہ میں رہزنوں نے سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور قید بھی کرلیا مگر بعد چندے ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ جسکی وجہ سے اسکو قید سے رہائی ملگئی۔ بعدہ سنہ ۵۱۷ھ میں سلطان محمود نے اپنے وزیر شمس الملک کو گرفتار کرکے قید حیات سے سبکدوش کردیا خلیفہ مسترشد نے بھی اس کے بھائی نظام الدولہ ابو نصر احمد کو اپنی وزارت سے معزول کرکے معزول وزیر جلال الدین کو عہدۂ وزارت پر بحال کردیا۔

جنگ دبیس و خلیفہ مسترشد

دبیس نے جنگ برسقی میں عفیف خادم خلیفہ کو گرفتار کرلیا تھا بعدازاں سنہ ۵۱۷ھ میں اسکو رہا کردیا اور ایک خط خلافت مآب کی خدمت میں روانہ کیا جس میں برسقی کو جنگ پر [illegible] اور سلطان محمود کا اس کے بھائی منصور کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروانے پر بغداد کے لوٹنے کی دھمکی دی تھی۔ خلافت مآب کو اس غیر مہذب تحریر کے دیکھنے سے سخت برہمی اور غصہ پیدا ہوا۔ اسیوقت آقسنقر برسقی کو دبیس کی سرکوبی پر روانگی کا حکم دیا چنانچہ آقسنقر برسقی اسی سنہ کے ماہ رمضان میں دبیس سے جنگ کرنے کو روانہ ہوا بعد اس کے خلافت مآب نے بھی سامان جنگ درست کرکے دارالخلافت بغداد سے دبیس کی سرکوبی کی غرض سے کوچ فرمایا اور اطراف و جوانب ممالک محروسہ سے امدادی فوجیں طلب کیں سلیمان بن مہارش والی حدیثہ [illegible] اور قیرواش بن مسلم [illegible] اپنی فوجیں لیکے آپہونچے۔ دبیس نے یہ خبر پاکے نہر ملک کو جو خلیفہ کے صرف خاص کا تھا لوٹ لیا۔ خلافت مآب نے [illegible]

سُننے سے بیحد ناراضی اور جوش پیدا ہوا۔ دار الخلافت بغداد میں منادی کرا دی "کوئی لشکری بغداد میں کسی غرض سے ٹھہرا نہ رہے سامان سفر و جنگ درست کرکے میدان جنگ کا راستہ لے علاوہ لشکریوں کے رعایا اور عوام الناس جب کا جی چاہے شاہی لشکر میں آجائے۔ سامانِ جنگ اور سفر خلافت پناہی عطا فرمائینگے" اہلِ بغداد منادی سُنکے شاہی کیمپ میں جوق جوق آنے لگے۔ خلافت مآب نے اِن لوگوں کو آلات حرب اور سامان سفر دینا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ کُل اہل بغداد شاہی کیمپ میں آگئے بیسویں ذیحجہ سنہ مذکور کو خلافت مآب نے بیرون بغداد فوجیں مرتب کیں اور اس کے چوتھے روز بقصد جنگ دبیس دجلہ کو عبور کیا۔ سر پر سیاہ عمامہ تھا بدن پر سیاہ قبا دوش پر چادر اور ہاتھ میں چھڑی۔ کمر بندھی ہوئی تھی جس پر عمدہ نفیس پیٹی لگائے ہوئے تھے وزیر السلطنت نظام الدولہ، نقیب الطالبین، نقیب النقباء علی بن طراد اور شیخ الشیوخ صدر الدین اسمٰعیل وغیرہم جلو میں تھے۔ آقسنقر کو اسکی خبر لگی سُنتے ہی خلافت مآب کے لشکر میں واپس آیا اور خلافت مآب نے حدیثہ میں پہونچکے قیام فرمایا۔ ارکین دولت اور امراء لشکر کو ایک جلسہ خاص میں جمع کرکے جنگ دبیس کی بیعت لی اگلے دن کوچ کرکے مبارکہ میں پہونچکے پڑاؤ کیا۔ آقسنقر برسقی اپنی فوج کو بقصد جنگ مرتب کرنے لگا خلیفہ مسترشد معہ اپنے مصاحبوں کے لشکر کے پیچھے رونق افروز تھا۔ دبیس بھی صف آرائی کر رہا تھا اس کے ہر صف لشکر کے آگے عورتیں اور مخنث (ہجڑے) گا بجا رہے تھے اور خلافت مآب کی فوج میں حفاظ اور قاری قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے شاہی پھریروں کے ساتھ امیر کرباوی بن خراسان تھا ساقہ میں سلیمان بن مہارش اور میمنہ میں برسقی، ابو بکر بن الیاس اور امراء بلخیہ معہ اپنی اپنی فوجوں کے موجود تھے۔ پہلے دبیس کے لشکر سے عنتر بن ابو العسکر نے میمنہ پر حملہ کیا۔ ابو بکر بن الیاس [illegible] میمنہ [illegible] ڈگمگا گئے [illegible] پیچھا آگیا۔ ابو بکر [illegible] سنبھلنے [illegible]

کہ عنتر نے دوسرا حملہ کر دیا۔ قریب تھا کہ ابوبکر شکست کھا کے بھاگ کھڑا ہوتا مگر
عماد الدین زنگی بن آقسنقر نے اسکا احساس کر کے لشکر واسط کو ایلغار کا اشارہ
کر دیا پھر کیا تھا عنتر کے ہاتھ کے طوطے اڑ گئے ساری فوج جو اس کے رکاب میں
تھی تتر بتر ہو گئی۔ عنتر معہ اپنے اسٹاف کے سرداروں کے گرفتار ہو گیا۔ بعد اس کے
جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی صفوں کی ترتیب جاتی رہی۔ ایک دوسرے سے گتھ گیا
خلافت مآب کے لشکر کا ایک حصہ جس میں تقریبًا پانچ سو سپاہی تھے کمینگاہ میں
چھپا ہوا تھا جسوقت گھمسان لڑائی ہونے لگی اس حصہ فوج نے کمینگاہ سے نکلکے
دبیس کے لشکر پر پس پشت سے حملہ کر دیا۔ آگے سے خلیفہ مسترشد شمشیر برہنہ لئے
باآواز بلند تکبیر کہتا ہوا بڑھا۔ دبیس کا لشکر تاب مقابلہ نہ لاسکا۔ بھاگ کھڑا ہوا فتحمند
گروہ نے گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد دربار خلافت میں قیدی پیش
کئے گئے مرد تو خلافت مآب کے روبرو قتل کر ڈالے گئے۔ عورتیں اور بچے لونڈی غلام
بنا لئے گئے اور یوم عاشورا ۵۱۷ھ کو خلیفہ مسترشد مظفر ومنصور بغداد واپس آیا۔

دبیس نے شکست کھا کے عرب کے ایک گروہ کے پاس جا کے دم لیا اور ان
لوگوں سے امداد کا خواستگار ہوا۔ ان لوگوں نے بخیال ناراضی خلیفہ مسترشد و
سلطان محمود اعانت و کمک سے انکار کیا تب دبیس نے مشقر (مضافات بحرین)
میں جا کے قیام کیا اور اہل مشقر سے استمداد کا خواہاں ہوا۔ اہل مشقر دبیس کی دم پٹی
میں آگئے امداد کا وعدہ کر لیا۔ دبیس نے اہل مشقر کو مجتمع کر کے بصرہ پر دھاوا کر دیا۔
امیر بصرہ کو اسکی خبر کچھ نہ تھی۔ تاہم مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی۔ بالآخر امیر بصرہ مارا
گیا اور بصرہ دبیس کے ہاتھوں تاخت و تاراج ہو گیا۔ خلیفہ مسترشد کو اسکی خبر لگی
آقسنقر برسقی کو غفلت پر سخت و سست کہہ کے دبیس کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ دبیس نے
یہ سنکے بصرہ چھوڑ دیا۔ آقسنقر برسقی نے عماد الدین زنگی کو بصرہ کی آبادی و حمایت پر

مامور کیا۔ عماد الدین نے نہایت مستعدی سے بصرہ کی حفاظت کی اس کے اطراف وجوانب سے سرکش اور باغی عربوں کو منتشر کر دیا۔ دبیس نے جعبر میں پہونچکے عیسائیوں سے سازش کرلی اور ان کے ساتھ ہوکے حلب کے محاصرہ پر آیا لیکن عیسائیوں نے کامیابی کی صورت نہ دیکھی۔ ۵۱۸ھ میں محاصرہ حلب سے دست کش ہو کر چلے گئے اور دبیس ملک طغرل بن سلطان محمد کے پاس چلا گیا۔ ماشاء اللہ طبیعت صلح پسند پائی تھی ملک طغرل کو قبضہ عراق کی طمع دی اور کہہ سُنکے اسکو اسپر آمادہ کرلیا جیسا کہ آیندہ ہم تحریر کریں گے۔

یرنقش کی تقرری

بعد واقعات متذکرہ بالا کے اتفاقات سے خلافت مآب کو آقسنقر برسقی شحنہ بغداد سے منافرت اور کشیدگی پیدا ہوگئی۔ سلطان محمود کو لکھ بھیجا "آقسنقر برسقی حکومت عراق سے معزول کرکے موصل کی حکومت پر بھیجدیا جائے۔ ما بدولت واقبال اسکی صورت دیکھنے کے روادار نہیں ہیں" سلطان محمود نے اس تحریک وتحریر کے مطابق برسقی کو عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے موصل کی روانگی کا حکم صادر کرکے اپنی اولاد میں سے ایک کم سن بچہ کو اس کے ہمراہ موصل جانے کو روانہ کیا۔ اور بغداد کی شحنگی پر یرنقش زکوی کو مامور فرمایا جسوقت یرنقش زکوی کا نائب دار الخلافت بغداد میں آیا برسقی نے اسکو چارج دیکے سعید شاہزادہ کے موصل کا راستہ لیا۔ اور عماد الدین زنگی والی بصرہ کو بصرہ سے موصل بلا بھیجا۔ مگر عماد الدین زنگی بجائے موصل جانے کے سلطان محمود کے پاس اصفہان جا پہونچا۔ سلطان محمود اس سے بڑی آؤبھگت سے ملا اور بصرہ کو بطور جاگیر عنایت فرماکے پھر بصرہ کی جانب واپس فرمایا۔

سلہ یہ واقعات ۵۱۸ھ کے ہیں۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۵۔

ملک طغرل و دبیس عراق میں

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ دبیس بن صدقہ محاصرہ حلب کے بعد ملک
طغرل کے پاس چلا گیا تھا۔ ملک طغرل نے دبیس کی عزت افزائی
کی اور اپنے خاص مصاحبوں میں شامل کر لیا دبیس نے ملک طغرل کو قبضہ عراق پر ابھارنا
شروع کیا۔ اور جب یہ پس و پیش کرنے لگا تو دبیس نے قبضہ عراق کا بیڑہ اُٹھا لیا۔ چنانچہ
ملک طغرل ۵۱۹ھ میں فوجوں کو آراستہ کر کے عراق کیطرف بڑھا۔ دقوقا میں پہونچ کے
پڑاؤ کیا مجاہد الدین بہروز نے تکریت سے خلافت مآب کو ملک طغرل اور دبیس کی آمد
اور عزیمت سے مطلع کیا خلافت مآب نے ان دونوں سرکش اور باغیوں کی مدافعت کی
غرض سے سفر جنگ کی طیاری کا حکم دیا۔ "یرنقش زکوی" شحنہ بغداد کو یہ اشارہ ہوا کہ تم
فراہمی لشکر میں مصروف اور ہر وقت جنگ پر مستعد رہنا۔ علاوہ اہل بغداد کے بارہ ہزار
فوج مجتمع ہو گئی۔ پانچویں صفر ۵۱۹ھ کو خلافت مآب نے دار الخلافت بغداد سے نکل کے صحرا
شماسیہ میں قیام فرمایا۔ ملک طغرل نے یہ سُنکے راہ خراسان کی جانب قدم اُٹھائے۔
اس کے لشکریوں نے غارتگری شروع کر دی) رباط جلولا میں پہونچکے ملک طغرل نے پڑاؤ
کیا۔ وزیر السلطنت جلال الدین بن صدقہ نے اپنی فوج کو اسکی طرف بڑھایا اور دسکرہ میں
پہونچکے ٹھہر گیا۔ اتنے میں خلیفہ مسترشد کا موکب ہمایوں بھی آ گیا اور وہ بھی دسکرہ ہی میں
اُتر پڑا۔ ملک طغرل اور دبیس نے رباط جلولا سے نکلکے ہارونیہ میں قیام کیا ملک طغرل
اور دبیس میں یہ رائے قرار پائی کہ پہلے دونوں متفق ہو کے جسر نہروان کو عبور کریں بعد
ازاں دبیس تو پایاب مقامات اور گھاٹوں کی محافظت و نگرانی کرتا رہے اور ملک طغرل
اپنی فوج کو دار الخلافت بغداد کیطرف بڑھائے۔ مگر اتفاقیہ موانع ایسے پیش آئے کہ وہ
ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔ زور کی بارش ہوئی ملک طغرل تپ شدید میں مبتلا ہوا۔
رسد و غلہ کی کمی سے فوج میں فاقہ کشی کی نوبت پہونچی۔ دبیس عبور کرنے کی غرض سے
نہروان پر آیا۔ بھوک سے بُرا حال ہو رہا تھا۔ اتفاق سے چند اونٹ ملگئے نہر کے پرے

اور مختلف قسم کے کھانے لیے ہوئے تھے۔ یہ اونٹ دارالخلافت بغداد سے خلافت مآب کی خدمت میں جا رہے تھے۔ دبیس نے ان کو لوٹ لیا۔ لشکرگاہ خلیفہ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ دبیس نے دارالخلافت بغداد پر قبضہ کر لیا۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ تمام لشکر میں ایک ہل چل مچ گئی لشکری مال و اسباب چھوڑ کے نہروان کی طرف بھاگے۔ خلافت مآب نے بھی دسکرہ سے نہروان کی جانب کوچ کیا۔ نہروان میں پہونچے تو دبیس اور اس کے ہمراہیوں کو سوتے ہوئے پایا۔ شور و غل سے دبیس کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ خلافت مآب علم خلافت کے نیچے رونق افروز ہیں۔ آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا زمین بوسی کی تملق اور خوشامد سے اظہار عجز و اطاعت کرنے لگا۔ خلیفہ مسترشد اس سے مصالحت کرنے پر مائل ہو گیا اس عرصہ میں وزیر السلطنت جلال الدین پہونچ گیا۔ اس نے خلافت مآب کو اس رائے سے پھیر لیا بعد اس کے خلافت مآب کا موکب ہمایوں نہروان کے پل کو عبور کر کے اپنی غیبوبت سے پچیسویں روز بغداد پہونچا۔ اور دبیس نے ملک طغرل کی جانب سعاودت کی۔

بعد اسکے ملک طغرل اور دبیس نے باتفاق رائے ملک سنجر کیطرف کوچ کیا۔ ہمدان ہو کر گذرے۔ اطراف و جوانب کے شہر اور قصبات کو لوٹ لیا۔ عمال شاہی سے تاوان اور جرمانے وصول کئے۔ سلطان محمود نے یہ خبر پا کے ملک طغرل اور دبیس کا تعاقب کیا چونکہ ملک طغرل اور دبیس میں مقابلہ کرنے کی قوت نہ تھی۔ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ملک سنجر کے پاس خراسان میں جا کے دم لیا۔ خلیفہ مسترشد اور یرنقش شحنہ بغداد کے شکایات کے دفتر کھولے۔

خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود کی ناصافی

سنہ ۵۲۰ھ میں یرنقش زکوی شحنہ بغداد اور خلیفہ مسترشد کے نواب میں چل گئی خلیفہ مسترشد نے یرنقش زکوی کو تہدید کا خط تحریر کیا یرنقش کو اپنی جان کا خطرہ پیدا ہوا ماہ رجب سنہ مذکور میں

بغداد کو خیر آباد کہہ کے سلطان محمود کے پاس چلا گیا اور یہ ظاہر کیا کہ خلیفہ مسترشد نے فوجیں مرتب کر لی ہیں۔ سامان جنگ بھی کافی طور سے فراہم کر لیا ہے۔ مالی قوت بھی انکی ایک گونہ قابل اطمینان ہے اگر حکومت پناہ، دار الخلافت بغداد کے قبضہ سے ذرا بھی تساہلی فرمائینگے تو خلیفہ مسترشد کی بڑھی ہوئی طاقت کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگا اور پھر وہ آپ کے قبضہ اقتدار سے باہر ہو جائیگا۔ سلطان محمود نے فوج کو طیاری کا حکم دیا۔ اور سامان سفر درست کر کے عراق کی جانب کوچ کیا۔ خلیفہ مسترشد کو اسکی خبر لگی کہلا بھیجا "چونکہ دبیس کی بغاوت و سرکشی کیوجہ سے ممالک محروسہ میں امن و عافیت کا وجود معدوم ہو رہا ہے اسوجہ سے مناسب یہ ہے کہ تم عراق کو واپس جاؤ۔ جسقدر روپیوں کی ضرورت ہو ما بدولت و اقبال دینے کو طیار ہیں"۔ اس پیام سے سلطان محمود کے شکوک نے یقین کی صورت اختیار کر لی۔ اور وہ کل خیالات جو یرتقش نے جما دیئے تھے مجسم صورت ہو کے روبرو آ گئے۔ نہایت تیزی سے طے مسافت کرنے لگا۔ خلیفہ مسترشد نے ناراض ہو کے بغداد کے غربی ساحل کو باظہار اس امر کے عبور کیا کہ اگر سلطان محمود نے ذرا بھی قدم آگے بڑھائے تو میں بغداد چھوڑ کے چلا جاؤنگا۔ سلطان محمود کو اسکی خبر لگی اپنی جسارت و دلیری کی معافی چاہی۔ بغداد میں واپس آنیکی درخواست کی خلافت مآب نے انکار کر دیا۔ سلطان محمود کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی۔ غضبناک بغداد کیطرف چلا۔ اور خلیفہ مسترشد غربی بغداد میں ٹھیرا رہا۔ اپنے خادم خاص عفیف نامی کو بسرافسری ایک لشکر کے واسط کیجانب سلطان محمود کے نواب سے مزاحمت کرنے کو روانہ کیا۔ سلطان محمود نے عماد الدین زنگی بن آقسنقر کو اس کے مقابلہ پر بھیجا۔ عماد الدین حکومت بصرہ پر تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ الغرض عفیف اور عماد الدین نے صف آرائی کی۔ خوب خوب لڑائیاں ہوئیں آخر کار عفیف کے لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ ایک گروہ کثیر اس کے لشکر کا کھیت رہا۔ بہزار خرابی عفیف بھاگ کر خلافت مآب کی خدمت میں پہونچا خلافت مآب نے

کشتیاں جمع کرائیں اور محلسرائے خلافت کے کل دروازے باستثناء باب نوبی بند کرا دیے
اتنے میں سلطان محمود دسویں ذی حجہ سنہ ۵۲۰ھ کو بغداد میں داخل ہوا اور باب شماسیہ پر
اُتر پڑا۔ لشکریوں کو لوگوں کے مکانات میں قیام کرنے سے منع کر دیا۔ خلیفہ مسترشد نے
واپس جانے اور مصالحت کرنے کا پیام بھیجا۔ سلطان محمود نے مصالحت اور معاودت سے
انکار کیا۔ بعد اس کے سلطانی لشکر کا ایک حصہ موقع پا کے پہلی محرم ۵۲۱ھ میں محلسرائے
خلافت میں گھس پڑا اور تاراج کو لوٹ لیا۔ اس سے عوام الناس کو بیحد اشتعال پیدا ہوا
مجتمع ہو کے خلیفہ مسترشد کی خدمت میں پہونچے۔ خلیفہ مسترشد طیش میں آکے نکل آیا۔
شمسہ سر پر تھا وزیر السلطنت آگے آگے تھا۔ نقارے بج رہے تھے بانسریاں بجائی
جاتی تھیں اور خود بدولت باآواز بلند "یا لہاشم" "یا لہاشم" پکار اُٹھے۔ کشتیوں کے
پُل بنائے جانیکا ارشاد فرمایا بات کی بات میں بنکر طیار ہو گیا۔ ایک ہی بار میں کل ہمراہیان
خلیفہ عبور کر گئے۔ اسوقت خلافت مآب کے مکان میں پردوں کی آڑ میں ایکہزار
جنگ آور روپوش تھے سلطانی لشکر بیخوف وہراس غارتگری میں مصروف تھا۔
خلافت مآب کے ہمراہیوں نے پہونچکر انکو قتل وقید کرنا شروع کیا اور عوام الناس نے
سلطانی امراء کے مکانات لوٹ لئے۔ خلیفہ مسترشد نے تیس ہزار جنگ آور ان اہل
بغداد کے مشرقی ساحل کو عبور کیا۔ دمدمے، خندقیں، اور مورچوں کے بنانیکا حکم
صادر فرمایا۔ رات بھر میں بغداد کی حفاظت کا انتظام کامل کر لیا گیا۔ لڑائی کا سلسلہ
برابر جاری تھا ہر روز کنارہ دجلہ پر خون کا دریا بہایا جاتا تھا اس اثنا میں عماد الدین
زنگی ایک عظیم لشکر لئے ہوئے بصرہ سے آپہونچا جس نے دریا اور خشکی کو گھیر لیا سلطان
محمود کے حوصلے بڑھ گئے مجموعی قوت سے اہل بغداد پر حملہ کرنے کی طیاری شروع کی
خلافت مآب نے اپنی کمزوری کا احساس کر کے صلح کا پیام دیا۔ چونکہ سلطان محمود
بھی روزانہ جنگ سے تنگ آ گیا تھا اسوجہ سے فریقین میں مصالحت ہو گئی۔

بعد مصالحت سلطان محمود ماہ ربیع الآخر ۵۲۱ھ تک بغداد میں مقیم رہا بعد ازاں بیمار ہوگیا۔ اطباء نے بغداد چھوڑ دینے کی رائے دی۔ چنانچہ ماہ مذکور کی کسی تاریخ میں سلطان محمود نے بغداد سے ہمدان کی جانب کوچ کیا۔ روانگی کے وقت خلافت مآب نے ہدایا، تحائف اور انعامات دیئے جسکو سلطان نے بسر و چشم قبول کیا۔ اور شحنگی عراق پر بعد غور و فکر عماد الدین زنگی کو متعین فرمایا۔

جوں ہی سلطان محمود نے بغداد سے کوچ کیا اپنے وزیر ابو القاسم علی بن ناصر نشاپادی کو بالزام سازش خلیفہ مسترشد گرفتار کر کے شرف الدین انوشیروان بن خالد کو قلمدان وزارت کا مالک بنایا۔ شرف الدین بوقت گرفتاری وزیر ابو القاسم بغداد میں تھا سلطان محمود کی طلبی پر ماہ شعبان میں بغداد سے روانہ ہو کے اصفہان پہونچا۔ دربار سلطانی میں حاضر ہو کے خلعت وزارت سے سرفراز ہوا۔ اس عہدہ سے سرفراز کئے جانے پر امراء و رؤساء نے نذریں گذرانیں خلافت مآب نے بھی چند تحفے دیئے۔ چنانچہ اس نے دس ماہ تک وزارت کی بعد اس کے استعفاء دیکے بغداد لوٹ آیا۔ وزیر السلطنت ابو القاسم اُس زمانہ سے برابر مقید اور محبوس رہا تا آنکہ آئندہ سنہ میں سلطان سنجر رے آیا اور اسکو رہا کر کے سلطان کی وزارت پھر دلوائی۔

دبیس اور ملک سنجر

جسوقت دبیس ملک سنجر کے پاس پہونچا ملک طغرل بھی اسکے ہمراہ تھا ان دونوں نے ملک سنجر کو خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود کیطرف سے بدظن کرنا شروع کیا رفتہ رفتہ ان دونوں کی مخالفت کا خیال اسکے دماغ میں مرتسم کر دیا۔ اور عراق پر قبضہ کر لینے کی طمع دی۔ چنانچہ ملک سنجر سامان سفر و جنگ درست کر کے کوچ و قیام کرتا ہوا رے پہونچا۔ سلطان محمود اسوقت ہمدان میں تھا۔ ملک سنجر نے سلطان محمود کو اس آزمایش کے لئے کہ آیا وہ میرا مطیع ہے یا نہیں بلا بھیجا۔ سلطان محمود کا دل تو صاف ہی تھا چچا سے ملنے کو روانہ ہوا جسوقت ملک سنجر کے لشکر گاہ کے قریب پہونچا۔

ملک سنجر نے کل فوج کو استقبال کا حکم دیا اور خود بھی بعزت و احترام ملک محمود سے ملا اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔ سلطان محمود ایک مدت تک ملک سنجر کے پاس مقیم رہا بعد ازاں ملک سنجر نے پندرہویں ذی قعدہ کو خراسان کیجانب کوچ کیا روانگی کیوقت دبیس کو سلطان محمود کے سپرد کر کے یہ ہدایت کی کہ اسکو اس کے شہر واپس کر دینا۔ ملک سنجر کی روانگی کے بعد سلطان محمود نے بھی ہمدان کیطرف مراجعت کی دبیس اس کے ہمراہ تھا۔ ہمدان میں چند روز قیام کر کے بغداد کا راستہ لیا۔ نویں محرم ۵۲۳ھ کو دار الخلافت بغداد میں داخل ہوا۔ دربار خلافت میں دبیس کو پیش کر کے عفو تقصیر کی سفارش کی۔ خلافت مآب نے اس شرط سے اسکی تقصیر معاف فرمائی کہ اسکو حلہ کے سوا اور کسی صوبہ کی حکومت دیجائے۔ چنانچہ دبیس نے ایک لاکھ دینار صرف کر کے حکومت موصل کی سند حاصل کرنے کی کوشش کی۔ عماد الدین زنگی کو اسکی اطلاع ہو گئی۔ تحائف اور ہدایا لیکے چپکے سے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا ایک لاکھ دینار بطور نذر پیش کئے۔ سلطان محمود نے اسکو پھر حکومت موصل پر واپس اور بہروز کو بغداد کی شحنگی عنایت کی حلہ کی نگرانی بھی اسیکے متعلق کی گئی۔

بعد اس کے ماہ جمادی الآخر ۵۲۳ھ میں سلطان محمود نے ہمدان کیطرف کوچ کیا۔ اتفاق وقت سے ہمدان میں پہونچکے علیل ہو گیا۔ دبیس کو موقع ملگیا عراق جا پہونچا خلیفہ مسترشد نے اس کے مقابلہ اور مدافعت کی طیاری کی۔ دبیس نے بغداد سے اعراض کر کے حلہ کا راستہ لیا بہروز نے یہ سنکے حلہ چھوڑ دیا پس دبیس نے ماہ رمضان ۵۲۳ھ میں حلہ میں داخل ہو کے قبضہ کر لیا۔ سلطان محمود نے اس کے بعد ہی امیر کنرل اور امیر احمدیلی کو حلہ کیطرف روانہ کیا جنہوں نے دبیس کی ضمانت اور اسکی آیندہ سرکشی نہ کرنے کی ذمہ داری کی تھی۔ دبیس یہ خبر پاکے خلیفہ مسترشد کو ملانے لگا۔ عذر خواہی کی غرض سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر باین ہمہ دبیس اپنی تدابیر اور عاملانہ حکمتوں سے غافل نہوا فوجیں اسباب جنگ اور روپیہ فراہم کرتا جاتا تھا تا آنکہ اسکی فوج کی تعداد دس ہزار تک پہونچ گئی۔

اس عرصہ میں احمدیلی ماہ شوال میں بغداد پہونچا اور دبیس کے تعاقب میں فوراً روانہ ہوا۔ بعدازاں ماہ ذیقعدہ میں سلطان محمود بھی دارالخلافت بغداد پہونچا دبیس نے ہدایا اور تحائف پیش کرکے معافی تقصیر کی درخواست کی۔ سلطان محمود نے تقصیر معاف کرنے سے انکار کیا۔ دبیس نے حلہ کو خیرآباد کہکے بصرہ کا راستہ لیا۔ اور جسقدر رقم بصرہ میں خلافت مآب اور سلطنت پناہ کا مال واسباب تھا سب پر قبضہ کرلیا۔ سلطان محمود یہ خبر پاکے آگ بگولا ہوگیا اسیوقت اس کے تعاقب پر ایک فوج متعین کی۔ اس نے یہ خبر پاکے بصرہ چھوڑدیا جنگل اور پہاڑوں کی تنگ گھاٹیوں میں جا چھپا۔

سلطان داؤد کی تخت نشینی

ماہ شوال ۵۲۵ھ میں سلطان محمود نے اپنی حکومت کے تیرہویں برس وفات پائی باتفاق رائے وزیر السلطنت ابوالقاسم نشاباد ہی اور اتابک آقسنقر احمدیلی سلطان محمود کا بیٹا داؤد سریر حکومت پر متمکن کیا گیا تمام بلاد جبل اور آذربیجان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ جدید سلطان کی تخت نشینی کیوجہ سے ہمدان اور اس کے اطراف وجوانب میں ہنگامے اور فسادات برپا ہوئے مگر بہت فرو بھی ہوگئے۔ وزیر السلطنت اس خیال سے کہ آیندہ کسی خطرہ کا سامنا کرنا پڑے سارا مال واسباب لے دیکے سلطان سنجر کے پاس رے چلا گیا۔ بعد اس کے سلطان داؤد نے ماہ ذیقعدہ ۵۲۵ھ میں ہمدان سے زنجان کیجانب کوچ کیا۔ دربار خلافت میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی۔ اس اثناء میں یہ خبر گوشگزار ہوئی کہ اسکا چچا ملک مسعود جرجان سے تبریز چلا آیا ہے اور اسپر قبضہ کرلیا ہے۔ اس خبر کا سننا تھا کہ فوج کو طیاری کا حکم دیدیا اور جسقدر جلد ممکن ہوا تبریز پہونچکے آخر ماہ محرم ۵۲۶ھ میں محاصرہ ڈالدیا چچا اور بھتیجہ میں لڑائی شروع ہوگئی۔ آخرالامر دونوں میں مصالحت ہوئی داؤد نے تبریز سے محاصرہ اٹھاکے ہمدان کیجانب کوچ کیا اور ملک مسعود تبریز سے باہر آکے فراہمی لشکر میں مصروف ہوا تھوڑے

دنوں میں جب ایک عظیم لشکر مجتمع ہوگیا تو سلطان داؤد کی مخالفت کا علم بلند کرکے ہمدان
کیطرف کوچ کیا۔ خلیفہ مسترشد سے کہلا بھیجا "میرے نام کا خطبہ جامع مساجد میں پڑھے
جانے کی اجازت دیجائے" دربار خلافت سے جواب آیا "بالفعل سلطان سنجر والی خراسان
کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ بعد اس کے جو شخص مستحق سمجھا جائے گا اس کے نام کا خطبہ
پڑھا جائیگا" اس جواب کے ساتھ ہی ملک سنجر کے پاس بھی ایک یادداشت بھیجدیگئی
کہ خطبہ تمہارے ہی نام کا پڑھا جانا مناسب اور سزاوار ہے۔ کسی دوسرے کو اس کا
استحقاق نہیں پہونچتا ہے۔ اس یادداشت سے ایک خاصہ موقع ہاتھ آگیا۔ بعد اسکے
ملک مسعود نے عماد الدین زنگی والی موصل سے اعانت طلب کی عماد الدین زنگی نے
امداد و اعانت کا اقرار کیا۔ اور لشکر طیار کرکے ملک مسعود کیجانب کوچ کیا رفتہ رفتہ
معشوق تک پہونچا اس عرصہ میں قراجا ساقی والی فارس وخوزستان بہمراہی ملک سلجوق
شاہ ابن سلطان محمد ایک عظیم لشکر لئے ہوئے بغداد پہونچگیا اور دار الخلافت میں اوتر
پڑا۔ خلافت مآب نے عزت و احترام سے ملاقات کی اور اپنی ذات خاص کے لئے اس سے
قسم لی۔ بعد اس کے ملک مسعود نے عباسیہ میں پہونچکے پڑاؤ کیا۔ ملک سلجوق نے یہ خبر
پاکے مقابلہ کی غرض سے لشکر کو طیاری کا حکم دیا۔ اتنے میں عماد الدین زنگی کے آنے کی خبر
لگی قراجا ساقی نے زنگی کی روک تھام کرنے کو ساحل غربی کو عبور کیا۔ زنگی اور قراجا ساقی
میں لڑائی چھڑ گئی۔ ایک خونریز جنگ کے بعد زنگی کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا زنگی اپنی جان
بچا کے تکریت کیطرف بھاگا۔ ان دنوں قلعہ تکریت کا حاکم نجم الدین ایوب پدر سلطان
صلاح الدین یوسف تھا اس نے زنگی کے عبور کرنے کو کشتیاں فراہم کردیں پل بندھوا
دیا۔ زنگی نے جیوں تیوں دریا کو عبور کیا اور باطمینان تمام اپنا راستہ لیا۔ بعد اس کے
ملک مسعود عباسیہ سے اپنے بھائی ملک سلجوق کے مقابلہ کو آیا اور اسی مقام پر مورچے
قائم کئے جہاں پر زنگی نے قائم کئے تھے مگر یہ سنکے کہ زنگی میدان جنگ سے شکست کھاکے

بھاگ گیا ہے بلا جدال و قتال لوٹ کھرا ہوا۔ اور خلافت مآب کو یہ دھمکی دی تھی کہ سلطان سنجر بقصد قبضہ عراق رے آگیا ہے اگر خلافت مآب اور سلجوق شاہ و قراجا ساقی مجھ سے مصالحت کر لیں اور میرے ہم آہنگ ہو جائیں تو میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ سلطان سنجر عراق کا رخ نہ کرے گا۔ ساتھ ہی اس کے یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ عراق پر خلافت مآب کا قبضہ و تصرف جاری و نافذ رہیگا خلافت پناہی کے عمال و نواب اسپر جس طرح چاہیں اپنا تصرف جاری کریں مگر زمام حکومت میرے قبضہ اقتدار میں رکھی جائے اور سلجوق شاہ کی بابت یہ قرار دیا جائے کہ میرے بعد وہ وارث تاج و تخت ہوگا۔ خلافت مآب اور سلجوق شاہ نے اس دم پٹی میں آکے شرائط مصالحت منظور کر لی۔ چنانچہ تکمیل معاہدہ کی غرض سے ملک مسعود ماہ جمادی الاولی ۵۲۶ھ میں پھر بغداد آیا۔ صلحنامہ لکھا گیا مصالحت ہو گئی۔

جنگ سلطان مسعود و ملک سنجر

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ سلطان محمود کے مرنے کے بعد اسکا بیٹا داؤد سریر حکومت پر متمکن ہوا تھا۔ یہ امر اس کے چچا ملک سنجر کو ناگوار گذرا۔ فوجیں مرتب کر کے ملک داؤد کے زیر کرنے کو بلاد جبل کی جانب کوچ کیا اس کے ہمراہ اسکا دوسرا برادرزادہ ملک طغرل[۱] بن سلطان محمد بھی تھا۔ رفتہ رفتہ ملک سنجر رے پہونچا۔ دو چار روز قیام کر کے ہمدان کا رخ کیا۔ سلطان مسعود کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ فوجیں مرتب کر کے مع اپنے بھائی سلجوق شاہ اور قراجا ساقی کے ملک سنجر کے روک تھام کو بڑھا۔ خلیفہ مسترشد بھی حسب وعدہ اس مہم میں شریک ہونے کو سلطان مسعود کی روانگی کے بعد روانہ ہوا۔

ملک سنجر نے ہمدان پہونچکے دبیس کو حلہ عنایت فرما کے بغداد کی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا

---

[۱] ملک طغرل اور دبیس کے ہمراہ ملک سنجر کے پاس قبل تخت نشینی ملک داؤد چلا گیا تھا اور سے وقت وہ اس کے پاس مقیم تھا۔ منہ

دبیس نے اپنی جانب سے شحنگی بغداد پر عماد الدین زنگی کو مامور کر کے بغداد کی روانگی کا حکم دیا اور اسکی روانگی کے بعد آپ بھی روانہ ہوا۔ خلیفہ مسترشد نے یہ خبر پاکے کہ زنگی اور دبیس بغداد کیطرف بڑھ رہے ہیں ان دونوں سرکش اور باغیوں کی مدافعت کی غرض سے دار الخلافت کی جانب مراجعت فرمائی اور سلطان مسعود معہ اپنے امراء اور لشکر کے ملک سنجر سے جنگ کرنیکو آگے بڑھا۔ ملک سنجر مقام استرآباد میں ایک لاکھ فوج کی جمعیت سے پڑاؤ کیے ہوئے تھا سلطان مسعود کا لشکر حریف کی کثرت سے گھبرا کر بلا جدال وقتال چار منزل پیچھے ہٹ آیا جاسوسوں نے ملک سنجر کو اسکی خبر کر دی۔ اسیوقت فوج کو طیاری کا حکم دے کے تعاقب میں اٹھ کھڑا ہوا۔ آٹھویں رجب ۵۲۶ھ کو دونوں حریف کا مقام دینور میں مقابلہ ہوا۔ سلطان مسعود کے میمنہ پر قراجا ساقی اور امیر کنزل تھا۔ میسرہ پر یرتقش بازدار اور یوسف جاروش۔ پہلا حملہ قراجا ساقی نے دس ہزار فوج کی جمعیت سے ملک سنجر کے قلب لشکر پر کیا۔ ملک سنجر مقابلہ کرتا ہوا پیچھے ہٹا حملہ آور گروہ جوش مردانگی میں بڑھنے لگا۔ ملک سنجر کے میمنہ اور میسرہ نے میدان خالی دیکھ کے قراجا ساقی کو دونو طرف سے گھیر لیا گھمسان کی لڑائی ہونے لگی قراجا ساقی زخمی ہو کے گھوڑے سے گرا ملک سنجر کے سپاہیوں نے پہونچکے گرفتار کر لیا سارا لشکر تتر بتر ہو کے بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان مسعود اور اس کے ہمراہی اس غیر متوقع ہزیمت سے نکل بھاگے۔ اثناء دار و گیر میں بعض امراء قتل ہوئے اور بعض گرفتار کیے گئے مقتولوں میں یوسف جاروش بھی تھا۔ قیدیاں جنگ بعد خاتمہ جنگ۔ ملک سنجر کے روبرو پیش کیے گئے ملک سنجر نے ان لوگوں کو زجر و توبیخ کی اور سبھوں کے قتل کا حکم دیدیا۔

بعد اس واقعہ کے سلطان مسعود اپنے چچا ملک سنجر کی خدمت میں عذر خواہی کی غرض سے حاضر ہوا ملک سنجر عزت و توقیر سے پیش آیا۔ گلے سے لگا کے پیشانی پر بوسہ دیا۔ اپنے خاص خیمہ میں ٹھیرایا۔ اونچا نیچا سمجھایا۔ خودرائی اور مخالفت پر ناراضی ظاہر کی

اور سند امارت عطا فرما کے گنجہ کیجانب روانہ کیا۔ باقی رہا دوسرا برادرزادہ ملک طغرل اسکو سریر حکومت پر متمکن کرکے اسکی وزارت کا قلمدان ابوالقاسم نشاپادی کو مرحمت کیا جو اس سے پہلے سلطان محمود کا وزیر تھا۔ چنانچہ ملک طغرل اپنے چچا ملک سنجر سے رخصت ہوکے خراسان کیجانب لوٹا۔ بیسویں ماہ رمضان ۵۲۶ھ کو نیشاپور پہونچا۔

خلافت مآب نے جیسا کہ تم اوپر پڑھ آئے ہو دبیس اور زنگی کی مدافعت کی غرض سے بغداد کیطرف مراجعت کی تھی۔ بغداد پہونچکے یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ سلطان مسعود کو بمقابلہ ملک سنجر ہزیمت ہوگئی۔ خلافت مآب نے یہ سنتے ہی فوج کو طیاری کا حکم دیا اور غربی ساحل کو عبور کرکے عباسیہ کی طرف روانہ ہوا۔ ستائیسویں رجب ۵۲۶ھ کو قلعہ براکمہ پر زنگی اور دبیس سے مڈبھیڑ ہوئی۔ خلافت مآب کے میمنہ پر جمال الدولہ اقبال تھا اور میسرہ پر مطر خادم۔ زنگی نے خلافت مآب کے میمنہ پر حملہ کیا اقبال کے رکاب کی فوج مقابلہ میں کمزور پڑی میدان جنگ سے بھاگنے کا قصد کیا۔ مطر نے اس امر کا احساس کرکے حملہ آور گروہ پر دبیس پشت سے حملہ کیا۔ خلافت مآب بھی نعرہ اللہ اکبر مارکے حملہ آور ہوئے۔ دبیس شکست کھاکے بھاگا۔ زنگی نے کمال استقلال سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن فوج میں بھگدر مچ جانے سے ایک لحظہ بھی خلافت مآب کی فوج کے مقابلہ پر ٹھہر نہ سکا۔ میدان کارزار اپنے مقابل حریف کے سپرد کرکے چلتا پھرتا نظر آیا۔

دبیس نے ہزیمت اوٹھاکے حلہ میں جاکے دم لیا۔ حلہ اور اس کے کل مضافات پر اقبال کا قبضہ و دخل تھا۔ اقبال نے یہ خبر پاکے دار الخلافت بغداد سے ایک تازہ دم فوج اپنی کمک پر طلب کرلی اور نہایت تیزی سے طے مسافت کرکے دبیس کے سر پر جا پہونچا۔ دبیس مقابلہ پر آیا باہم لڑائیاں ہوئیں۔ آخرکار میدان جنگ اقبال کے ہاتھ رہا۔ دبیس نے بڑی جد و جہد سے اپنی جان بچائی۔ بھاگ کر واسط پہونچا۔

تھوڑے دنوں میں اس کے لشکری بھی اسکے پاس آآکے مجتمع ہو گئے۔

انہیں واقعات پر ۵۲۷ھ تمام ہو جاتا ہے۔ یرنقش بازدار اور اقبال اپنی اپنی فوجیں مرتب کرکے دبیس کی سرکوبی کو آجاتے ہیں۔ دریا اور خشکی کی لڑائی چھڑ جاتی ہے۔ اہل واسط دبیس کے ہمراہ مقابلہ پر آتے ہیں۔ لیکن ہزیمت فاش اوٹھا کے بھاگ جاتے ہیں۔

ملک طغرل کے سر پر حکومت پر متمکن ہونیکے بعد، ملک سنجر نے بوجہ بغاوت و سرکشی احمد خان والی ماوراء النہر خراسان کیجانب معاودت کی۔ ان دنوں ملک داؤد بلاد آذربیجان اور گنجہ میں تھا اس واقعہ سے مطلع ہوکے فوجیں فراہم کیں اور انکو مرتب اور مسلح کرکے ہمدان کیطرف بڑھا ملک طغرل بھی یہ سُنکے اوٹھ کھڑا ہوا۔ اسکے میمنہ پر ابن برسق تھا۔ میسرہ پر کزل۔ مقدمۃ الجیش پر آقسنقر۔ اور ملک داؤد کے میمنہ پر یرنقش زرکوئی۔ ماہ رمضان ۵۲۶ھ میں ہمدان کے قریب ایک قریہ میں دونوں حریف کا مقابلہ ہوا۔ یرنقش نے کسی مصلحت سے جنگ کے شروع کرنے میں تاخیر کی ترکوں کو اس سے شبہہ پیدا ہوا مجتمع ہوکے اس کے خیمہ کو لوٹ لیا اس سے ملک داؤد کے لشکر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ تمام لشکر میں ہلڑ مچ گیا اسکا اتابک آقسنقر احمدیلی بخوف جان بھاگ گیا۔ ساری فوج میں بھگدڑ مچگئی۔ حریف نے اس امر کا احساس کرکے حملہ کر دیا۔ یرنقش زرکوئی گرفتار کرلیا گیا۔ ملک داؤد موقع پاکے نکل بھاگا۔ ایک مدت تک اِدھر اودھر مارا پھرا بعدازاں مع اپنے آقا آقسنقر کے وارد بغداد ہوا۔ خلافت مآب نے شاہی محلسرا میں عزت و احترام سے ٹھہرایا۔

سلطان مسعود نے یہ سُنکے کہ ملک داؤد کو بمقابلہ ملک طغرل ہزیمت ہوئی ہے اور وہ شکست کھاکے بغداد چلا گیا ہے۔ بغداد کیجانب کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ قریب بغداد پہونچا۔ ملک داؤد نے بغداد سے نکل کے استقبال کیا۔ ایک دوسرے سے

بغلگیر ہوا۔ پھر دونوں ساتھ ساتھ بغداد آئے۔ سلطان مسعود نے بغداد میں پہونچکے ایوان شاہی میں قیام کیا۔ دارالخلافت بغداد کے ممبروں پر اس کے نام کا اور اس کے بعد ملک داؤد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ بعدہ سلطان مسعود اور ملک داؤد دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ باتفاق رائے خلافت مآب یہ طے پایا کہ سلطان مسعود اور ملک داؤد آذربیجان پر فوج کشی کریں دربار خلافت سے ان لوگوں کو مالی اور فوجی مدد دیجائیگی۔ چنانچہ اس رائے کے مطابق سلطان مسعود اور ملک داؤد آذربیجان کیطرف روانہ ہوئے اور پہونچتے ہی کل صوبہ پر قابض و متصرف ہوگئے مقام اردبیل میں ملک طغرل کے چند امرا تھوڑی سی فوج کے ساتھ رہتے تھے انکو بھی ان لوگوں نے جا گھیرا۔ بعض ان میں سے چھپکے بھاگ گئے اور بعض قتل کرڈالے گئے بعد ازاں ان دونوں حملہ آور سلطانوں نے ہمدان کا رخ کیا۔ اسکا بھائی ملک طغرل فوجیں مرتب کرکے مقابلہ پر آیا۔ لیکن پہلے ہی حملہ میں شکست کھائے بھاگا۔ سلطان مسعود نے ہمدان میں داخل ہوکے اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔

اسی اثناء میں آقسنقر کو ایک شخص نے جو فرقہ باطنیہ سے تھا قتل کرڈالا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قاتل نے سلطان مسعود کی سازش سے آقسنقر کو قتل کیا تھا۔

ملک طغرل نے شکست کھانے کے بعد رے کا قصد کیا۔ رفتہ رفتہ قم پہونچا یہاں بھی اسکو امن کی صورت نظر نہ آئی تو اصفہان کیجانب مراجعت کی۔ اس غرض سے کہ اسکو سلطان مسعود اور ملک داؤد کے پنجہ غضب سے بچائے سلطان مسعود بھی یہ خبر پاکے اصفہان کے محاصرہ کو بڑھا۔ چونکہ طغرل کو اہل اصفہان کے قول و فعل کا اعتبار نہ تھا اسوجہ سے اس نے اصفہان کو چھوڑکر بلاد فارس کا رستہ لیا سلطان مسعود نے اصفہان سے اعراض کرکے ملک طغرل کا تعاقب کیا۔ ملک طغرل کے بعض امراء لشکر نے گھبرا کے سلطان مسعود سے امن حاصل کرلی جو باقی رہ گئے ان سے ملک طغرل مشکوک

ہو گیا۔ اُن لوگوں سے علیحدہ ہو کے بھاگتے بھاگتے ماہ رمضان ۵۲۶ھ میں رے پہونچا۔ سلطان مسعود تو تعاقب ہی میں تھا وہ بھی پیچھے لگا ہوا رے پہونچ گیا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ ملک طغرل کو ہزیمت ہوئی ایک گروہ اس کے سرداران لشکر کا گرفتار کر لیا گیا۔ سلطان مسعود نے مظفر و منصور ہمدان کیجانب مراجعت کی۔

جسوقت ملک طغرل فارس سے رے آرہا تھا اثناء راہ میں اسکا وزیر ابوالقاسم نشاباذی ماہ شوال ۵۲۶ھ میں مار ڈالا گیا۔

روانگی مسترشد بحصار موصل

جسوقت عماد الدین زنگی کو مقابلہ خلیفہ مسترشد ہزیمت ہوئی جیسا کہ ہم ابھی اوپر بیان کر آئے تو عماد الدین زنگی نے موصل میں جا کے دم لیا اور سلاطین سلجوقیہ ہمدان میں بوجہ مخالفت باہمی اور خانہ جنگی باہم مصروف جدال و قتال ہو گئے اوسوقت اُمراء سلجوقیہ آئندہ خطرات سے بچنے کے خیال سے بغداد چلے آئے ان لوگوں کے آجانے سے خلیفہ مسترشد کے مضمحل و کمزور قوائے حکمرانی میں توانائی عود کر آئی۔ خلیفہ مسترشد نے ایک بزرگ کو جو اسوقت سر برآوردہ افراد سے تھے عماد الدین زنگی کے پاس سمجھانے بجھانے کو روانہ کیا۔ اس بزرگ سفیر نے زنگی کے پاس پہونچ کے سمجھانے بوجھانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ بلکہ موعظت و پند میں سختی اور درشتی سے بھی کام لیا۔ زنگی نے انکی بے توقیری کی اور گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا اس بنا پر خلیفہ مسترشد نے محاصرہ موصل کا قصد فرمایا۔ سلطان مسعود کو بھی اسکی تحریک کی چنانچہ نصف ماہ شعبان ۵۲۷ھ میں بغداد سے تیس ہزار فوج کی جمعیت سے کوچ کیا۔ جسوقت موصل کے قریب پہونچا۔ زنگی نے موصل کو چھوڑ دیا اسکا نائب نصیر الدین جقر موصل میں ٹھہرا ہوا شہر کی حفاظت اور محاصرین کی مدافعت کرتا رہا۔ زنگی [illegible] کے پاس جا کے قیام کیا اور ایسی ہوشیاری سے باہر ہی باہر ناکہ بندی کر لی کہ خلیفہ مسترشد کی امداد و رسد کا سلسلہ منقطع ہو گیا جس سے خلافت مآب کو [illegible] سے [illegible]

دقتیں اوٹھانا پڑیں مگر پھر بھی تین ماہ کامل موصل کا محاصرہ کئے رہا۔ جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو محاصرہ اوٹھا کے دار الخلافت بغداد کیجانب مراجعت کی۔ کوچ وقیام کرتا ہوا اسی سنہ کے یوم عرفہ کو بغداد میں پہونچگیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سطر خادم نے لشکر گاہ سلطان مسعود سے حاضر ہو کے یہہ گذارش کر دی تھی کہ سلطان مسعود عراق کا قصد کر رہا ہے اسوجہ سے خلافت مآب نے موصل کا محاصرہ چھوڑ کے دار الخلافت کیجانب معاودت فرمائی تھی۔

جنگ طغرل و مسعود جسوقت سلطان مسعود نے طغرل کی ہزیمت کے بعد ہمدان کیطرف مراجعت کی یہ خبر گوش گذار ہوئی کہ ملک داؤد بن محمود (سلطان مسعود کا بھتیجہ) اذربیجان میں باغی ہو گیا ہے۔ فوراً لشکر کو از سر نو مرتب کر کے کوچ کر دیا اور اذربیجان کے ایک قلعہ پر پہونچکے اسپر محاصرہ ڈالدیا۔ ملک طغرل کو موقع ملگیا۔ میدان خالی دیکھہ کے بلاد جبل کیطرف قدم بڑھائے۔ رفتہ رفتہ فوجیں بھی مجتمع ہو گئیں۔ بلاد جبل کے اکثر شہروں کو مفتوح بھی کر لیا پھر کیا تھا ہوصلے بڑھ گئے سلطان مسعود سے جنگ کرنے کی غرض سے قزوین پہونچا سلطان مسعود بھی یہ خبر پا کے ملک طغرل کی سرکوبی کو آیا چونکہ مقابلہ ہونے سے پہلے ملک طغرل نے سلطان مسعود کی فوج کے ایک حصہ کو ملا لیا تھا اسوجہ سے بوقت مقابلہ، سلطان مسعود کی فوج کا ایک حصہ بھاگ کھڑا ہوا جس سے چار ناچار سلطان مسعود کو آخری ماہ رمضان ۵۲۸ھ میں اپنے باغی بھتیجہ سے ہزیمت اوٹھانا پڑی۔

سلطان مسعود نے میدان جنگ سے شکست کھا کے بغداد کا راستہ لیا اور خلافت مآب سے دار الخلافت میں داخل ہونیکی اجازت طلب کی۔ ان دنوں اس کا نائب بقش سلاحی معہ اسکے بھائی سلجوق شاہ کے اصفہان میں تھا اس ناگہانی ہزیمت کا حال سُنکے یہ لوگ بھی بغداد چلے آئے تھے سلجوق شاہ نے بغداد پہونچکے محلسرائے

شاہی میں قیام کیا۔ خلافت مآب نے دس ہزار دینار خرچ کے لئے بھیج دیئے۔ بعد اسکے
سلطان مسعود بغداد میں داخل ہوا۔ اثنا راہ میں اس نے بڑے بڑے مصائب اُٹھائے
اس کے ہمراہیوں کے پاس کافی سواریاں نہ تھیں کچھ لوگ سوار تھے اور کچھ پیادے
خیمے بھی نہ تھے۔ مال اور اسباب کی بھی کمی تھی کسی کے بدن پر کپڑے ثابت نہ تھے
خلافت مآب نے نئے خیمے مرحمت فرمائے۔ مال واسباب اور روپیہ دیئے عزت
واحترام سے ٹھہرایا۔ غرض پندرہویں شوال ۵۲۳ھ کو سلطان مسعود نے بغداد
میں داخل ہوکے دارالحکومت میں قیام کیا اور ملک طغرل اپنی کامیابی کا جھنڈا
لئے ہوئے ہمدان میں ٹھہرا رہا۔

ملک طغرل کی وفات

دارالخلافت بغداد میں پہونچکے سلطان مسعود کے ہوش حواس
بجا ہوئے دربار خلافت میں خلافت مآب کی دست بوسی حاضر
ہوا خلافت مآب نے تسلی وتشفی دی اور یہ ارشاد فرمایا "تم ناکامیابی پر ہمت سے
برداشتہ خاطر نہ ہو کمر ہمت باندھکے پھر اپنے بھائی طغرل سے لڑنے کو اُٹھو مایہ دولت
واقبال اس مہم میں بہ نفس نفیس تمہارے ساتھ چلنے کو طیار رہیں" سلطان
مسعود نے خلافت مآب کا شکریہ ادا کیا اور دربار خلافت سے اُٹھکے خوش خوش
اپنے دارالحکومت میں آیا۔

امراء سلجوقیہ کا ایک گروہ جو بخوف فتنہ اور آئندہ خطرات سے بچنے کے خیال سے
خلافت مآب کی خدمت میں آگیا تھا وہ سلطان مسعود کا ہم آہنگ و بہی خواہ ہوگیا
ملک طغرل نے ان لوگوں سے خط وکتابت شروع کی اور آہستہ آہستہ سبھوں کو ملا لیا۔
اتفاق یہ کہ ملک طغرل کا ایک خط جو اسی گروہ کے ایک شخص کے پاس آیا ہوا تھا
خلیفہ مسترشد کے ہاتھ لگ گیا۔ خلیفہ مسترشد کو سبھوں کی طرف سے شک پیدا ہوگیا
مگر صرف اسی شخص کو گرفتار کرکے اسکے مال واسباب کو لٹوا لیا جسکے نام خط آیا تھا۔

باقی رہے اور امراء سلجوقیہ وہ سلطان مسعود کے پاس بھاگ گئے۔ خلیفہ مسترشد نے
ان کو بلا بھیجا سلطان مسعود نے مخالفت و مزاحمت کی۔ اس سے باہم کسیقدر کشیدگی
پیدا ہوئی۔ بعد اس کے سلطان مسعود نے خلیفہ مسترشد سے جنگ ملک طغرل پر چلنے
کی درخواست کی ہنوز کوئی امر طے نہوا تھا کہ ماہ محرم ۵۲۹ھ میں ملک طغرل کے
مرنے کی خبر مشہور ہوئی سلطان مسعود نے سنتے ہی ہمدان کیطرف کوچ کیا۔ فوجوں نے
اطاعت کی گردنیں جھکا دیں۔ رؤسا ملک و ملت نے حاضر ہوکے فرمانبرداری
و اطاعت کی قسمیں کھائیں۔ غرض ملک طغرل کا مرنا تھا کہ سلطان مسعود نے صدو بہ
ہمدان پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اور قلمدان وزارت شرف الدین انوشیروان خالد کو مرحمت
کیا۔ یہ مع اپنے اہل و عیال کے سلطان مسعود کے ہمراہ گیا تھا۔

سلطان مسعود اور خلیفہ مسترشد

ہمدان پر سلطان مسعود کے قابض ہونے پر امراء سلجوقیہ کے چند
سربرآوردہ اشخاص کو سلطان مسعود سے منافرت و کشیدگی
پیدا ہوئی از انجملہ یرنقش کزل آسنقر والی ہمدان اور عبدالرحمن بن طغرل بک
وغیرہم تھے انہیں لوگوں کے ساتھ دبیس بن صدقہ بھی تھا ان سبھوں نے سلطان
مسعود سے علیحدگی اختیار کرکے خلافت مآب سے امن کی درخواست کی اور خراسان
پہونچکے برسق سے خلیفہ مسترشد کی اطاعت و فرمانبرداری پر باہم معاہدہ کیا۔ چونکہ
خلیفہ مسترشد کو دبیس کیطرف سے بدظنی تھی اسوجہ سے خلافت مآب نے سدید الدولہ
بن انباری کو باستثناء دبیس اور کل امراء کا امان نامہ مرحمت فرما کے ان لوگوں کے پاس روانہ
کیا۔ چنانچہ دبیس سلطان مسعود کے پاس واپس آیا اور امراء نے بغداد کا راستہ لیا خلافت مآب
نے ان لوگوں سے بعزت و احترام ملاقات کی۔ اس سبب سے مابین خلافت مآب اور سلطان مسعود
منافرت و کشیدگی بڑھ گئی رفتہ رفتہ یہ منافرت اس حد تک پہونچی کہ خلافت مآب نے بقصد جنگ سلطان
مسعود بیسویں رجب ۵۲۹ھ میں بغداد سے خروج فرمایا۔ مقام شفیعہ میں پہونچکے پڑاؤ کیا والی بصرہ سے

امداد طلب کی اس لئے بمقابلہ سلطان مسعود امداد دینے سے انکار کیا مگر اور امراء سلجوقیہ جو خلافت مآب کے ہمرکاب تھے وہ خلافت مآب کو سلطان مسعود سے جنگ کرنے کو برابر اوبھارتے اور امداد کا وعدہ کر رہے تھے خلافت کا مقدمۃ الجیش کوچ و قیام کرتا ہوا حلوان تک پہونچا بعد اس کے ماہ شعبان سنہ مذکور میں خود خلافت مآب نے بھی عراق میں اقبال خادم کو تین ہزار سواروں کی جمعیت سے چھوڑ کر کوچ فرمایا۔ اس اثناء میں برسق بن برسق بھی آملا جسکی وجہ سے اسکی فوج کی تعداد سات ہزار تک پہونچگئی امراء اعراب خلافت مآب کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے خطوط لکھ رہے تھے۔ سلطان مسعود کو اسکی خبر لگ گئی۔ اس نے ان لوگوں کی تالیف قلوب کی اور انکو اپنا ہم آہنگ بنا لیا۔ ان لوگوں کے ملجانے سے اسکے لشکر کی تعداد پندرہ ہزار تک پہونچگئی، خلیفہ مسترشد کی فوج کے بھی بہت سے جنگ آور سپاہی سلطان مسعود کے لشکر میں آگئے تاآنکہ خلافت مآب کی رکاب میں صرف پانچہزار فوج باقی رہ گئی ملک داؤد بن محمود نے اذربیجان سے یہ کہلا بھیجا "آپ سلطان مسعود کے لشکر سے مقابلہ کرنے کو دینور کا قصد فرمائیے" چنانچہ خلافت مآب نے بقصد جنگ سلطان مسعود دینور کیجانب کوچ کیا۔ یرنقش باردار، نورالدولہ سنقر، کزل اور برسق بن برسق میمنہ میں تھا۔ جاولی برسقی، شراب سالار اور اغلبک میسرہ میں۔ اغلبک وہ شخص ہے جسکو خلیفہ مسترشد نے امراء سلجوقیہ سے بالزام سازش سلطان مسعود گرفتار کیا تھا[۱]

دسویں رمضان سنہ ۵۲۹ھ کو دونوں حریف معرکہ آرا ہوئے۔ اثناء جنگ میں خلیفہ مسترشد کا میسرہ کمزور پڑا۔ سلطان مسعود نے اس امر کا احساس کرکے اپنے میمنہ کو بڑھنے اور متواتر حملے کرنے کا اشارہ کیا۔ خلیفہ مسترشد نے قلب لشکر کو میسرہ کی کمک پر بھیجا۔ سلطان مسعود اسکو تاڑ گیا۔ فوراً قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ خلافت مآب کی فوج

---

[۱] اس مقام پر اصل کتاب میں کچھ نہیں لکھا۔ مترجم

بھاگ کھڑی ہوئی خلیفہ مسترشد معہ اپنے اسٹاف کے گرفتار کرلئے گئے جس میں وزیر شرف الدین علی بن طراد زینبی، قاضی القضاۃ، خطیب، فقہاء اور شہود تھے خلیفہ مسترشد ایک خیمہ میں اوتارا گیا باقی قلعہ سرخاب میں قید کردیئے گئے بعدہ سلطان مسعود نے میدان جنگ سے ہمدان کیجانب مراجعت کی۔

اس کامیابی کے بعد سلطان مسعود نے امیر بک آبہ محمدی کو شحنہ مقرر کرکے بغداد کیجانب روانہ کیا۔ اسکے ہمراہ عمید بھی تھا۔ آخری ماہ رمضان سنہ مذکور کو وارد بغداد ہوا۔ خلیفہ مسترشد کے جسقدر املاک تھے سب کو ضبط کرلیا۔ محلسرائے خلافت کو لوٹ لیا اس سے اہل بغداد کو سخت صدمہ ہوا۔ اپنے خلیفہ کی گرفتاری پر روئے، عورتوں نے واویلا کا شور مچایا۔ عوام الناس منبر کیطرف دوڑ پڑے اور اسکو توڑ ڈالا، خطیب کو خطبہ نہ پڑھنے دیا۔ بازاروں میں ڈونڈ مچگئی۔ سروں پر خاک اوڑاتے شور وغل مچاتے شحنہ بغداد کی فوج سے جا بھڑے۔ کشت وخون کا ہنگامہ گرم ہوا۔ خونریزی کے دروازے کھل گئے۔ والی اور حاجب شہر چھوڑ کے بھاگ نکلے جس طرف نظر اُٹھتی تھی سوائے فتنہ وفساد کے امن وعافیت کی صورت نہ دکھائی دیتی تھی۔

اسی عرصہ میں ماہ شوال سنہ مذکور میں یہ خبر مسموع ہوئی کہ ملک داؤد ابن سلطان محمود نے مراغہ میں علم مخالفت بلند کیا ہے۔ چنانچہ سلطان مسعود فوجیں مرتب کرکے ملک داؤد سے جنگ کرنے کو روانہ ہوا اور مقید خلیفہ مسترشد اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ یہیں سے باہم مصالحت کے نامہ وپیام شروع ہوئے۔

راشد کی خلافت

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ سلطان مسعود معہ خلیفہ مسترشد کے مراغہ کیجانب روانہ ہوگیا ہے۔ اور خلیفہ مسترشد ایک علٰحدہ خیمہ میں نظر بند کردیا گیا ہے جسکی حفاظت پر ایک دستہ فوج متعین ہے۔ روانگی مراغہ کیوقت سے

سلطان مسعود اور خلیفہ مسترشد میں مصالحت کی گفتگو شروع ہوئی آخر کاران شرائط پر باہم صلح ہوئی۔

(۱) خلیفہ مسترشد سلطان مسعود کو چار لاکھ دینار سالانہ ادا کیا کرے۔

(۲) خلیفہ مسترشد کو بخیال جنگ اور فتنہ فوج رکھنے کا اختیار نہ ہوگا۔

(۳) کسی غرض سے کسی وقت میں خلیفہ مسترشد دار الخلافت سے باہر نہ نکلیں صلحنامہ لکھے جانیکے بعد فریقین کے وکلا نے صلحنامہ کو اپنے اپنے دستخطوں سے مزین کیا خلیفہ مسترشد بقصد واپسی بغداد سامان سفر درست کرنے لگا روائے خلافت روبروانہ کی گئی اتنے میں یہ خبر لگی کہ ملک سنجر کا قاصد آیا ہے۔ اسوجہ سے خلیفہ مسترشد کی روانگی میں تاخیر ہوئی اور سلطان مسعود ملک سنجر سے ملنے کو سوار ہو گیا خلیفہ مسترشد کا خیمہ، شاہی کمپ کے باہر ایک میدان میں علیحدہ نصب ہوا تقریباً بیس نفر باطنی یا اس سے کچھ زیادہ دفعتہً خلافت مآب کی خیمہ میں گھس پڑے اور اسکی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ سر کاٹ کر صلیب پر چڑھا یا یہ واقعہ سترہویں ذیقعد ۵۲۹ھ کا ہے ساڑھے سترہ سال خلافت کی، خلافت مآب کے مارے جانیکے بعد قاتلین گرفتار کئے گئے اور قتل کر ڈالے گئے۔

بعد اسکے اسکا بیٹا ابو جعفر ولیعہدی اپنے باپ کے سریر خلافت پر رونق افروز ہوا بغداد میں بحاضری اراکین ملک وملت بیعت خلافت کی تجدید کی گئی۔ اقبال (خلیفہ مسترشد کا خادم) اسوقت بغداد ہی میں تھا۔ جب یہ حادثہ پیش آیا تو ساحل عراق کو عبور کرکے تکریت کا راستہ لیا اور مجاہد الدین بہروز کے پاس جاکے قیام کیا۔

خلیفہ مسترشد کے قتل کے چند دنوں بعد دبیس بن صدقہ بھی شہر خوی کے باہر سرادقہ دروازہ پر مارا گیا۔ سلطان مسعود نے ایک ارمنی غلام کو اسکے قتل پر مامور کیا چنانچہ اس نے راہ چلتے اوسکا سر اوتار لیا۔

بعد قتل دبیس اسکا لشکر اس کے خدام اس کے باپ صدقہ کے پاس حلہ میں جا کے مجتمع ہوئے قطلغ تکین بھی امن حاصل کر کے اسکے پاس چلا گیا۔ سلطان مسعود نے امیر بک شحنہ بغداد کو حلہ پر قبضہ کر لینے کو لکھ بھیجا۔ چنانچہ امیر بک نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو حلہ کیجانب روانہ کیا صدقہ نے مقابلہ سے کنارہ کشی کی۔ تا آنکہ ۵۳۱ھ میں سلطان مسعود وارد بغداد ہوا۔ اسوقت صدقہ نے حاضر ہو کے مصالحت و صفائی کر لی اور اسکے ہمراہ رہا۔

راشد اور سلطان مسعود

سریر خلافت پر خلیفہ راشد کے متمکن ہونے کے بعد یرنقش زکوی سلطان مسعود کے پاس سے اس زر نقد کے وصول کرنے کو بغداد آیا جسکا اقرار اسکے باپ خلیفہ مسترشد نے کیا تھا اور جسکی تعداد چار لاکھ تھی۔ خلیفہ راشد نے جواب دیا "پدر بزرگوار ایک حبہ خزانہ میں نہیں چھوڑ گئے جو کچھ مال و اسباب اور زر نقد تھا وہ ان کے ہمراہ تھا وہ سب کا سب لٹ گیا" یرنقش یہ سنکے خاموش ہو رہا بعد اسکے لوگوں نے خلیفہ راشد سے یہ جڑ دیا کہ یرنقش محلسرائے خلافت پر دفعۃً قبضہ کرنے کی فکر میں ہے اور اسی غرض سے سامان اور روپیہ مہیا کر رہا ہے" خلیفہ راشد یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ فوجیں فراہم کر لیں۔ شہر پناہ کی مرمت کرائی موقع موقع سے دمدمے اور مورچے بندھوائے۔ بعد اسکے یرنقش مع امرائے سلجقیہ کے سوار ہو کے محلسرائے خلافت کے لوٹنے کو نکلا عوام الناس اور خلافت مآب کے لشکر نے مقابلہ کیا گھمسان لڑائی ہوئی۔ آخر کار خلافت مآب کے لشکر نے یرنقش کی فوج کو میدان جنگ سے مار بھگایا۔ دار الخلافت سے نکلکے خراسان کا راستہ لیا۔ امیر بک شحنہ بغداد بھی خراسان کیجانب نکل بھاگا۔ یرنقش بھی بحال پریشان جنہ تجین میں جا کے دم لیا۔ عوام اور لشکریوں نے سلطان کے مکان اور دیوان خاص و عام کو خاطر خواہ لوٹا اس واقعہ سے مابین سلطنت پناہ

او خلافت مآب منافرت وکشیدگی بڑھ گئی ارا کین سلطنت اور امراء مملکت سلطان
کی اطاعت سے منحرف ہو گئے خلافت مآب کے آگے گردن اطاعت جھکا دی۔
ملک داؤد بن سلطان محمود مع لشکر آذربیجان " بغداد کیجانب روانہ ہوا ماہ صفر
سنہ ۵۳۰ھ میں وارد بغداد ہو کے محلسرائے سلطانی میں قیام کیا۔ عماد الدین زنگی
موصل سے " یرنقش بازدار والی قزوین " قزوین سے " بقش کبیر والی اصفہان " اصفہان
سے " صدقہ بن دبیس والی حلہ " حلہ سے " ابن برسق اور احمد یلی وغیرہم بھی آ پہونچے
ملک داؤد نے یرنقش بازدار کو بغداد کی شحنگی عنایت کی اور خلیفہ راشد نے ناصح الدولہ
ابو عبد اللہ حسن بن جہیر استاد دار اور جمال الدین اقبال کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا۔
جمال الدین اقبال تکریت سے بغداد آیا تھا۔ زنگی کی سفارش سے اقبال رہا کر دیا
گیا رہائی کے بعد اقبال زنگی ہی کے پاس رہا۔ وزیر السلطنت جلال الدین
ابو الرضا بن صدقہ زنگی سے ملنے کو آیا اور چند سے اسکے پاس مقیم رہا۔ زنگی نے
اسکی سفارش کر دی خلافت مآب نے پھر اُسکو عہدۂ وزارت عطا فرمایا۔ قاضی
القضاۃ زینبی بھی زنگی کے پاس آ گیا تھا اور پھر اسکے ہمراہ موصل روانہ ہوا۔ اسی
اثناء میں سلجوق شاہ واسط پہونچگیا اور امیر بک آئی کو گرفتار کر کے اسکے مال و اسباب
کو لوٹ لیا زنگی یہ خبر پا کے واسط جا پہونچا اور دونوں میں مصالحت اور صفائی
کرا کے بغداد واپس آیا۔

ان واقعات کے بعد ملک داؤد نے بقصد جنگ سلطان مسعود طریق خراسان
کی طرف کوچ کیا زنگی بھی اسکے رکاب میں تھا خلیفہ راشد بھی اپنی فوج آراستہ کر کے
پہلی رمضان سنہ ۵۳۰ھ کو بغداد سے طریق خراسان کیجانب روانہ ہوا۔ مگر تیسرے
ہی روز واپس آیا ملک داؤد اور کل امراء کو واپس بلا بھیجا چنانچہ ملک داؤد اور
کل امراء و ارا کین دولت واپس آئے اور اس امر پر اتفاق کر لیا کہ شہر پناہ کے

اندر سے ملک مسعود سے جنگ اور معرکہ آرائی کیجائے۔ اتنے میں سلطان مسعود کا خط بایں مضمون صادر ہوا "میں بدل وجان خلافت مآب کی اطاعت پر آمادہ ہوں مجھہ سے معرکہ آرائی کی کیا ضرورت ہے" خلافت مآب نے اس خط کو ارا کین دولت کے روبرو پیش کیا ان لوگوں نے سلطان مسعود سے مصالحت کرنا منظور نہ کی۔ چار ناچار خلافت مآب نے بھی ان لوگوں کی رائے سے اتفاق کیا سلطان مسعود نے جواب باصواب نہ پاکے بغداد کا قصد کیا اور طے مسافت کر کے بغداد پہونچکے محاصرہ ڈالا۔ اوباشوں اور جرائم پیشوں کی بن آئی۔ دن دہاڑے لوٹ مار شروع کردی تقریباً پچاس دن تک سلطان مسعود بغداد کا محاصرہ کئے رہا جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو محاصرہ اوٹھاکے ہمدان کیطرف روانہ ہوا۔ اس عرصہ میں طرنطائی والی واسط ایک بیڑہ جنگی کشتیوں کا لئے ہوئے آپہونچا۔ سلطان مسعود نے اوسیوقت پھر بغداد کیجانب معاودت کی، بغدادی لشکر نے عبور کرنے سے روکا مگر سلطان مسعود کا لشکر نہ رکا دجلہ کو ساحل غربی سے عبور کیا۔ اس سے خلیفہ راشد کے امراء اور سرداران لشکر میں ہل چل سی مچگئی۔ سبھوں نے اپنا اپنا بوریا بندھنا سبنھال اپنے اپنے ملکوں کی راہ لی۔ زنگی اسوقت ساحل غربی پر سلطان مسعود کی فوج سے مصروف جدال وقتال تھا خلیفہ راشد نے اسکے پاس جاکے کل حالات بتلائے زنگی اکیلا کیا کرتا اس نے بھی میدان جنگ اپنے حریف کے حوالہ کر کے معہ خلافت مآب کے موصل کا راستہ لیا۔ پندرہویں ذیقعدہ ۵۳۰ھ کو سلطان مسعود مظفر و منصور بغداد میں داخل ہوا۔ امن آمان کی منادی کرادی قضاۃ، فقہاء اور شہود کو طلب کر کے خلیفہ راشد کا حلفنامہ دکھلایا جسمیں بخط خاص لکھا تھا "جسوقت میں سلطان مسعود کے مقابلہ پر لشکر آرائی کا قصد کروں یا سلطان مسعود سے جنگ کرنے کو خروج کروں یا سلطان مسعود کے کسی امیر سے مصروف جدال وقتال ہوں تو اسوقت

میں معزول سمجھا جاؤں ہیں تو اپنے آپکو بار خلافت سے سبکدوش کر لونگا"۔ قضاۃ اور فقہاء نے خلیفہ راشد کی خلع خلافت اور معزولی پر فتوی دیا۔ ارکین دولت اور امراء مملکت نے اس رائے پر موافقت ظاہر کی اور اسکے معایب بیان کرنے پر سب کے سب متفق ہو گئے۔ سلطان مسعود نے حکم صادر کیا کہ خلیفہ راشد کی معزولی کا اعلان کردیا جائے اور آج کی تاریخ سے اسکے نام کا خطبہ موقوف کیا جائے چنانچہ اسکی خلافت کے ایک برس بعد ماہ ذیقعدہ میں بغداد اور کل بلاد اسلامیہ میں اسکے نام کا خطبہ موقوف کردیا گیا۔

مقتفی کی خلافت

خلیفہ راشد کی معزولی اور اسکے نام کا خطبہ موقوف ہونیکے بعد سلطان مسعود نے ارکین دولت اور مشیران سلطنت کو انتخاب خلیفہ کا حکم دیا ان لوگوں نے متفق ہو کے محمد بن مستظہر کو منتخب کیا۔ سلطان مسعود نے خلیفہ راشد کی معزولی کا محضر لکھوایا۔ محضر میں ظلم، غصب اور کل اون افعال کو تحریر کرایا جو منافی شان امامت اور خلافت تھے اخیر محضر میں یہ عبارت لکھوائی کہ جس شخص میں ایسے صفات ہوں وہ امامت و خلافت کی قابلیت نہیں رکھتا قاضی ابوطاہر بن کرخی کی موجودگی میں محضر پر شہادت لکھی گئی اور قاضی صاحب نے خلیفہ راشد کی معزولی کا حکم صادر فرمایا۔ اور قاضیوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ قاضی القضاۃ اندنوں دارالخلافت میں موجود نہ تھا۔ زنگی والی موصل کے پاس گیا ہوا تھا۔ سلطان مسعود دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ وزیر السلطنت شرف الدین زینبی اور صاحب مخزن ابن عسقلانی ساتھ ساتھ تھے۔ ابو عبداللہ بن مستظہر کو محلسرائے شاہی سے طلب کر کے سریر خلافت پر متمکن کیا۔ سلطان مسعود اور جدید خلیفہ نے مراسم اتحاد قائم رکھنے کی قسم کھائی۔ سلطان مسعود نے ہاتھ بڑھا کے حسب دستور بیعت کی بعد ازاں ارکین دولت ارباب مناصب، فقہاء اور قضاۃ نے بیعت کی۔ بارھویں ذی الحجہ ۵۳۰ھ کا یہ واقعہ ہے۔

"اور المقتفی لامر اللہ" کے لقب سے ملقب کیا۔ شرف الدین علی بن طراد زینبی کو قلمدان وزارت سپرد کیا گیا معزول خلیفہ کی معزولی اور خلع خلافت کا گشتی فرمان تمام بلاد اسلامیہ میں بھیجا گیا۔ قاضی القضاۃ ابوالقاسم علی بن حسین کو موصل سے طلب کرکے بدستور قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور کیا اور کمال الدین حمزہ بن طلحہ صاحب مخزن کو بھی اسکے سابق عہدہ پر بحال رکھا

جنگ سلطان مسعود و ملک داؤد

خلیفہ مقتفی کی بیعت خلافت لینے کے بعد سلطان مسعود نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو ملک داؤد کی تعاقب اور سرکوبی کو روانہ کیا۔ بمقام مراغہ میں ملک داؤد سے مڈبھیڑ ہوئی۔ دو چار ہاتھ لڑکر ملک داؤد بھاگ کھڑا ہوا۔ قراسنقر نے آذربیجان پر قبضہ کر لیا۔ اور ملک داؤد خوزستان پہونچکے فوجیں اکٹھی کرنے لگا۔ تھوڑے دنوں میں ترکمانوں کا ایک لشکر فراہم ہو گیا جنکی تعداد دس ہزار جوانوں سے کم نہ تھی ملک داؤد نے ان کو مرتب اور مسلح کرکے تستر پر محاصرہ ڈالا۔ سلجوق شاہ اسوقت واسط میں تھا اپنے بھائی سلطان مسعود کو اس واقعہ سے آگاہ کرکے امداد کی درخواست کی۔ سلطان مسعود نے ایک فوج سلجوق شاہ کی کمک پر بھیجدی سلجوق شاہ اس امدادی فوج کی پشت گرمی سے تستر بچانے کو روانہ ہوا۔ ملک داؤد نے کمال مردانگی اور ہوشیاری سے مقابلہ کیا۔ سلجوق شاہ کو ہزیمت ہوئی۔

اندنوں سلطان مسعود اس خوف سے کہ مبادا معزول خلیفہ راشد موصل سے عراق کا قصد نکر بیٹھے بغداد ہی میں مقیم تھا اور اسی زمانہ قیام میں سلطان مسعود نے زنگی کو مقتفی کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی بابت تحریر کیا چنانچہ زنگی نے ماہ رجب ۵۳۱ھ میں خلیفہ راشد کا خطبہ موقوف کرکے جدید خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا خلیفہ راشد کو زنگی کا یہ فعل ناگوار گذرا موصل کو چھوڑ کر چل کھڑا ہوا۔ سلطان مسعود نے اس واقعہ سے مطلع ہو کے اپنے امراء لشکر کو انکے بلاد کی طرف مراجعت کرنیکا حکم دیا۔

صدقہ بن دبیس والی حلہ نے بھی اپنی بیٹی کا سلطان مسعود سے نکاح کرکے حلہ کیجانب
معاودت کی۔ اس اثنا میں ایک گروہ اُن امرا کا جو ملک داؤد کے ساتھ تھا سلطان
مسعود کی خدمت میں حاضر ہوا جنہیں بقش سلاحی، برسق بن برسق والی تستر اور سنقر
خمارتگین شحنہ ہمدان تھا سلطان مسعود نے ان لوگوں سے بہ کمال خندہ پیشانی ملاقات
لی۔ عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ خوشنودی مزاج کا اظہار فرمایا اور بقش سلاحی کو دارالخلافت
بغداد کی شحنگی عنایت کی۔ اس نے رعایا کو ظلم و ستم سے پریشان کرنا شروع کیا۔

خلیفہ راشد موصل سے نکلکے آذربیجان کیجانب روانہ ہوا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا مراغہ
پہونچا۔ چونکہ بوزابہ والی خوزستان و امیر عبدالرحمٰن طغرلبک والی خلخال اور ملک داؤد
سلطان مسعود سے مخالفت اور اسکے مخالف تھے اسوجہ سے ان لوگوں نے امیر منکبرس
والی فارس کے پاس مجتمع ہوکے متفق و متحد رہنے کی قسمیں کھائیں اور اس امر کا بھی عہد
و پیمان کیا کہ خلیفہ راشد کی خلافت کی بیعت دوبارہ کرنا چاہیے چنانچہ اس رائے کے
مطابق خلیفہ راشد کے پاس ایک خط روانہ کیا خلیفہ راشد نے ان لوگوں کی درخواست
کو منظور فرمایا مگر اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ خلیفہ راشد ان لوگوں تک نہ پہونچ سکا اور اسکی
خبر سلطان مسعود تک پہونچگئی۔ سلطان مسعود لشکر آراستہ کرکے ماہ شعبان ۵۳۲ ہجری
میں دارالخلافت بغداد سے ان لوگوں کی طرف روانہ ہوا۔ خوزستان کے قریب مقابلہ
ہوا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد سلطان مسعود نے ان لوگونکو ہزیمت دیدی۔ امیر
منکبرس والی فارس گرفتار کرلیا گیا سلطان مسعود نے اسکو اپنے روبرو قتل کرادیا
سارا لشکر اسکا تتر بتر ہوگیا۔ لوٹ مار کرتا ہوا ادھر اودھر بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان
مسعود نے اپنی فوج کو بھگوڑوں کے تعاقب پر روانہ کیا۔ بوزابہ اور عبدالرحمٰن نے
سلطان مسعود کی کمی فوج کا احساس کرکے دوبارہ لڑائی کا نیزہ گاڑا۔ ہنگامہ کارزار
پھر گرم ہوگیا۔ سلطان مسعود کے امراء لشکر کا ایک گروہ گرفتار ہوگیا از انجملہ صدقہ بن

دبیس، ابن قراسنقر اتابک والی آذربیجان اور عنتر بن ابوالعسکر تھا۔ اس واقعہ میں میدان جنگ، بوزابہ اور عبدالرحمٰن کے ہاتھ رہا ملک مسعود کے لشکر کو ہزیمت ہوئی جس وقت بوزابہ کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان مسعود نے امیر منکبرس کو قتل کر ڈالا ہے اسی وقت اس نے ان سب قیدیوں کو جو سلطان مسعود کی طرف سے قید کئے گئے تھے تہ تیغ کر دیا اس لڑائی میں یہ عجیب اتفاق پیش آیا کہ فریقین کو ہزیمت ہوئی دونوں حریف کی فوجیں میدان جنگ سے [illegible] بھاگ گئیں۔

بعد اس واقعہ کے سلطان مسعود نے آذربیجان کا قصد کیا اور ملک داؤد نے ہمدان کی جانب قدم بڑھائے۔ اسی اثناء میں خلیفہ راشد آپہنچا۔ بوزابہ نے جو اس گروہ کا سرغنہ تھا فارس پر قبضہ کرنے کی رائے دی۔ چنانچہ ان لوگوں نے فارس پر پہنچ کے قبضہ حاصل کیا اور رفتہ رفتہ اپنے دائرہ حکومت کو خوزستان تک بڑھا لیا۔

انہیں واقعات کے اثناء میں سلجوق شاہ بن سلطان محمود کو بغداد کے قبضہ کی طمع دامنگیر ہوئی لشکر آراستہ کرکے دارالخلافت بغداد کی جانب بڑھا۔ شحنہ بغداد اور مسطر خادم امیر حجاج اسکی مدافعت کی طرف متوجہ و مصروف ہوا۔ بازاریوں اور اوباشوں کی بن آئی۔ قتل و غارتگری کی بغداد میں گرم بازاری ہو گئی۔ شرفاء اور رؤسا بغداد چھوڑ چھوڑ کے بھاگ گئے۔ تا آنکہ سلجوق شاہ نے بے نیل مرام مراجعت کی۔ نقش سلامی نے بغداد میں واپس آکے لوٹ مار کرنے والوں کو چن چن کر قتل و قید کرنا شروع کیا اور خوب خوب ان لوگوں کو سزائیں دیں۔

صدقہ بن دبیس کے قتل کے بعد سلطان مسعود نے حلہ پر اسکے بھائی محمد بن دبیس کو مامور کیا اور انتظام و سیاست کی غرض سے مہلہل برادر عنتر بن ابوالعسکر کو اس کے ساتھ بھیجا۔

خلیفہ راشد اور ملک داؤد نے فارس اور خوزستان پر قبضہ کرنے کے بعد جیسا کہ

ابھی تم اوپر پڑھ آئے ہو عراق کا قصد کیا۔ خوارزم شاہ بھی انہیں لوگوں کے ہمراہ
تھا جبوقت یہ لوگ جزیرہ کے قریب پہونچے۔ سلطان مسعود تلوار اور نیزہ
لئے ہوئے ان کے استقبال کو نکلا۔ یہ لوگ اس خبر کو سُنکے متفرق و منتشر ہوگئے
ملک داؤد فارس چلا گیا۔ خوارزم شاہ اپنے مقر حکومت کیجانب لوٹا خلیفہ راشد
ابن تنہا رہ گیا۔ مجبوراً اصفہان کا راستہ اختیار کیا۔ اثنائے راہ میں چند خراسانی غلاموں
نے جو اسکے ہمرکاب تھے پندرہویں رمضان سنہ ۵۳۲ھ میں جسوقت کہ یہ کھانا کھا
کے قیلولہ کر رہا تھا دفعۃً حملہ کرکے مار ڈالا۔ مقام شہرستان میں اصفہان کے
باہر دفن کیا گیا۔

انہیں واقعات پر سنہ ۵۳۲ھ کا دور تمام ہوجاتا ہے اور اسی طوائف الملوکی اور
آئے دن تبدیلی حکومت کیوجہ سے زمانہ کا رنگ دگرگون ہوجاتا ہے۔ فتنہ و فساد کے
دروازے کھل جاتے ہیں غلاف خانہ کعبہ جو بجانب سلاطین دار الخلافت بغداد سے
آیا کرتا تھا اس سنہ میں نہیں آتا ہے۔ ایک سوداگر فارسی النسل جسکی آمد و رفت بذریعہ تجارت
ہند میں رہا کرتی تھی وہ اس خدمت کو انجام دیتا ہے۔ غلاف خانہ کعبہ کی طیاری میں
اٹھارہ ہزار دینار مصری صرف کرتا ہے۔ اوباشوں کی لوٹ مار اسی سنہ میں حد سے
متجاوز ہوجاتی ہے یہانتک کہ یہ لوگ مجتمع ہوکے دار الخلافت بغداد کو آگھیرتے ہیں
اور اسکا سردار اپنے نام کا سکہ انبار میں چلا دیتا ہے شحنہ بغداد اور وزیر السلطنت اس
گروہ کے قلع و قمع پر کمر باندھ باندھ کے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور گروہ کے سردار کو قتل
کر ڈالتا ہے۔ عوام الناس اور رعایا ان اوباشوں کے ظلم و ستم اور کل بیجا کارروائیوں
کو یقش شحنہ بغداد کیطرف منسوب کردیتی ہے اس عداوت سے کہ اسنے پیشتر اسکے ان
لوگوں کو ستایا تھا۔ پس سلطان مسعود یقش شحنہ بغداد کو گرفتار کرکے تکریت کے جیل میں
ڈالدیتا اور بعد چندے مجاہد الدین بہروز والی تکریت کے پاس اسکے قتل کا حکم بھیجدیتا

پس مجاہد الدین بقش کو قتل کر ڈالتا ہے۔ اس اثناء میں ۵۳۳ھ کا دور آجاتا ہے۔
سلطان مسعود ماہ ربیع الاول سنہ مذکور میں وارد بغداد ہوتا ہے۔ سلطان موصوف
موسم سرما کو ہمیشہ عراق میں بسر کیا کرتا تھا اور ایام گرما میں پہاڑوں پر چلا جایا کرتا تھا۔
اس مرتبہ جب دار الخلافت بغداد میں آیا تو متعدد ٹکس معاف کر دیئے۔ اور بجوب قلم
سے معافی کا حکم لکھوا کے بازاروں اور جامع مسجد کے دروازوں پر تختیاں کرا دیا عوام الناس
اور رعایا سے لشکر کا بھی ٹکس یہ معاف کر دیا۔ اس سے لوگوں نے اسکو دعاء اور ثناء
سے یاد کرنا شروع کیا۔

وزارت خلیفہ | ۵۳۴ھ میں مابین خلیفہ مقتفی اور وزیر السلطنت علی بن طراد زینبی
ان بن ہوگئی۔ اسوجہ سے کہ وزیر السلطنت خلافت مآب کے کاموں پر اکثر معترض ہوجاتا
تھا وزیر السلطنت کو اپنی اس حرکت سے خوف پیدا ہوا سلطان مسعود کے پاس جاکے
پناہ گزین ہوا سلطان مسعود نے وزیر السلطنت کی سفارش کی مگر خلافت مآب نے
اسکو عہدہ وزارت پر بحال نہ فرمایا بلکہ اسکے نام کو سرناموں سے خارج کر دیا اور بجائے
اسکے قاضی القضاۃ زینبی کو جو برادر زادہ وزیر تھا مامور فرمایا بعد چندے اسکو معزول
کرکے سدید الدولہ انباری کو یہ عہدہ عنایت کیا بعد ازاں ۵۳۶ھ میں سلطان مسعود
دار الخلافت بغداد میں آیا۔ معزول وزیر کو اپنے دار الحکومت میں موجود پایا۔ اپنے
وزیر کو خلافت مآب کی خدمت میں وزیر السلطنت کی عفو تقصیر کرانے اور اسکو اس کے
مکان پر جانے کی اجازت دلوانے کو بھیجا۔ چنانچہ خلافت مآب نے سلطان مسعود کی
درخواست پر وزیر السلطنت کو اسکے مکان پر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

شحنگی بغداد | ۵۳۶ھ میں مجاہد الدین بہروز شحنہ بغداد معزول کیا گیا۔ سلطان
محمود کے خدام میں سے امیر قزل جو حکومت بصرہ پر تھا اس عہدہ پر مامور ہوا۔ اس
تبدیلی سے اوباشوں نے بیحد فائدہ اٹھایا لیکن جب سلطان مسعود دار الخلافت بغداد

میں وارد ہوا تو اسنے اس نقصان کا احساس کرکے مجاہدالدین بہروز کو پھر شحنگی بغداد پر متعین کیا مگر اس مرتبہ مجاہدالدین کی شحنگی سے لوگوں کو نفع نہ پہونچا۔ اسوجہ سے کہ اوباشوں نے ابن وزیر اور ابن قاروت سے جو سلطان مسعود کا سالا تھا ساز کرلیا تھا جو مال غارتگری سے ہاتھہ آتا اسمیں سے یہ دونوں بھی حصہ لیا کرتے تھے ۵۳۹ھ میں سلطان مسعود نے مجاہدالدین شحنہ بغداد کے نائب کو اوباشوں اور جرائم پیشہ کے انسداد نہ کرنے پر سخت تنبیہ کی نائب نے عرض کی "حضور ہم خانہ زادوں کا اسمیں کچھہ قصور نہیں ہے ابن وزیر اور ابن قاروت نے اوباشوں سے ساز کرلیا ہے اسوجہ سے اسکا انسداد نہیں ہوسکتا" سلطان مسعود نے قسم کھائی کہ بعد تحقیق و تفتیش واقعہ میں ان دونوں کو صلیب پر چڑھادونگا۔ چنانچہ اپنے سالے ابن قاروت کو گرفتار کرکے صلیب دیدی ابن وزیر ہاتھہ نہ آیا بھاگ گیا۔ اکثر اوباش گرفتار کرلئے گئے اور کچھہ بھاگ گئے رعایا اور خلق اللہ کو انکے ظلم و ستم سے پناہ ملی۔

امیروں کی سرکشی اور قتل

۵۴۱ھ میں بوزابہ والی فارس و خوزستان معہ اپنی فوج کے قاشان کیجانب روانہ ہوا ملک محمد بن سلطان محمود بھی اسکے ہمراہ تھا ملک سلیمان شاہ بن سلطان محمد ان لوگوں سے آملا۔ بوزابہ نے امیر عباس والی رے سے ملاقات کی اور دونوں نے متفق ہوکے سلطان مسعود کی مخالفت پر کمر ہمت باندھی اور سلطان مسعود کے اکثر بلاد مقبوضہ پر قبضہ کرلیا۔ سلطان مسعود اس واقعہ سے مطلع ہوکے بغداد سے روانہ ہوا امیر مہلہل اور مطر خادم معہ ایک گروہ غلامان بہروز کے آپہونچا۔ اس مہم میں امیر عبدالرحمن طغرلبک حاجب بھی شریک تھا یہ شخص نہایت چالاک اور صاحب قابو تھا۔ سلطان مسعود سے جو چاہتا بزور کرالیتا تھا۔ باوجود اسکے اس کا میلان طبع اُن دونوں بادشاہوں کیطرف تھا جو سلطان مسعود کے مخالف تھے۔ سلطان مسعود اور امیر عبدالرحمن نے اپنے حریف کے لشکر کے قریب پہونچکے مورچہ

قائم کیا نامہ و پیام شروع ہوا سلیمان شاہ اپنے بھائی سلطان مسعود سے ملنے آیا
باتوں باتوں صلح کی گفتگو ہونے لگی۔ امیر عبدالرحمن دونوں فریق کی اصلاح کر رہا تھا
آخر کار فریقین میں مصالحت ہو گئی۔ امیر عبدالرحمن کو علاوہ اُن شہروں کے جو اُسکے
زیر حکومت تھے آذربیجان اور ارمینیہ کی سند حکومت بھی عنایت ہوئی۔ ابوالفتح بن
دراست کو سلطان مسعود کی وزارت دیگئی یہ بوزابہ کا وزیر تھا۔ ان لوگوں نے
سلطان کو بہ حکمت عملی ایسا کچھ دبالیا کہ وہ اپنے تصرفات اور احکام جاری و نافذ
نہ کرسکتا۔ بظاہر یہ لوگ اسکے ساتھ تھے مگر حقیقت میں اس سے علیحدہ تھے بک ارسلان
بن بلنکری معروف بہ خاص بک کو بھی ان لوگوں نے ملا لیا جو سلطان کا خاص
ملازم اور اسکا پروردہ تھا۔ اسکی سازش سے ان لوگوں نے خاصہ فائدہ اُٹھایا
سلطان مسعود کی ہر خواہش میں یہ لوگ دخل درمعقولات کر بیٹھتے تھے اور سلطان مسعود
دم نہ مارتا تھا۔ غرض جب عبدالرحمن والی خلخال اور بعض آذربیجان کا تحکم و استیلاء
اسدرجہ بڑھ گیا کہ سلطان مسعود نام کا سلطان رہ گیا اور زمام حکومت اسکے قبضہ اقتدار
میں آگئی تو سلطان مسعود نے خاص بک کو طلب فرماکے اپنے حالات بتلائے اور
عبدالرحمن کے مار ڈالنے کا اشارہ کیا خاص بک نے اگرچہ اُن امراء سے سازش کر لی
تھی تو صوریاً سلطان مسعود کے ہوا خواہ تھے اور بعضاً [illegible] ۔ مگر سلطان مسعود
کے حالات سنکے خاص بک کا دل بھر آیا۔ رخصت ہوکے اپنے مکان پر آیا اور چند
امیروں کو بلا کے عبدالرحمن کے قتل کا اشارہ کر دیا چنانچہ ان لوگوں میں سے ایک
شخص نے عبدالرحمن کے سر پر ایک گرز رسید کیا جبکہ وہ اپنی فوج میں تھا۔ عبدالرحمن
چکرا کے زمین پر گرا اور تڑپ کر فوراً دم توڑ دیا۔

یہ خبر سلطان مسعود کو بغداد میں ملی۔ عباس والی رے اسکے ہمراہ تھا۔ اسکا لشکر
سلطانی لشکر سے بدرجہا زیادہ تھا۔ اس خبر سے عباس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا

سلطان مسعود کو اسکا احساس ہوگیا یہ نرمی و ملاطفت پیش آنے لگا ایک روز موقع پاکے اپنے محلسرا میں بلا بھیجا۔ جسوقت اپنے باڈی گارڈ سے علیحدہ ہو کے سر پر سلطانی کیطرف بڑھا سلطان مسعود نے اشارہ کر دیا غلاموں نے لپک کر سر اوتار لیا۔

عباس سلطان محمود کا غلام تھا خلیق، عادل، رعایا پرور، امور سیاست سے واقف اور فرقہ باطنیہ کا جانی دشمن تھا۔ اس فرقہ پر عباس ہمیشہ جہاد کیا کرتا تھا اس معاملہ میں اسنے بڑے بڑے نمایاں کام کئے تھے۔ ماہ ذیقعدہ ۵۴۱ھ میں اسکا واقعہ قتل وقوع میں آیا۔

عبدالرحمن اور عباس کے مارے جانے کے بعد سلطان مسعود نے اپنے بھائی سلیمان شاہ کو تکریت میں نظر بند کر دیا۔ شدہ شدہ ان دونوں امیروں کے قتل کی خبر بوزابہ والی فارس تک پہونچی فارس اور خوزستان سے ایک عظیم لشکر مرتب کرکے اصفہان پر چڑھائی کر دی اور پہونچتے ہی محاصرہ ڈالدیا۔ بعد چندے اصفہان سے محاصرہ اٹھا کے سلطان مسعود سے جنگ کرنے کو روانہ ہوا۔ مقام مرج قراتکین میں مقابلہ ہوا۔ دونوں لشکر جی توڑ توڑ لڑے۔ اثناء جنگ میں بوزابہ مارا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک تیر اسکو آلگا تھا جسکے صدمہ سے گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ بعضوں کا بیان ہے کہ زندہ گرفتار ہوگیا تھا سلطان مسعود نے اسکو قتل کروایا الغرض بوزابہ کے قتل ہوتے ہی اسکے لشکر میں بھگدڑ مچگئی کوئی ہمدان کیطرف بھاگا اور کسی نے خراسان میں جاکے دم لیا۔

جسوقت سلطان مسعود اپنے امیروں میں سے جنکو جنکو قتل کرنا تھا قتل کر چکا تو امیر خاص بک کو اپنے مصاحبوں اور خاص مشیروں میں شامل کر لیا۔ چونکہ امیر خاص بک میں قابلیت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ تھوڑے دنوں میں سلطان مسعود کی ناک کا بال ہوگیا۔ تمام ممالک محروسہ میں اسکے احکام جاری و ساری ہونے لگے۔

اراکین دولت کو یہ ناگوار گزرا حسد کی نگاہوں سے دیکھنے لگے مگر چارہ کار کچھ نہ تھا
خاموش رہے۔ پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا ہم لوگوں کے ساتھ بھی وہی برتاؤ نہ کیا جاوے
جو عباس، عبدالرحمن اور بوزابہ کے ساتھ برتا گیا تھا اس خیال کا پیدا ہونا تھا کہ سلطان
مسعود کی ترک رفاقت کرکے عراق کیطرف چل کھڑے ہوئے ایلدگز مسعودی والی گنجہ
واراتیہ وقیصر، بقش کون والی صوبجات جبل، حاجب یعنی مسعودی، طرنطائی محمودی
شحنہ واسط اور ابن طغایرک وغیرہم نامی نامی امیر بخوف جان نکل بھاگے کوچ و قیام
کرتے ہوئے حلوان پہونچے۔ اہل بغداد اور عراق کو خطرہ پیدا ہوا۔ خلیفہ مقتفی شہرپناہ
کی مرمت کرانے لگا۔ اور ان لوگوں سے کہلا بھیجا "آپ لوگ دارالخلافت بغداد میں
نہ آئیے" ان لوگوں نے اسکا کچھ جواب نہ دیا۔ چلتے چلتے ماہ ربیع الآخر ۵۴۱ھ میں
بغداد پہونچگئے ملک محمد بن سلطان محمود انہیں لوگوں کے ہمراہ تھا بغداد کے شرقی
جانب یہ لوگ مقیم ہوئے مسعود جلال شحنہ بغداد بغداد چھوڑکر تکریت بھاگ گیا اس سے
لوگوں پر اور بدحواسی چھاگئی۔ اسی اثناء میں علی بن دبیس والی حلہ آگیا اور جانب
غربی بغداد میں قیام کیا۔ خلیفہ مقتفی نے شہر کی حفاظت کی غرض سے متعدد فوجیں مرتب
کیں۔ بغداد کے عوام الناس اور امیروں میں لڑائی چھڑگئی کئی بار لڑائی ہوئی کبھی
امراء، عوام الناس کے مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہوتے عوام الناس دور تک ان کا
تعاقب کرتے چلے جاتے بعد ازاں وہ دفعۃً لوٹ کھڑے ہوتے اور عوام الناس کو نہایت
بیرحمی سے قتل اور پامال کرتے۔ اس قسم کے واقعات بدفعات وقوع میں آئے غارتگری اور
قتل کے ہنگامے برپا رہے۔ چند دنوں بعد کل امراء مجتمع ہوکے تاج کے مقابل گئے۔ زمین
بوسی کی جسارت اور دلیری کا عذر کیا۔ خلافت مآب اور ان لوگوں سے خط و کتابت
شروع ہوئی۔ آخرکار ان لوگوں نے بغداد کو چھوڑکے نہروان کا راستہ لیا مسعود جلال
شحنہ بغداد تکریت سے بغداد واپس آیا۔ دیہاتوں۔ قصبات اور شہروں کو تاخت

وتاراج کرتے ہوئے ان لوگوں نے عراق کو چھوڑ دیا اور خود بھی متفرق ومنتشر ہو گئے
باوجودیکہ تمام ملک میں ہلچل مچی ہوئی تھی مگر سلطان مسعود بلاد جبل ہی میں مقیم رہا
اس سے اور اسکے چچا ملک سنجر سے برابر خط وکتابت ہوتی رہی اور یہ اوسکو خاص بیگ
کے بڑھانے پر اور اراکین دولت کی علیحدگی پر نصیحت فضیحت کرتا تھا۔ اتنے میں
سنہ ۵۴۴ھ کا دور آگیا۔ ملک سنجر رے کیجانب کوچ کیا سلطان مسعود یہ خبر پاکے اپنے
چچا سے ملنے آیا۔ معذرت کی۔ عذرات معقول تھے ملک سنجر نے قبول کر لئے۔۔

بعد اسکے رجب سنہ ۵۴۳ھ میں اراکین دولت کا ایک گروہ جسمیں بقش کون خر قطغائی
اور ابن دبیس وغیرہم تھے عراق کیجانب واپس آیا۔ ملک شاہ بن سلطان محمود انہیں
لوگوں کے ہمراہ تھا۔ ان لوگوں نے خلافت مآب سے ملک شاہ کے خطبہ کی بابت خط
وکتابت کی مگر خلافت مآب نے منظور نہ فرمایا۔ فوجیں فراہم کرکے دار الخلافت کی قلعہ
بندی کر لی۔ سلطان مسعود کو ان لوگوں کے آنیکا حال لکھ بھیجا سلطان مسعود نے آنیکا
وعدہ کیا۔ لیکن اپنے چچا ملک سنجر کیوجہ سے نہ آسکا رے میں ٹھہرا رہا۔ بقش کو جب یہ
خبر لگی کہ خلافت مآب نے سلطان مسعود کو طلبی کا خط لکھا تھا تو اسنے جی کھول کے
نہروان کو لوٹ لیا۔ علی بن دبیس کو گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا طر قطغائی نعمانیہ کیجانب
بھاگ گیا بعد اسکے نصف ماہ شوال سنہ ۵۴۳ھ میں سلطان مسعود وارد بغداد ہوا بقش
نے یہ سنکے نہروان چھوڑ دیا اور روانگی کیوقت علی بن دبیس کو رہا کر گیا۔

وزارت | سنہ ۵۴۴ھ میں خلیفہ مقتفی نے یحییٰ بن ہبیرہ کو قلمدان وزارت سپرد فرمایا
چونکہ زمانہ محاصرہ بغداد میں یحییٰ نے بڑی جانفشانی اور نہایت کفایت شعاری سے
کام لیا تھا اسوجہ سے اسکے صلہ میں خلافت مآب نے عہدہ وزارت عطا فرمایا۔

ملک شاہ کی تخت نشینی | پہلی ماہ رجب سنہ ۵۴۷ھ میں سلطان مسعود نے اپنی حکومت کے
اکتیسویں سال اور اپنے بھائی کی منازعت کے بیسویں برس مقام

ہمدان میں وفات پائی۔ امیر خاص بک بن بلنکری نے جو اسکے عہد حکومت میں پیش پیش تھا اسکے برادر زادہ ملک شاہ بن سلطان محمود کو سریر حکومت پر بٹھایا۔ حکومت وسلطنت کی اسکے ہاتھ پر بیعت کی۔ چنانچہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

سلطان مسعود ملوک سلجوقیہ کا آخری بادشاہ تھا جسنے بغداد میں حکومت کی اس کے مرنے سے خاندان سلجوقیہ کی سعادت اور نیکنامی مفقود ہوگئی۔ اسکے بعد کوئی شخص ایسا نہ اٹھا کہ اسکی طرف التفات کیجاتی خلیق، کثیر المزاج، عادل اور نماز و روزہ کا پابند تھا۔

سلطان ملک شاہ نے تخت نشینی کے بعد ایک فوج بسر کردگی امیر سالار کرد حلہ پر قبضہ کرنیکو روانہ کی۔ امیر سالار کرد نے پہونچتے ہی حلہ پر قبضہ کرلیا مسعود جلال شحنہ بغداد یہ خبر پاکے حلہ چلا آیا امیر سالار کرد کی اس کارروائی پر ثنا و صفت کی۔ اور اتفاق رائے کا اظہار کیا۔ دو ہی چار روز بعد موقع پاکے امیر سالار کرد کو گرفتار کرکے دریا میں ڈبوا دیا اور خود بنفس نفیس حکمرانی کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ خلافت مآب کو اسکی خبر لگی۔ ایک لشکر مرتب کرکے بافسری وزیر السلطنت عون الدولہ بن ہبیرہ مسعود جلال کی سرکوبی کو روانہ فرمایا مسعود جلال بھی لشکر آراستہ کرکے دریائے فرات کو عبور کیا اور کمال جرأت سے سینہ سپر ہوکے مقابلہ پہ آیا۔ مگر پہلے ہی حملہ میں شکست کھاکے بھاگ کھڑا ہوا۔ اہل حلہ نے علم خلافت کی اطاعت قبول کرلی اور باغی و سرکش کو شہر میں گھسنے ندیا۔ مجبوراً تکریت کیطرف لوٹا۔ اور وزیر السلطنت مظفر و منصور حلہ میں داخل ہوا۔ بعد ازاں وزیر السلطنت نے ایکدستہ فوج کوفہ کیطرف اور ایکدستہ فوج واسط کیجانب روانہ کی چنانچہ ان فوجوں نے کوفہ اور واسط پر قبضہ کرلیا۔ اسکے بعد ہی ملک شاہ کی فوج واسط کیطرف آئی۔ خلافت مآب کی فوج نے واسط کو چھوڑ دیا۔ خلافت مآب بہ نفس نفیس ایک فوج کے ساتھ واسط پر آپہنچے اور سلطانی لشکر کے قبضہ سے اسکو نکال لیا۔ دو چار روز قیام کرکے حلہ کیطرف کوچ

فرمایا بعدہ دسویں ذیقعدہ ۵۴۲ھ کو دارالخلافت بغداد واپس آیا۔

ان واقعات کے بعد امیر خاص بک جو سلطان ملک شاہ کو بحکمت عملی دبائے ہوئے تھا اس طمع میں کہ خود مستقل حکمران ہو جائے سلطان ملک شاہ سے کشیدہ خاطر اور متنفر ہو گیا۔ ملک محمد بن سلطان محمود کو خوزستان سے ۵۴۸ھ میں بلا بھیجا اور پہلی صفر سنہ مذکور میں اسکے ہاتھ پہ حکومت و سلطنت کی بیعت کی نفیس نفیس تحائف قیمتی قیمتی ہدایا پیش کیئے۔ مگر دل میں یہ سمائی ہوئی تھی کہ کسی طرح سے اسکو بھی گرفتار کرکے اپنی حکومت سلطنت کی بیعت لینا چاہیئے۔ بیعت و تخت نشینی کے دوسرے روز امیر خاص بک ملک محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک محمد اسکے تیور سے تاڑ گیا کہ اسکی نیت اچھی نہیں۔ فوراً تلوار کھینچ کے اسکی گردن اوتار لی۔ ایدغدی ترکمانی معروف شملہ نے جو امیر خاص بک کے مصاحبوں سے تھا خاص بک کو ملک محمد کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ لیکن خاص بک نے اسپر کچھ توجہ نہ کی۔ پس جب یہ مارا گیا تو شملہ نے اُس کے لشکرگاہ کو لوٹ کے خوزستان میں جاکے دم لیا۔

امیر خاص بک ایک ترکمان کا لڑکا تھا۔ تیز، ذہین اور ہوشیار تھا۔ سلطان مسعود کی ملازمت کی رفتہ رفتہ اسکو اسقدر عروج ہوا کہ کل ارکین دولت اس سے دب گئے۔

محاصرہ تکریت ۵۴۸ھ میں خلیفہ مقتفی نے ایک فوج بسر افسری بیسر وزیر عون الدولہ اور امیر ترشک جو خلافت پناہی کا خاص مصاحب تھا تکریت کے محاصرہ کو روانہ فرمایا اتفاق وقت سے مابین بیسر وزیر اور ترشک اَن بن ہو گئی۔ امیر ترشک نے اس خوف سے کہ مبادا بیسر وزیر مجھے گرفتار نہ کرلے مسعود جلال شحنہ والی تکریت سے ملکے بیسر وزیر اور اُن امیروں کو جو اسکے ساتھ تھے گرفتار کرکے والی تکریت کے حوالہ کر دیا والی تکریت نے انکو جیل میں ڈالدیا اس سے لشکر میں بھگدڑ مچگئی۔ لشکر کا حصہ کثیر دریا دریا میں ڈوب گیا ترشک اور شحنہ نے طریق خراسان کا قصد کیا اثناء راہ میں جسقدر آیا دیاں

پڑیں انکو تاخت وتاراج کرنے لگے۔ خلافت مآب نے ان دونوں باغیوں اور نمک حراموں کا تعاقب کیا یہ دونوں باغی بھاگ کھڑے ہوئے۔ خلافت مآب نے تکریت پر پہونچکے محاصرہ ڈالدیا چند روز محاصرہ کئے رہے بعد ازاں دار الخلافت کی جانب مراجعت فرمائی۔

بعد اس کے سنہ ۵۴۹ھ میں خلافت مآب نے پسر وزیر وغیرہ قیدیوں کی رہائی کی غرض سے ایک قاصد تکریت روانہ کیا اہل تکریت نے قاصد کو بھی گرفتار کر لیا۔ تب خلافت مآب نے انکی سرکوبی کو ایک فوج روانہ کی۔ اہل تکریت نے مقابلہ کیا خلافت مآب کی فوج شہر پر قبضہ نہ کرسکی۔ خلافت مآب کو اسکی خبر لگی لشکر مرتب فرماکے ماہ صفر سنہ مذکور میں بذاتہ اس مہم پہ تشریف لیگئے۔ شہر تکریت پر تو پہونچتے ہی قبضہ کر لیا باقی رہ گیا قلعہ تکریت۔ وہ مفتوح نہوا تھا محاصرہ ڈالدیا۔ چند روز محاصرہ کرکے آخری ماہ ربیع الاول سنہ مذکور کو بے نیل مرام بغداد کی طرف مراجعت کی۔ بغداد پہونچکے وزیر السلطنت کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ محاصرہ قلعہ تکریت پر روانہ کیا قلعہ شکن منجنیقین، آلات حصار اور بیحد سامان جنگ مرحمت فرمایا۔ ساتویں ربیع الثانی کو وزیر سلطنت نے قلعہ تکریت کا حصار کیا اور ہر چہار طرف سے ناکہ بندی کرکے اہل قلعہ کو تنگ کرنے لگا۔ اس اثناء میں یہ خبر لگی کہ مسعود جلال شحنہ اور ترشک ایک عظیم لشکر لئے ہوئے تکریت میں آگئے ہیں انہیں لوگوں کے ساتھ بقش کون بھی ہے انہیں لوگوں نے ملک محمد کو قبضہ عراق پر ابھارا تھا اگرچہ اسپر وہ آمادہ نہیں ہوا مگر یہ لشکر اوسنے ان لوگوں کے ساتھ روانہ کیا ہے علاوہ اسکے ترکمانوں کا ایک گروہ کثیر اس لشکر میں آملا ہے۔ خلیفہ مقتفی یہ سنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور لشکر آراستہ کرکے مقابلہ کی غرض سے کوچ کر دیا۔ مسعود جلال شحنہ ایک چلتا پرزہ تھا یہ سمجھ کے کہ میں خلیفہ کے لشکر کا مقابلہ نہ کرسکونگا ملک ارسلان بن سلطان طغرل بن سلطان محمد کو جو ایک

مدت سے تکریت میں قید تھا خلافت مآب کے مقابلہ پر طیار کیا اور اپنی فوج اور نیز سلطان کے لشکر کو یہ دم پٹی دی کہ یہ تمہارا سلطان ابن سلطان ہے اسکے ساتھ ہو کر مدعی خلافت سے لڑو جو درحقیقت سزاوار خلافت نہیں ہے۔ مقام عقرباپل میں دونوں حریف کا مقابلہ ہوا۔ اٹھارہ دن تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ آخرکار آخری رجب کو خلافت مآب کا میمنہ شکست کھا کے بغداد کیجانب بھاگا۔ فتحمند گروہ نے خزانہ لوٹ لیا۔ بڑی گھمسان لڑائی ہوئی کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ خلافت مآب کے لشکر کا حصہ کثیر اگرچہ بھاگ گیا تھا مگر خلافت مآب نہایت استقلال اور مردانگی سے مقابلہ کرتے اور اپنی بقیہ فوج کو لڑاتے رہے اس استقلال اور ثابت قدمی کا یہ نتیجہ ہوا کہ عجمی فوج میدان جنگ سے گھونگھٹ کھا گئی خلافت مآب کو فتح نصیب ہوئی۔ ترکمانوں کا کل مال واسباب لوٹ لیا گیا عورتیں لونڈی لڑکے غلام بنائے گئے۔ بقش کون مع ارسلان بن طغرل کے قلعہ مہاکین بھاگ گیا اور خلافت مآب نے پہلی شعبان سنہ مذکور کو دارالخلافت بغداد کیجانب مراجعت فرمائی۔

بعد اس واقعہ کے مسعود جلال شحنہ اور ترشک نے پھر فوجیں فراہم کیں اور بقصد تکریت واسط کیطرف بڑھے خلافت مآب نے وزیر السلطنت ابن ہبیرہ کو مسعود جلال وغیرہ کی سرکوبی پر متعین فرمایا چنانچہ وزیر السلطنت نے ان باغیوں اور سرکشوں کو پہلے ہی معرکہ میں میدان جنگ سے مار بھگایا اور مظفر و منصور بہت سا مال غنیمت لیکے دارالخلافت بغداد واپس آیا خلافت مآب نے خوش ہوکر "سلطان العراق" کا لقب عنایت کیا۔

ارسلان بن طغرل جیسا کہ تم اوپر پڑھ آئے ہو بقش کون کے ساتھ قلعہ مہاکین چلا گیا تھا سلطان محمد نے یہ خبر پاکے بقش کون کو ارسلان کے حاضر کرنے کو لکھ بھیجا اتفاق یہ کہ بقش کون اسی سنہ کے ماہ رمضان میں مر گیا اور ارسلان، بقش کے

بیٹے اور حسن خازندار کے قبضہ میں رہگیا۔ یہ دونوں اوسکو بلاد جبل لیکر چلے گئے پھر وہان سے ابوالبہلوان شوہر مادر سلطان محمد کے پاس جا پہونچے۔ جس طغرل کو خوارزم شاہ نے قتل کیا تھا وہ اس ارسلان کا بیٹا تھا اور وہی سلاطین سلجوقیہ کا آخری یادگار تھا۔

ان واقعات کے بعد خلیفہ مقتفی نے سنہ ۵۵ھ میں دقوقا پر فوج کشی کی چند روز تک اسپر محاصرہ ڈالے رہا۔ بعد ازان یہ خبر پاکے کہ لشکر موصل اسکی مدافعت کو آرہا ہے دارالخلافت بغداد واپس آیا۔

شملہ کا خوزستان پر قبضہ

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ شملہ ترکمانی نسل کا تھا اسکا نام ایدغدی تھا اور امیر خاص بک ترکمانی کے خاص مصاحبوں سے تھا جس روز سلطان محمد نے اس کے آقائے نعمت امیر خاص بک کو قتل کیا اسی روز بخوف جان خوزستان کیجانب بھاگ کھڑا ہوا۔ ملک شاہ بن سلطان محمد ان دنوں خوزستان کا حکمران تھا خلیفہ مقتفی نے یہ خبر پاکے کہ شملہ خوزستان کیجانب جارہا ہے ایک فوج اسکی تعاقب پر روانہ کی شملہ نے اس فوج کا مقابلہ کیا اور بکمال مردانگی سے اسکو ہزیمت دیکے اسکے سردارون کو قید کر لیا لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد انکو رہا کرکے خلافت مآب کی خدمت مین بھیجدیا اور اپنی جسارت و دلیری کی معافی چاہی۔ خلافت مآب نے اسکا عذر منظور فرمالیا۔ شملہ خوزستان کیطرف بڑھا اور اسکو ملک شاہ بن سلطان محمود کے قبضہ سے نکال کے خود حکمرانی کرنے لگا۔

ابتدا دولت بنی خوارزم شاہ

سلطان سنجر سلطان ملک شاہ کا صلبی لڑکا تھا جسوقت سلطان برکیاروق بن ملک شاہ نے سنہ ۴۹۱ھ میں خوزستان پر اپنے چچا ارسلان ارغو سے قبضہ حاصل کیا جیسا کہ ہم اسکو ان کے حالات کے ضمن میں مفصل بیان کرینگے۔ تو اپنے بھائی سنجر کو خوزستان پر مامور کیا اور محمد بن انوش تکین کو بعد امیر داد حبشی بن بوساق کیجانب سے خوارزم پر متعین فرمایا۔ پھر جب سلطان محمد نے علم حکومت

بلند کیا اور سلطان برکیاروق سے حکومت وسلطنت کی بابت جھگڑا اور یہ فساد ایک مدت تک برابر جاری رہا۔ اُسوقت ملک سنجر کو خراسان کی حکومت سلطان محمد نے عطا کی اسوجہ سے کہ وہ اسکا حقیقی بھائی تھا۔ چنانچہ اس زمانہ سے سلطان سنجر خراسان پر حکمرانی کرتا رہا تا آنکہ سلطان محمد کے بعد اسکی اولاد میں مخالفت پیدا ہوئی۔ اسوقت یہ ان لوگوں کا مشیر اور معتمد علیہ تھا ہر کام میں اس سے مشورہ لیا جاتا جو شخص دارالخلافت بغداد کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیتا اوسکو "سلطان العراق" کے لقب سے یاد کرتا بعد ازاں ترکوں میں سے خطا کا گروہ جو "رہاے کوہستان چین" سے نکلا اور اسنے ماوراءالنہر وغیرہ کو سلاطین خانیہ[۱] ملوک ترکستان سے ۵۳۶ھ میں چھین لیا جیساکہ ہم آیندہ ان کے حالات میں ان واقعات کو بالتفصیل بیان کرینگے سلطان سنجر نے ان لوگون کی مدافعت کی غرض سے لشکر آرائی کی۔ ترکان خطا نے اُسکو ہزیمت دیکے اسکے لشکر کے حصہ کثیر کو کاٹ ڈالا اس سے اسکے قواے حکمرانی میں اضمحلال پیدا ہوگیا اور خوارزم شاہ کو اپنی قوت بڑھانے کا موقع ملگیا۔ ترکان خطا کا یہ دستور تھا کہ جب یہ بلاد ترکستان پر قابض ہوتے تو غز کو جو وہاں پر یادگار بقیہ سلجوقیہ تھے تنگ کرکے خراسان کیطرف نکال دیتے تھے سلجوقیہ نے اپنی شروع حکومت میں خراسان کو اپنا مقر حکومت بنالیا تھا اور اسپر قابض ومتصرف ہوئے تھے اور انکے بقیہ اخلاف جو غز کے نام سے موسوم تھے اطراف ترکستان میں باقی رہ گئے تھے وہ ترکان خطا کی عنایتوں سے خراسان آرہے اور وہیں انھوں نے اپنی حکومت کا سکہ جمایا۔ پھلے پھولے اور بڑھے۔ بعد ازاں جب انکا شور وشر بڑھا تو سلطان سنجر نے ۵۴۸ھ میں انپر فوج کشی کی ان لوگوں نے سلطان سنجر کو ہزیمت دی۔ اُسکے لشکر گاہ کو لوٹ لیا

لوٹ [۱] سلاطین خانیہ افراسیاب ترکی نسل سے تھے اور مسلمان تھے انکا مورث اعلیٰ شین قراخاقان دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۸۰۔

اور اوسکو قید بھی کرلیا۔ کل بلاد خراسان پر قابض و متصرف ہوگئے امراء و اراکین دولت منتشر و متفرق ہوگئے۔ جو جس شہر پر پہونچا اوسکو وہ داب بیٹھا۔ ترکان خطا کو بھی بے تمیزی کرنے لگے سلطان سنجر کو نظر بند کئے ہوئے تمام ملک کو لوٹتے پھرتے تھے یہی ذریعہ اونکے لوٹ سمیٹنے اور تاخت و تاراج کرنیکا تھا رفتہ رفتہ اکثر شہروں پر قابض ہوگئے تاآنکہ سلطان سنجر انکی حراست سے ۵۵۱ھ میں نکل بھاگا اور ۵۵۲ھ میں ترکان خطا کی مدافعت کی تمنا لئے ہوئے مر گیا۔ اس وقت خراسان انکے امیروں پر تقسیم ہوگیا جیسا کہ آئندہ ہم ان کے حالات کے ذیل میں تحریر کرینگے۔ بعد ازاں بنی خوارزم شاہ نے ان کل بلاد پر اور نیز اصفہان، رے اور صوبجات غزنہ پر بھی بکتگین سے قبضہ حاصل کرلیا اور بجائے سلاطین سلجوقیہ کے حکمرانی کرنے لگے۔ یہاں تک کہ چنگیز خان بادشاہ تاتار نے اوائل ساتویں صدی میں انکے دولت و حکومت کا خاتمہ کردیا جیسا کہ ہم آئندہ جہاں پر ان لوگوں کے حالات علیحدہ وجداگانہ تحریر کرنے والے ہیں ضبط تحریر میں لائینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

جنگ سلیمان شاہ و سلطان محمد

سلیمان شاہ بن محمد بر سوں سے اپنے چچا ملک سنجر کے پاس خراسان میں مقیم تھا ملک سنجر نے اسکو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا اور منابر خراسان پر اسکے نام کا خطبہ بھی پڑھوایا تھا۔ پس جب ترکان غز نے ملک سنجر کو مغلوب کرکے گرفتار کرلیا تو سلیمان شاہ اسکے لشکر پر حکومت کرنے لگا۔ بعد ازاں ترکان غز سے یہ بھی مغلوب ہوا۔ بھاگ کر خوارزم شاہ کے پاس پہونچا۔ خوارزم شاہ نے اسکی بڑی عزت کی۔ اپنی بھتیجی سے اسکا نکاح کردیا لیکن بعد چندے کسیوجہ سے ناراض ہوگیا سلیمان شاہ نے اصفہان کا راستہ لیا۔ شحنہ اصفہان نے داخل نہ ہونے دیا تب سلیمان شاہ نے قاشان کیجانب کوچ کیا سلطان محمد نے یہ خبر پاکے ایک فوج بھیجدی جسنے غریب سلیمان شاہ کو قاشان میں بھی داخل نہونے دیا۔ بدرجہ مجبوری

بلند کیا اور سلطان برکیاروق سے حکومت و سلطنت کی بابت جھگڑا پڑا اور یہ فساد ایک مدت تک برابر جاری رہا۔ اُسوقت ملک سنجر کو خراسان کی حکومت سلطان محمد نے عطا کی اسوجہ سے کہ وہ اسکا حقیقی بھائی تھا۔ چنانچہ اس زمانہ سے سلطان سنجر خراسان پر حکمرانی کرتا رہا تاآنکہ سلطان محمد کے بعد اسکی اولاد میں مخالفت پیدا ہوئی۔ اسوقت یہ ان لوگوں کا مشیر اور معتمد علیہ تھا ہر کام میں اس سے مشورہ لیا جاتا تا جو شخص دارالخلافت بغداد کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیتا اوسکو "سلطان العراق" کے لقب سے یاد کرتا بعد ازاں ترکوں میں سے خطا کا گروہ ورّہائے کوہستان چین سے نکلا اور اسنے ماوراءالنہر وغیرہ کو سلاطین خانیہ[۱] ملوک ترکستان سے ۵۳۶ھ میں چھین لیا جیسا کہ ہم آیندہ ان کے حالات میں ان واقعات کو بالتفصیل بیان کرینگے سلطان سنجر نے ان لوگوں کی مدافعت کی غرض سے لشکر آرائی کی۔ ترکان خطا نے اُسکو ہزیمت دیکے اسکے لشکر کے حصہ کثیر کو کاٹ ڈالا اس سے اسکے قوائے حکمرانی میں اضمحلال پیدا ہوگیا اور خوارزم شاہ کو اپنی قوت بڑھانے کا موقع ملگیا۔ ترکان خطا کا یہ دستور تھا کہ جب یہ بلاد ترکستان پر قابض ہوتے تو غزکو جو وہاں پر یادگار بقیہ سلجوقیہ تھے تنگ کر کے خراسان کیطرف نکال دیتے تھے سلجوقیہ نے اپنی شروع حکومت میں خراسان کو اپنا مقر حکومت بنا لیا تھا اور اسپر قابض و متصرف ہوئے تھے اور انکے بقیہ اخلاف جو غز کے نام سے موسوم تھے اطراف ترکستان میں باقی رہ گئے تھے وہ ترکان خطا کی عنایتوں سے خراسان آرہے اور وہیں انہوں نے اپنی حکومت کا سکہ جمایا۔ پھلے پھولے اور بڑھے۔ بعد ازاں جب انکا شور و شر بڑھا تو سلطان سنجر نے ۵۴۸ھ میں انپر فوج کشی کی ان لوگوں نے سلطان سنجر کو ہزیمت دی۔ اُسکے لشکر گاہ کو لوٹ لیا

لوٹ [۱] سلاطین خانیہ افراسیاب ترکی نسل سے تھے اور مسلمان تھے انکا مورث اعلیٰ شین قراخاقان دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۸۰۔

اور اوسکو قید بھی کر لیا۔ کل بلاد خراسان پر قابض و متصرف ہو گئے امراء وارکین دولت منتشر و متفرق ہو گئے۔ جو جس شہر پر پہونچا اوسکو وہ داب بیٹھا۔ ترکان خطا کو بھی پیر وزیر کرنے لگے سلطان سنجر کو نظر بند کئے ہوئے تمام ملک کو لوٹتے پھرتے تھے یہی ذریعہ اونکے لوٹ لینے اور تاخت و تاراج کرنیکا تھا رفتہ رفتہ اکثر شہروں پر قابض ہو گئے تاآنکہ سلطان سنجر انکی حراست سے ۵۵۱ھ میں نکل بھاگا اور ۵۵۲ھ میں ترکان خطا کی مدافعت کی تمنا لئے ہوئے مر گیا۔ اسوقت خراسان انکے امیروں پر تقسیم ہو گیا جیسا کہ آیندہ ہم ان کے حالات کے ذیل میں تحریر کرینگے۔ بعد ازاں بنی خوارزم شاہ نے ان کل بلاد پر اور نیز اصفہان، رے اور صوبجات غزنہ پر بنی سبکتگین سے قبضہ حاصل کر لیا اور بجائے سلاطین سلجوقیہ کے حکمرانی کرنے لگے۔ یہاں تک کہ چنگیز خان بادشاہ تاتار نے اوائل ساتویں صدی میں انکے دولت و حکومت کا خاتمہ کر دیا جیسا کہ ہم آیندہ جہاں پر ان لوگوں کے حالات علیحدہ وجداگانہ تحریر کرنے والے ہیں ضبط تحریر میں لائینگے انشاء اللہ تعالی۔

جنگ سلیمان شاہ وسلطان محمد

سلیمان شاہ بن محمد برسوں سے اپنے چچا ملک سنجر کے پاس خراسان میں مقیم تھا ملک سنجر نے اسکو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا اور منابر خراسان پر اسکے نام کا خطبہ بھی پڑھوایا تھا۔ پس جب ترکان غز نے ملک سنجر کو مغلوب کر کے گرفتار کر لیا تو سلیمان شاہ اسکے لشکر پر حکومت کرنے لگا۔ بعد ازان ترکان غز سے یہ بھی مغلوب ہوا۔ بھاگ کر خوارزم شاہ کے پاس پہونچا۔ خوارزم شاہ نے اسکی بڑی عزت کی۔ اپنی بھتیجی سے اسکا نکاح کر دیا لیکن بعد چندے کسیوجہ سے ناراض ہو گیا۔ سلیمان شاہ نے اصفہان کا راستہ لیا۔ شحنہ اصفہان نے داخل نہ ہونے دیا۔ تب سلیمان شاہ نے قاشان کیجانب کوچ کیا۔ سلطان محمد نے یہ خبر پا کے ایک فوج بھیجدی جسنے غریب سلیمان شاہ کو قاشان میں بھی داخل نہونے دیا۔ بدرجہ مجبوری

خوزستان کا رخ کیا۔ وہاں ملک شاہ نے روکا۔ غرض جب کسی طرف سے خیر مقدم کی آواز نہ سنائی دی اور تلوار و تیزوں ہی سے استقبال ہوتا نظر آیا تو نجف چلا گیا سید محسن کے پاس قیام پذیر ہوا۔ خلافت مآب سے بغداد میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور اس غرض سے کہ آئندہ خلافت مآب کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا رہونگا اپنی بیوی اور بچوں کو دربار خلافت میں رہن کر دیا۔ حصول اجازت کے بعد تھوڑی سی فوج کے ساتھ جسکی تعداد تین سو سے زیادہ نہ تھی دار الخلافت بغداد میں داخل ہوا وزیر السلطنت کے بیٹے قاضی القضاۃ اور ارکین دولت نے استقبال کیا چنانچہ سلیمان شاہ ماہ محرم ۵۵۱ھ دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ قاضی القضاۃ، ارکین دولت اور خاندان عباسیہ کے نامی نامی ممبر موجود تھے۔ سلیمان شاہ نے دستور کے مطابق اطاعت و فرمانبرداری کی قسم کھائی اور اس امر کا اقرار کیا کہ آئندہ عراق سے متعرض ہونگا۔ خلافت مآب نے خوش ہو کے خلعت دی۔ جامع بغداد میں اسکے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم دیا اور اسکو وہی خطابات اور القاب عنایت فرمائے جو اس کے باپ کے تھے اور لشکر بغداد سے تین سو سوار مرحمت فرمائے۔ امیر قویدان والی حلہ کو طلب فرما کے اسکا امیر حاجب مقرر کیا۔

ماہ ربیع الاول سنہ مذکور میں سلیمان شاہ نے بلاد جبل کیجانب کوچ کیا اور خلافت مآب کا موکب ہمایوں حلوان کیطرف روانہ ہوا۔ ملک شاہ بن سلطان محمود برادر سلیمان شاہ والی خوزستان کو خلافت مآب نے طلب کر کے سلیمان شاہ کی موافقت اور اپنی اطاعت کی قسم لی اور اس امر کا عہد کیا کہ بعد سلیمان کے ملک شاہ وارث تخت و تاج ہوگا۔ بعد اسکے خلافت مآب نے دونوں کو مال و اسباب، زر نقد اور آلات حرب سے مدد کی۔ سب کے سب مجتمع ہو کے ہمدان اور اصفہان کیطرف بڑھے ایلدگز والی بلاد اران بھی انہیں لوگوں میں آملا جس سے انکی جمعیت بہت بڑھ گئی

سلطان محمد کو ان لوگوں کے اجتماع اور روانگی کی خبر لگی۔ گھبرا کے قطب الدین مزدود زنگی والی موصل اور اسکے نائب زین الدین کو خط لکھا۔ اور امداد طلب کی۔ ان لوگوں نے نہایت خوشی سے یہ درخواست منظور کی چنانچہ سلطان محمد نے معہ ان لوگوں کے سلیمان شاہ سے مقابلہ کرنے کو خروج کیا ماہ جمادی الاولی سنہ مذکور میں فریقین نے صف آرائی کی۔ کئی روز مسلسل لڑائی ہوتی رہی آخرکار سلیمان شاہ کو ہزیمت ہوئی سارا لشکر متفرق و منتشر ہو گیا۔ ایلدکز اپنے شہر بھاگ گیا۔ سلیمان شاہ نے بغداد کا راستہ اختیار کیا شہرزور ہو کر گزرا زین الدین کوچک (یہ قطب الدین کا نائب تھا) نے چھیر چھاڑ کی امیر بزان نے جو زین الدین کیطرف سے شہرزور پر حکمرانی کر رہا تھا آگے بڑھ کے رستہ روک لیا اور پیچھے سے زین الدین نے حملہ کر دیا سلیمان شاہ سے کچھ بن نہ آئی گرفتار ہو گیا زین الدین نے موصل میں لا کے قلعہ میں نظر بند کر دیا اور ایک اطلاعی عرضداشت کے ذریعہ سے سلطان محمد کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔

محاصرہ بغداد سلطان محمد نے دربار خلافت میں یہ درخواست دی تھی کہ میرے نام کا بغداد کی مساجد میں خطبہ پڑھا جائے۔ خلافت مآب نے اس سے انکار کیا تھا۔ طرہ یہ ہوا کہ سلیمان شاہ سے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا حلف لیکر اسکے نام کا خطبہ پڑھوایا جیسا کہ ابھی تم اوپر پڑھ آئے ہو۔ سلطان محمد کو یہ امر ناگوار گزرا لشکر آراستہ کر کے ہمدان سے عراق کی جانب کوچ کیا۔ ماہ ذی الحجہ ۵۵۱ھ میں عراق پہونچا قطب الدین اور اسکے نائب زین الدین کیطرف سے لشکر موصل بھی سلطان محمد کی کمک پر آیا ہوا تھا بغداد میں اس سے بیحد اضطراب پیدا ہو گیا۔ خواص اور عوام کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ خلافت مآب نے بھی فراہمی فوج کی جانب توجہ فرمائی۔ خطلو برس والی واسط ایک لشکر لیکے آپہونچا۔ مہلہل سے عراقی ہتھیار کیے پر قبضہ کر لیا۔ وزیر السلطنت ابن ہبیرہ قلعہ بندی میں مصروف ہوا۔ موقع موقع سے دمدمے بنائے ہوئے شہر پناہ کے گرد کھائیں۔ مورچے قائم کیے

پلوں کو توڑوا دیا۔ اور کل کشتیاں تاج کے نیچے جمع کر لیں۔ اہل بغداد غربی جانب سے وسط بغداد میں آ رہے۔ مال و اسباب محلسرائے خلافت میں رکھوا دیا گیا بعد ازاں خلیفہ مقتفی لشکر اور عوام الناس کو مسلح اور سامان جنگ سے آراستہ کر کے محاصرین کی مدافعت کو نکلا ایک مدت تک سلسلہ جنگ جاری رہا۔ سلطان محمد نے دجلہ کے ساحل شرقی پہ ایک پل بندھوا کے عبور کیا اور اس جانب بھی ہنگامہ کارزار گرم کر دیا۔ اسوقت بغداد میں دو طرف سے لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔ محصوروں پر دائرہ حیات تنگ ہو رہا تھا۔ رسد و غلہ کی کمی محسوس ہو چلی تھی۔ گھمسان لڑائی ہو رہی تھی محاصروں نے ناکہ بندی کر لی تھی باہر کی آمد و رفت بالکل بند ہو گئی تھی لشکر موصل آنیکو تو میدان جنگ میں آ گیا تھا لیکن اسوجہ سے کہ سلطان نورالدین محمود زنگی نے جو قطب الدین کا بڑا بھائی تھا زین الدین کو خلافت مآب سے جنگ کرنے پر ملامتانہ خط لکھ بھیجا تھا جنگ کرنے سے جی چرا رہا تھا۔ اثنار جنگ میں یہ خبر لگی کہ ملک شاہ اور ایلدکز والی بلاد اران اور ارسلان بن ملک طغرل بن سلطان محمد نے ہمدان پر پہونچکے قبضہ کر لیا ہے سلطان محمد یہ سنتے ہی محاصرہ سے دست کش ہو کے آخری ماہ ربیع الاولیٰ ۵۵۲ھ میں ہمدان کیطرف کوچ کر گیا اور زین الدین نے موصل کیجانب معاودت کی۔

سلطان محمد نے جسوقت ہمدان کا قصد کیا تھا ملک شاہ اور ایلدکز معہ اپنے رفقاء اور ہمراہیوں کے رے چلے آئے تھے۔ اینانج شحنہ رے نے مزاحمت کی لڑائی ہوئی۔ ان لوگوں نے اینانج کو ہزیمت دیدی سلطان محمد نے یہ خبر پاکے امیر سقمان بن قایماز کو بسرافسری ایک فوج کے اینانج کی کمک پر روانہ کیا۔ امیر سقمان ہنوز رے نہ پہونچنے پایا تھا کہ ملک شاہ اور ایلدکز رے سے لوٹ کھڑے ہوئے تھے اور بقصد محاصرہ بغداد جا رہے تھے اثناء راہ میں امیر سقمان سے مڈبھیڑ ہوئی ایک خونریز جنگ کے بعد امیر سقمان کو ہزیمت ہوئی سلطان محمد نے اس واقعہ سے مطلع ہو کے ملک شاہ اور ایلدکز کے

تعاقب میں خوزستان کیجانب کوچ کیا حلوان میں پہونچکے یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ ایلدکز اسوقت دینور میں ٹھیرا ہوا ہے۔ اور اینانج نے بعد روانگی و واپسی ملک شاہ و ایلدکز ہمدان میں پھر داخل ہوکے قبضہ کرلیا ہے اور بدستور سابق سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ اس خبر کی استماع سے سلطان محمد کے تن مردہ میں جان سی پڑگئی اسیوقت ہمدان کیجانب معاودت کا حکم دیدیا۔ باقی رہ گئے ملک شاہ اور ایلدکز۔ ان کے رفقاء متفرق اور منتشر ہوگئے شملہ والی خوزستان نے بھی ساتھ چھوڑدیا۔ ملک شاہ اور ایلدکز کے چھکے چھوٹ گئے بیچار ناچار اپنے اپنے شہروں کیطرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

جنگ مقتفی و اہل نواحی

سنقر ہمدانی والی لحف نے ان جھگڑوں اور تنازعات میں سواد بغداد کو تاخت و تاراج کیا تھا اور ایک خاصہ لشکر بھی مرتب اور تیار کرلیا تھا خلیفہ مقتفی کو جب ایک گونہ اس سے فراغت حاصل ہوئی تو اسنے سنقر ہمدانی کی سرکوبی کیجانب توجہ کی ماہ جمادی الاولی ۵۵۳ھ میں لشکر آراستہ کرکے سنقر کیطرف بڑھا۔ لحف کے قریب پہونچکے امیر خطلوبرس نے گذارش کی "خلافت مآب یہیں قیام فرمائیں یہ خادم اس مہم کو سر کریگا" خلیفہ مقتفی نے اس رائے کو پسند فرماکے امیر خطلوبرس کو روانگی کا حکم دیا چنانچہ امیر خطلوبرس نے سنقر کے پاس جاکے سمجھایا بوجھایا اور اسکو مکلم خلافت کا مطیع بناکے خلافت مآب کی خدمت میں واپس آیا کل حالات عرض کئے۔ خلافت مآب نے خوش ہوکے امیر خطلوبرس اور امیر ارغش کو بلاد لحف میں جاگیریں عنایت فرماکے دارالخلافت کیجانب مراجعت کی۔

بعد واپسی خلافت مآب امیر ارغش نے بلاد لحف کا قصد کیا۔ سنقر امیر ارغش کو بلاد لحف سے نکال باہر کرکے تنہا حکومت کرنے لگا اور سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھوایا امیر خطلوبرس یہ خبر پاکے دارالخلافت بغداد سے ایک لشکر لیکے روانہ ہوا سنقر مقابلہ پر آیا گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ میدان امیر خطلوبرس کے ہاتھ رہا سنقر کو ہزیمت

ہوئی چار سو سواروں کی جمعیت سے قلعہ ماہکی کیطرف بھاگ گیا جو امیر قایماز عمیدی کے قبضہ و تصرف میں تھا۔ بعد اس کے ۵۴۱ھ میں اپنی فوج کو آراستہ اور درست کرکے پھر بلاد سحف کا قصد کیا۔ امیر ارغش نے مقابلہ کیا۔ لڑائیاں ہوئیں آخر کار امیر ارغش کو ہزیمت ہوئی کمال ابتری سے بغداد کیجانب مراجعت کی۔ خلافت مآب نے یہ خبر پاکے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے اپنی فوج کو آراستہ کرکے نعمانیہ کیجانب کوچ فرمایا۔ اور بطور مقدمۃ الجیش ایک فوج امیر افسری ترشک و سنقر کی سرکوبی کو روانہ کی سنقر نے یہ سنکے پہاڑوں کا راستہ لیا۔ ترشک نے اسکے پس ماندہ مال و اسباب کو لوٹ کے قلعہ ماہکی پر محاصرہ ڈالدیا چند روز محاصرہ کرکے بندنیجین کیطرف مراجعت کی اور ایک عرضداشت اطلاعی دار الخلافت بغداد میں بھیجدی۔

سنقر بحال پریشاں ملک شاہ کے پاس پہنچا ملک شاہ نے پانچسو سواروں سے اسکی مدد کی پھر کیا تھا سنقر نے پھر اپنے قلعہ اور اپنے شہر کا قصد کیا۔ ترشک نے بھی یہ سنکے خلافت مآب سے امداد طلب کی۔ خلافت مآب نے ایک فوج امدادی بھیجدی سنقر نے ایک سفیر صلح کی گفتگو کرنے کو ترشک کے پاس بھیجا ترشک نے اس سفیر کو قید کرلیا اور لشکر تیار کرکے حملہ کردیا سنقر اس اچانک حملہ سے گھبرا کے بھاگ کھڑا ہوا سارا لشکر پامال ہوگیا مال و اسباب لوٹ لیا گیا سنقر نے زخمی ہوکے بلاد عجم میں جاکے دم لیا۔ ایک مدت تک ٹھیرا رہا بعد ازاں اسی ۵۴۱ھ کے اخیر میں پوشیدہ طور سے بغداد آیا اور تاج سے روبرو اپنے کو ڈالدیا خلیفہ مقتفی نے خوش ہوکے دربار خلافت میں حاضر ہونے کی اجازت دی (۴)۔

ان ۵۴۳ھ میں شملہ اور قایماز سلطانی نے اطراف بادرایا میں لشکر آرائی کی تھی لڑائی سخت اور خونریز تھی۔ قایماز کو اس واقعہ میں ہزیمت ہوئی۔ اثنائے دار ... کیا خلیفہ مقتفی نے اس واقعہ سے مطلع ہوکے ایک فوج شملہ کے سر کرنے کو روانہ کی۔

سنقر یہ خبر پاکے ملک شاہ کے پاس بھاگ گیا۔

سلیمان شاہ کی تخت نشینی

سلطان محمد بن محمود بن محمد بن ملک شاہ محاصرہ بغداد کی واپسی کے بعد عارضہ سل میں مبتلا ہوا، مرض نے اسقدر طول پکڑا کہ اسی عارضہ میں بمقام ہمدان ماہ ذی الحجہ ۵۵۴ھ میں اپنی حکومت کے سات برس چھ مہینے بعد وفات پائی بوقت وفات اقسنقر احمدیلی کو طلب کرکے اپنے بیٹے کو سپرد کیا اور یہ کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے بعد میرے اراکین دولت اس لڑکے کی اطاعت نہ کرینگے تم اسکو اپنے ملک لیکر چلے جاؤ۔ چنانچہ بعد وفات سلطان محمد اقسنقر اسکے بیٹے کو لیکے مراغہ چلا گیا۔

بعد انتقال سلطان محمد اراکین دولت میں اختلاف پڑا ایک گروہ سلیمان شاہ (سلطان محمد کے چچا) کو تخت نشین کیا چاہتا تھا اور ایک گروہ سلطان محمد کے بھائی ملک شاہ کو تخت و تاج کا مالک بنانے کا قصد رکھتا تھا اور کچھ لوگ ارسلان بن سلطان طغرل کیطرف مائل تھے جو ایلدکز کے ساتھ بلاد اران میں مقیم تھا۔ اراکین دولت اسی حیص بیص مین پڑے ہوئے تھے۔ کہ ملک شاہ معہ شملہ ترکمانی اور دکلا والی فارس کے خوزستان سے اصفہان آپہونچا ابن خجندی نے گردن اطاعت جھکا دی۔ رسد و غلہ فراہم کر دیا اور لشکر ہمدان کو اطاعت کا پیام بھیجا۔ لشکر ہمدان نے انکاری جواب دیا۔ بعد ازاں ہمدان کے بڑے بڑے امرا نے قطب الدین مودود ابن زنگی والی موصل کے پاس اوائل ۵۵۵ھ میں یہ پیام بھیجا کہ سلیمان شاہ کو قید سے رہا کرکے ہمدان روانہ کردو ہملوگ بدل وجان اسکی حکومت و سلطنت کے خواہاں ہیں چنانچہ قطب الدین نے اس شرط سے سلیمان شاہ کو رہا کرکے اپنے نائب زین الدین علی کوچک کے ہمراہ موصل کے ایک دستہ فوج کے ساتھ ہمدان روانہ کیا کہ تخت و تاج کا مالک سلیمان شاہ ہو اسکی اتالیقی قطب الدین مودود زنگی کو دیجائے

اور جمال الدین کو جو قطب الدین کا وزیر ہے عہدۂ وزارت عطا ہو۔ جوں ہی سلیمان
شاہ بلاد جبل میں داخل ہوا ہر چہار طرف سے فوجیں جوق جوق آنے لگیں۔ زین الدین
کو اس سے خطرہ پیدا ہوا لا اطلاع سلیمان شاہ موصل کیجانب مراجعت کر دی۔ زین الدین
کی واپسی سے سلیمان شاہ کا شیرازہ انتظام درہم وبرہم ہوگیا۔ جس قصد سے خروج کیا تھا
وہ پورا نہ ہوسکا۔ لیکن اسنے ہمت نہ ہاری۔ ہمدان میں داخل ہوا اہل ہمدان سے نے
اسکی سلطنت وحکومت کی بیعت کی۔ اس کے نام کا دار الخلافت بغداد میں خطبہ پڑھا گیا
اس اثنار میں ملک شاہ کی جمعیت بھی اصفہان میں بڑھ گئی۔ دار الخلافت بغداد
میں کہلا بھیجا "سلیمان شاہ کا خطبہ موقوف کرکے میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور جو
قوانین عراق، پہلے تھے وہی پھر جاری کئے جائیں ورنہ میں فوج کشی کر دونگا" وزیر
عون الدین بن ہبیرہ نے ایک لونڈی بحکمت عملی ملک شاہ کے پاس بھیجدی جسنے اسکو زہر
دیکے اسکی زندگی کا خاتمہ کر دیا یہ واقعہ ۵۵۵ھ کا ہے۔

ملک شاہ کے مرنے کے بعد اہل اصفہان نے ملک شاہ کے کل امیروں اور مصاحبوں کو
نکال دیا اور سلیمان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ شملہ نے خوزستان کی جانب
معاودت کی اور اُن کل بلاد پر قبضہ کر لیا جن پر ملک شاہ متصرف اور قابض تھا غرض
اس طرح سے سلیمان شاہ کی حکومت کا سکہ ان شہروں میں چلنے لگا تھوڑے دنوں
بعد لہو ولعب میں منہمک ہوگیا۔ کاروبار سلطنت چھوڑ کے ناچ ورنگ میں اپنی
اوقات صرف کرنے لگا۔ دن رات شراب نوشی کا شغل رہنے لگا۔ امراء اور ارکین
دولت کی طرف ملتفت نہوتا تھا۔ مسخروں، گویّوں اور نقالوں سے دربار بھرا رہتا
تھا امور سلطنت شرف الدین کرد باز جو مشائخ سلجوقیہ سے تھا انجام دے رہا تھا۔
یہ شخص نہایت دیندار، صاحب عقل اور باتدبیر تھا۔ امراء اور ارکین دولت سلیمان
شاہ کی اس سے اکثر شکایت کیا کرتے تھے ایک روز یہ سلیمان شاہ کی خدمت میں حاضر

ہوا اور نصیحتانہ کچھ عرض و معروض کرنے لگا سلیمان شاہ اسوقت نشہ میں تھا۔ مسخروں کو اشارہ کر دیا۔ انہوں نے شرف الدین کو بنانا شروع کر دیا شرف الدین ناراض ہوکے اُٹھ کے چلا آیا۔ سلیمان شاہ کو جب ہوش آیا تو شرف الدین سے عذر خواہی کی شرف الدین نے سلیمان شاہ کا عذر تو قبول کرلیا مگر آنا جانا ایک قلم بند کر دیا سلیمان شاہ کو اس سے کچھ خطرہ پیدا ہوا اینانج والی رے کو اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ اینانج اندنوں علیل تھا۔ معذرت کی کہ بعد صحت میں معہ اپنی فوج کے حاضر ہونگا۔ اتفاق یہ کہ اسکی خبر شرف الدین تک پہونچ گئی۔ اس سے سخت ناراضی اور بیحد کشیدگی بڑھ گئی۔ ایک روز دعوت کے بہانہ سے سلطان سلیمان شاہ کو معہ اسکے حاشیہ نشینوں کے اپنے مکان پر مدعو کیا۔ اراکین دولت تو اس سے بتنگ آہی رہے تھے۔ شرف الدین کا اشارہ پاکے سلیمان شاہ کو معہ اسکے مصاحبوں اور وزیر ابو القاسم محمود بن عبد العزیز حامدی کے ماہ شوال ۵۵۵ھ میں گرفتار کرلیا۔ وزیر اور مصاحبوں کو تو اُسیوقت قتل کرڈالا اور سلیمان شاہ کو چندے قید میں رکھا بعد ازاں ایک شخص کو اشارہ کر دیا اُس نے اسکا گلا گھونٹ دیا مر گیا۔

اینانج والی رے کو اسکی خبر لگی۔ فوجیں مرتب کر کے غارتگری کرتا ہوا ہمدان پہ پہونچکے محاصرہ ڈالا۔ شرف الدین نے اتابک اعظم ایلدگز کو اس واقعہ سے مطلع کر کے ارسلان شاہ بن طغرل کی بیعت کرنیکی غرض سے بلا بھیجا۔ چنانچہ ایلدگز بیس ہزار سواروں کی جمعیت سے ہمدان آپہونچا۔ اینانج محاصرہ سے دست کش ہوکے چلا گیا۔ ایلدگز نے ہمدان میں داخل ہوکے ارسلان شاہ بن طغرل کے نام کا خطبہ پڑھا اسکی حکومت و سلطنت کی اہل ہمدان سے بیعت لی۔ ایلدگز اسکا اتابک مقرر کیا گیا اور پہلوان بن ایلدگز اسکا حاجب بنایا گیا۔ دربار خلافت میں اس واقعہ کی اطلاعی عرضداشت بھیجی گئی اور یہ درخواست کی گئی کہ ارسلان شاہ کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا جائے

اور جیسا کہ سلطان مسعود کی عہد حکومت میں عراق کا انتظام تھا ویسا ہی اب پھر جاری کیا جائے۔ خلافت مآب نے سفیر کو جواب تک نہ دیا دربار خلافت سے نہایت بیعزتی سے نکلوا دیا۔ باقی رہا اینانج والی رے اُسنے ایلدکز سے سازش کرلی اور اپنی بیٹی کا عقد پہلوان بن ایلدکز سے کرکے ہمدان چلا آیا۔

ایلدکز سلطان مسعود کے غلاموں سے تھا اسکو اران اور بعض مقامات آذربیجان کی حکومت دی گئی تھی۔ سلاطین سلجوقیہ کی کسی خانہ جنگی میں شریک نہیں ہوا۔ مادر ارسلان شاہ یعنی زوجہ طغرل سے بعد انتقال ملک طغرل نکاح کرلیا تھا جس سے پہلوان محمد اور قزل ارسلان عثمان پیدا ہوا۔

ایلدکز اور اینانج میں مصالحت ہو جانے کے بعد ایلدکز نے آقسنقر احمدیلی والی مراغہ کو ارسلان شاہ کی اطاعت کو لکھ بھیجا۔ آقسنقر نے اطاعت کرنے سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ اُس لڑکے کے نام کا خطبہ پڑھنے اور اسکی بیعت کرنے کی دھمکی دی جو اسکے پاس موجود تھا یعنی محمود بن ملک شاہ۔ اصل یہ ہے کہ وزیر السلطنت ابن ہبیرہ نے اس نوعمر لڑکے کے نام کا خطبہ پڑھے جانے اور اسکی بیعت کرنے کی تحریک کی تھی۔ اسی بنا پر ایلدکز نے ایک فوج بسرافسری اپنے بیٹے پہلوان کے روانہ کی۔ یہ فوج کوچ و قیام کرتی ہوئی مراغہ کیجانب بڑھی آقسنقر نے یہ خبر پاکے ساہرمز والی خلاط سے امداد طلب کی۔ چنانچہ ساہرمز نے ایک فوج ابن آقسنقر کی کمک پر بھیجدی ابن آقسنقر اور پہلوان کا نہر اسبید رود پر مقابلہ ہوا۔ پہلوان نے شکست کھا کے ہمدان کیطرف مراجعت کی اور آقسنقر مظفر و منصور مراغہ لوٹ آیا۔

جسوقت ملک شاہ بن محمود نے اصفہان میں مسموم وفات پائی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں تو اسکے مصاحبوں کا ایک گروہ اسکے بیٹے محمود کے ہمراہ فارس کیطرف چلا گیا زنگی بن وکلا سلغری والی فارس نے محمود بن ملک شاہ کو ان لوگوں سے چھین کے قلعہ

اصطخر میں بیجا کے نظربند کر دیا پس جب ایلدکز نے بغداد میں اپنے ربیب ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھے جانیکا پیام بھیجا تو وزیر السلطنت عون الدین ابوالمظفر یحیی بن ہبیرہ نے گرد و نواح کے امراء اور والیان ملک سے سازش شروع کر دی۔ زنگی بن وکلاء کو یہ کہلا بھیجا "ایلدکز پر میں فوج کشی کرنیوالا ہوں اگر اسکے مقابلہ میں مجھے فتحیابی حاصل ہوگئی تو بہتر ہوگا کہ تم محمود بن ملک شاہ کی حکومت و سلطنت کی بیعت کرکے اسکے نام کا خطبہ اپنے ممالک محروسہ میں پڑھنا"۔ چنانچہ زنگی نے محمود بن ملک شاہ کو بلا کر کے حکومت و سلطنت کی اسکے ہاتھ پر بیعت کی پنج وقتہ اسکے دروازہ پر نوبت بجنے لگی۔ اینانج والی رے کو یہ واقعہ لکھ بھیجا اور اتفاق رائے کی درخواست کی اینانج نے اقراری جواب دیا اور ساتھ ہی اس کے دس ہزار فوج کی جمعیت سے زنگی کیطرف کوچ کیا۔ آقسنقر احمدیلی نے بھی خبر پا کے پانچہزار سوار زنگی کے پاس بھیجدیئے رفتہ رفتہ ایلدکز کو ان واقعات کی خبر لگی ایک لشکر عظیم مرتب اور مجتمع کرکے بقصد بلاد فارس اصفہان کیجانب روانہ ہوا اور زنگی بن کلاء والی فارس کے پاس ارسلان کی اطاعت و فرمانبرداری اور حاضری کا پیام بھیجا۔ زنگی نے ٹکا سا جواب دیدیا اور یہ کہلا بھیجا "مجھے ملنے کی فرصت نہیں ہے میں اس وقت اپنی جاگیر پر جا رہا ہوں جو حال میں دربار خلافت سے مجھے عطا ہوئی ہے" بالخفیہ طور سے خلافت مآب اور وزارت پناہ سے امداد بھی طلب کی خلافت مآب و وزارت پناہ نے امداد و کمک کا وعدہ کیا اور ان امراء کو عتاب آمود خطوط بھی تحریر کیئے جو ایلدکز کے ہمراہ اور اسکے مطیع تھے۔ ایلدکز نے پہلے اینانج سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ اتنے میں یہ خبر مسموع ہوئی کہ زنگی نے سیرم اور اسکے مضافات کو لوٹ لیا ہے فورًا دس ہزار سوار زنگی سے مزاحمت اور مقابلہ کرنے کو روانہ کیا زنگی نے ان کو پہلے ہی حملہ میں ہزیمت دیدی تب ایلدکز نے آذربیجان کی فوج کو طلب کیا تھوڑے دنوں بعد اسکا بیٹا کزل ارسلان آذربیجانی لشکر لیئے ہوئے آپہونچا۔ زنگی نے بھی یہ سنکے اینانج کی کمک پر فوجیں

روانہ کردیں مگر بذات خود اس خوف سے کہ مبادا بلاد شملہ والی خوزستان معرض زوال میں نہ آجائے اس مہم میں شریک نہ ہو سکا۔ ماہ شعبان ۵۵۰ھ میں ایلدکز اور اینانج نے صف آرائی کی متعدد معرکے ہوئے آخر کار اینانج شکست کھا کے بھاگا۔ اس کا لشکر گاہ لوٹ لیا گیا ایلدکز نے تعاقب کر کے اینانج کا محاصرہ کر لیا بعد ازاں دونوں میں مصالحت ہو گئی بعد مصالحت ایلدکز نے ہمدان کی جانب مراجعت کی۔

مستنجد کی خلافت خلیفہ مستنجد خلفاء بنی عباس کا پہلا خلیفہ ہے جس نے استقلال اور استحکام کے ساتھ زمام حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی جس وقت کہ شیرازہ حکومت و خلافت ما بین موصل، واسط، بصرہ، اور حلوان منتشر ہو گیا تھا اور حکمرانی کی مشین کے پرزے ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

خلیفہ مقتفی لامر اللہ ابو عبداللہ محمد بن مستظہر نے ماہ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں اپنی خلافت کے چوبیس برس چار مہینے بعد وفات پائی۔ خلفاء بنی عباسیہ کا یہ پہلا شخص ہے جس نے بلا شرکت کسی سلطان کے عراق پر جب سے کہ دیلمیوں کا دور دورہ ہوا تن تنہا حکمرانی کی۔ لشکریوں اور مصاحبوں کو اپنے قابو میں رکھا جسقدر بلاد گورنران صوبجات کے دستبرد اور تغلب سے باقی رہ گئے تھے انپر بیدار مغزی اور ہوشیاری سے حکومت کی جسوقت اسکے مرض میں اشتداد کی کیفیت پیدا ہوئی اور زندگی سے ایک گونہ مایوسی محسوس ہوئی اسیوقت سے اسکے حرموں کو اپنے اپنے لڑکوں کی تخت نشینی کی فکر پیدا ہو گئی۔ مادر مستنجد اپنے بیٹے کی خلافت کی فکر میں لگی ہوئی تھی۔ اسکے بھائی علی کی ماں اپنے لڑکے کو سریر خلافت پر متمکن کرانے کی تدبیریں تھی بلکہ اس غرض سے حاصل کرنیکے لئے مستنجد کے قتل کا قصد کر لیا تھا۔ چنانچہ بیمار خلیفہ مقتفی کے دیکھنے کے بہانہ سے مستنجد کو بلا بھیجا اور در پردہ یہ تدبیر کر رکھی کہ محلسرائے خلافت کے لونڈیوں کو چھریاں دیدیں یہ خود اور اسکا بیٹا شمشیر بکف ہو بیٹھا تھا کہ جوں ہی مستنجد محلسرائے خلافت میں قدم رکھے۔ ہر چہار طرف سے

یورش کر کے قتل کر ڈالا جائے۔ اتفاق یہ کہ اسکی خبر مستنجد تک پہونچگئی۔ اپنے باپ کے خواجہ سرا کو طلب کر کے اس واقعہ سے اُسکو آگاہ کیا اور اپنے ہمراہیوں اور فراشوں کو مسلح کر کے محلسرائے خلافت میں داخل ہوا۔ داخل ہوتے ہی ایک لونڈی نے بڑھ کے حملہ کیا مستنجد کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے لپک کے گرفتار کر لیا۔ اور لونڈیاں یہ ماجرا دیکھ کے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ مستنجد نے اپنے بھائی علی اور اسکی ماں کو گرفتار کر لیا باقی رہیں لونڈیاں۔ انہیں سے بعض کو قتل کر ڈالا اور بعض کو دریائے دجلہ میں ڈبو دیا۔ اسنتے میں خلیفہ مقتفی نے وفات پائی۔ مستنجد نے بیعت خلافت لینے کو دربار عام منعقد کیا اور خاندان خلافت کے ممبروں نے بیعت کی سب کے پہلے اسکے چچا ابو طالب نے بیعت کرنے کو ہاتھ بڑھایا بعدازاں وزیر السلطنت عون الدین بن ہبیرہ اور قاضی القضاۃ نے بیعت کی۔ بعدہٗ ارکین دولت اور علماء بیعت کرنے کی غرض سے پیش کئے گئے۔ جامع مسجد میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ عون الدین کو بدستور سابق عہدۂ وزارت عطا ہوا گورنران صوبجات اپنے اپنے صوبہ پر بحال رکھے گئے۔ تخت نشینی کی خوشی میں ٹکس اور محصول معاف کیا گیا۔ رئیس الرؤسا اور استادار کو خلعتیں عنایت ہوئیں قاضی القضاۃ ابوالحسن علی بن احمد دامغانی معزول ہو کر ابو جعفر عبدالواحد ثقفی عہدۂ قضا پر مامور کیا گیا۔

سنہ ۵۵۶ھ میں ترکمانوں نے اطراف بندنیجین میں سر اوٹھایا جنکی سرکوبی کو مستنجد نے امیر ترشک کو بلاد لحف سے طلب فرمایا۔ امیر ترشک نے حاضری بغداد سے معافی چاہی اور یہ گزارش کی کہ یہ خادم ترکمانوں سے لڑنے کو بندنیجین جانے کو تیار ہے شاہی لشکر سے میری مدد کیجائے۔ خلافت مآب کو ترشک کا یہ عذر ناگوار گزرا۔ چند فوجیں بسر افسری چند امراء ترشک کے پاس روانہ کیں پس ان امراء نے ترشک کے پاس پہونچکے اسکو مار ڈالا اور سر اوتار کے دارالخلافت بغداد میں بھیجدیا۔

۵۵۵ھ میں خلافت مآب نے قلعہ ماہکی کو سنقر ہمدانی کے مملوک کے قبضہ سے نکال لیا سنقر ہمدانی اس قلعہ کا والی تھا اس قلعہ کو اپنے ایک مملوک کے حوالہ کر کے ہمدان چلا گیا تھا سنقر کے جانیکے بعد قرب وجوار کے ترکمانوں اور اکراد نے بغاوت کر دی فتنہ و فساد کے دروازے کھول دیئے سنقر کا مملوک انکی مدافعت نہ کر سکا۔ خلافت مآب کو اسکی اطلاع ہوئی پندرہ ہزار دینار دیکر قلعہ ماہکی کو سنقر کے مملوک سے لے لیا سنقر کا مملوک بغداد میں آکر قیام پذیر ہوا۔ یہ قلعہ زمانہ خلافت مقتدر میں ترکمانوں اور اکراد کے قبضہ میں تھا۔

عربوں کی سرکشی

۵۵۶ھ میں خفاجہ (عربوں کا ایک قبیلہ ہے) حلہ اور کوفہ میں مجتمع ہوا اور دستور کے مطابق کھانا وغیرہ طلب کیا۔ ارغش جاگیردار کوفہ اور قیصر شحنہ حلہ (یہ دونوں خلیفہ مستنجد کے غلام تھے) متعرض ہوئے۔ خفاجہ نے اس بنا پر غارتگری شروع کر دی ارغش اور قیصر نے فوجیں آراستہ کر کے خفاجہ کا تعاقب کیا۔ رحبہ تک پیچھا کرتے چلے گئے خفاجہ نے مصالحت کی درخواست کی ارغش اور قیصر نے انکاری جواب دیا تب خفاجہ بھی مقابلہ پر تل گئے۔ گھمسان لڑائی ہوئی۔ انجام کار شاہی لشکر ہزیمت اوٹھاکے بھاگا قیصر اثناء دار و گیر میں مارا گیا۔ ارغش نے رحبہ میں جاکے پناہ لی شحنہ رحبہ نے اسکو امن دی اور بحفاظت دار الخلافت بغداد روانہ کر دیا۔ اس واقعہ میں اکثر حصہ لشکر شاہی کا شدت تشنگی سے میدانوں میں تباہ ہو گیا باقی ماندہ کسی طرح جان بچا کے بغداد پہونچے۔ وزیر السلطنت عون الدین بن ہبیرہ کو خفاجہ کی اس حرکت ناشائستہ پر طیش آگیا لشکر آراستہ کر کے خفاجہ کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ خفاجہ یہ سنکے جنگل اور پہاڑوں میں چلے گئے وزیر السلطنت نے بغداد کیجانب مراجعت کی۔ خفاجہ رفتہ رفتہ بصرہ پہونچے اور معذرت نامہ لکھکے دربار خلافت میں روانہ کیا۔ مصالحت کی درخواست کی خلافت مآب نے منظور فرمالی۔

بنی اسد کا عراق سے نکالا جانا

چونکہ بنی اسد ساکنان حلہ نے اس سے پیشتر بیحد شورش مچا رکھی تھی - علاوہ برابر زمانہ محاصرہ بغداد میں ان لوگوں نے سلطان محمد کا ساتھ بھی دیا تھا یہی باعث تھا کہ خلیفہ مستنجد کے دل میں ان لوگوں کیطرف سے ناراضی اور کشیدگی تھی - چنانچہ ۵۵۸ھ میں خلیفہ مستنجد نے امیر یزدان بن قماج کو ان لوگوں کی جلاوطنی اور سرکوبی پر مامور فرمایا یہ لوگ حلہ کے تمام اطراف میں پھیلے ہوئے تھے - امیر یزدان فوجیں آراستہ کرکے دارالخلافت بغداد سے حلہ کیطرف روانہ ہوا اور ابن معروف کو بصرہ سے اپنی کمک پر بلا بھیجا - چنانچہ ابن معروف براہ دریا جنگی کشتیاں لئے ہوئے معہ ایک عظیم لشکر کے آپہنچا - ایک زمانہ تک امیر یزدان بنی اسد کا محاصرہ کئے رہا - خلیفہ مستنجد کو جنگ کا طول کھینچنا ناگوار گزرا بذریعہ عتاب آمود شقہ کے امیر یزدان کو شیعیت سے متہم کیا اور یہ دھمکی دی کہ اگر اب جنگ میں طوالت کچھ ہوئی تو تیری خیر نہیں ہے امیر یزدان اس عتاب آمود شقہ کو پڑھ کے چونک پڑا - ابن معروف کو بلا کے خلافت مآب کا خط دکھلایا - دونوں نے باتفاق رائے لشکر آراستہ کرکے ہر چہار طرف سے بنی اسد پر حملہ کردیا پانی، رسد اور غلہ کی آمد و رفت بند کردی - مجبوراً بنی اسد بھی تلوار کھینچ کے نکل پڑے چار ہزار بنی اسد کھیت رہے - باقی ماندگان کی نسبت یہ کارروائی کی گئی کہ بذریعہ منادی یہ اعلان کیا گیا کہ آج کے بعد جو شخص بنی اسد کا حلہ میں نظر آئیگا وہ بلا تفتیش کسی امر کے قتل کر ڈالا جائے گا - چوبیس گھنٹہ کے اندر جسکو جہاں جانا ہو چلا جائے - چنانچہ بقیۃ السیف بنی اسد عراق چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے - ایک متنفس بھی بنی اسد کا عراق میں باقی نہ رہ گیا - حلہ اور کل بلاد بنی اسد ابن معروف کو دیدیئے گئے -

واسط میں بغاوت

بصرہ امیر منکبرس کی جاگیر میں تھا جو خلیفہ مستنجد کا آزاد غلام تھا ۵۵۹ھ میں خلافت مآب نے اسکو قتل کرکے بجائے اسکے کمشتکین کو مامور فرمایا

ابن سنکا برادرزادہ شملہ والی تورستان نے اس کو مغتنمات سے شمار کرکے بصرہ پر چڑھائی کردی۔ اسکے اطراف وجوانب کے دیہاتوں اور قصبوں کو تاخت وتاراج کرنے لگا دربار خلافت سے کمشتکین کے نام ابن سنکا سے جنگ کرنیکا فرمان صادر ہوا کمشتکین نہ تو فوجیں فراہم کرسکا اور نہ ابن سنکا کے طوفان بے امتیازی کو روک سکا اس سے ابن سنکا کے حوصلے بلند ہوگئے۔ واسط کیطرف بڑھا اور اسکے اطراف ومضافات کو لوٹنے لگا۔ امیر خطلوبرس اس صوبہ کا جاگیردار تھا۔ اس نے فوجیں فراہم کرکے ابن سنکا سے مزاحمت کی ہنگامہ کارزار گرم ہوگیا۔ اثناء جنگ میں ابن سنکا نے اُن اُمراء کو ملالیا جو امیر خطلوبرس کے ہمراہ تھے۔ پس یہ لوگ عین لڑائی کیوقت امیر خطلوبرس کو حریف مقابل کے حوالہ کرکے دائیں بائیں ہوگئے۔ امیر خطلوبرس کو ابن سنکا کے ہمراہیوں نے گرفتار کرلیا اسکا سارا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد ابن سنکا نے امیر مذکور کو ۶۱ھ میں مار ڈالا۔ بعدازاں ۶۲ھ میں ابن سنکا نے پھر بصرہ کا قصد کیا اور اسکے شرقی حصہ کو لوٹ لیا کمشتکین نے ابن سنکا سے روک ٹوک کرنے کو خروج کیا۔ دونوں حریفوں میں لڑائی ہوئی بالآخر ابن سنکا نے جنگ سے اعراض کرکے واسط کیجانب کوچ کیا۔ اہل واسط بخوف آبرو وجان کانپ اٹھے مگر اُنکی خوش قسمتی سے ابن سنکا واسط نہ پہونچ سکا۔

شملہ کی شورش ۶۲ھ میں شملہ والی خوزستان نے بقصد عراق کوچ کیا سفر وقیام کرتا ہوا قلعہ ماہکی تک پہونچا خلافت مآب سے صوبجات اسلامیہ کی گورنری کی درخواست کی اور درخواست میں ادب کا پہلو بھی ترک کردیا۔ خلافت مآب نے اسکے طوفان بے تمیزی کے روک تھام کو ایک فوج بھیجدی اور بغاوت وسرکشی کے عواقب امور سے ڈرایا شملہ نے معذرت کی کہ دراصل کزاو سلطان ارسلان شاہ نے ان بلاد کی حکومت مجھے عطا کی ہے جو اسوقت میرے پاس ہیں اور ارسلان شاہ ملک شاہ کا بیٹا ہے جو بصرہ، واسط اور شلہ کا مالک وحکمراں تھا۔ مجھے اور کسی شہر سے کوئی غرض نہیں ہے۔ پس انہیں تین

شہروں کی حکومت پر اکتفا کرتا ہوں ملاحظہ کی غرض سے سلطانی فرمان بھی پیش کرتا ہوں
خلافت مآب کو شملہ کی یہ عبارت ناگوار گزری حکم صادر فرمایا" شملہ کا شمار اسوقت سے
خوارج میں ہے علانیہ ممبروں پر اس پر لعن کیجائے اور اسیوقت ارغش مسترشدی کے پاس
نعمانیہ میں اور شرف الدین ابوجعفر بلدی ناظر واسط کے پاس حکم بھیجا جائے کہ بہت جلد
فوجیں فراہم و مرتب کرکے اس سرکش و باغی شملہ کو گوشمالی دیں" اسی زمانہ میں شملہ نے
اپنے برادر زادہ ملیح کو چند دستہ فوج کے ساتھ کردوں سے جنگ کرنے کو روانہ کیا تھا
اتفاق سے ارغش کو اسکی خبر لگ گئی۔ حملہ کرکے ملیح کو اور نیز اسکے ہمراہیوں کو گرفتار کرکے
بغداد بھیجدیا۔ شملہ نے یہ سُن کے مصالحت کی درخواست کی جسکا انکاری جواب ملا۔

بعد اس واقعہ کے ارغش گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اسکا لشکر وہاں مقیم رہا اور شملہ نے
اپنے سفر کے چوتھے ماہ اپنے شہر کی جانب مراجعت کی۔

تبدیلی وزارت جمادی الاول ۵۶۰ھ میں وزیر السلطنت عون الدین یحییٰ بن محمد
بن مظفر بن ہبیرہ نے وفات پائی خلیفہ مستنجد نے اسکے پس ماندگان خاندان کو گرفتار کرلیا چند
وزارت کا کام نائب وزیر انجام دیتا رہا بعد ازاں خلافت مآب نے ۵۶۳ھ میں شرف الدین
ابوجعفر احمد بن محمد سعید معروف بہ ابن بلدی ناظر واسط کو قلمدان وزارت سپرد فرمایا۔ چونکہ
عضد الدین ابوالفرج بن دبیس رئیس الرؤساء امور سلطنت میں حد سے زیادہ دخیل اور
پیش پیش ہوگیا تھا۔ اسوجہ سے خلافت مآب نے وزیر السلطنت کو حکم دیا کہ عضد الدین
اور اسکے ہمراہیوں کو تھوڑی تھوڑی فروگزاشتوں پر معقول چشم نمائی کیجائے اور اس کے
کل اختیارات سلب کرلئے جائیں چنانچہ وزیر السلطنت نے اُسکے بھائی تاج الدین سے
نہر الملک کا عہد خلافت مقتفی سے اسوقت تک کا حساب طلب کیا۔ اسی قسم کی
کارروائی اور عمال کے ساتھ کی جو عضد الدین کے آدرد ے اور ہوا خواہ تھے اس سے
ارکین دولت کے کان کھڑے ہوگئے ہوشیار ہوگئے اور دیانتداری سے کام ہونے لگا

بدنظمی اور خودسری جاتی رہی۔

مستضی بامر اللہ کی خلافت

خلیفہ مستنجد کے عہد خلافت میں عضد الدین ابو الفرج ابن رئیس رئیس الرؤسا جو دار الخلافت بغداد کے امیروں میں اعلیٰ درجہ کا شخص تھا امور سلطنت میں دخیل اور ہر کام میں کچھ ایسا پیش پیش ہو گیا تھا کہ حقیقۃً زمام حکومت اسکے قبضہ اقتدار میں تھی۔ قطب الدین قایماز مظفری اس معاملہ میں اسکا ہمصفیر اور ہم آہنگ تھا جسوقت خلافت مآب نے عہدۂ وزارت سے شرف الدین جعفر کو سرفراز فرمایا اور عضد الدین کے کاموں پر اعتراض اور اسکے اختیارات سلب کرنیکا وزیر السلطنت کو اشارہ کیا اُسیوقت سے مابین وزیر السلطنت اور عضد الدین عداوت و مخالفت کی بنا پڑی بات بات پر وزیر السلطنت عضد الدین اور اسکے عمّال سے اُلجھتا تھا۔ خلافت مآب بھی عضد الدین اور اسکے ہمصفیر و سب قطب الدین کو بُری نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ عضد الدین اور قطب الدین اس معاملہ میں وزیر السلطنت کو متہم کیا کرتے اور خلافت مآب کی ناراضی کا باعث وزیر السلطنت کو بتلایا کرتے تھے اتفاق یہ کہ سنہ ۵۶۶ھ میں خلافت مآب بیمار پڑے۔ رفتہ رفتہ مرض میں اشتداد پیدا ہوا۔ عضد الدین اور قطب الدین خلافت مآب کی بیدار مغزی سے تو تنگ آہی رہے تھے شاہی طبیب سے سازکر لی اُسنے ان لوگوں کی سازش سے خلافت مآب کی موت کی یہ تدبیر نکالی کہ خلافت مآب کو حمام میں داخل کرکے دروازہ بند کر لیا خلافت مآب کا دم گھٹ گیا تھوڑی دیر میں جان بحق تسلیم کردی بعض مورخین عضد الدین اور قطب الدین کی مخالفت اور عداوت کا سبب یہ تحریر کرتے ہیں کہ خلافت مآب نے وزیر السلطنت شرف الدین کو عضد الدین اور قطب الدین کے قید و قتل کی بابت ایک خفیہ تحریر بھیجی تھی۔ اتفاق سے یہ تحریر عضد الدین کے ہاتھ پڑ گئی عضد الدین نے قطب الدین یزدان اور اسکے بھائی تیماش کو بُلا کے وہ تحریر دکھائی ان لوگوں نے متفق ہوکے یہ رائے قائم کی کہ خلافت مآب کو کسی حیلہ سے مار ڈالنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ لوگ محلسرائے خلافت میں آئے اور جبرًا

خلافت مآب کو حمام میں لیگئے دروازہ بند کرلیا۔ خلافت مآب چلّا رہے تھے مگر کوئی سُنتا نہ تھا تاآنکہ مر گئے۔ یہ واقعہ نویں ربیع الآخر سنہ ۵۶۶ھ کا ہے۔ دس سال خلافت کی ماہ ربیع الثانی سنہ ۵۱۰ھ میں پیدا ہوا چھپن برس کی عمر پائی۔

جسوقت خلیفہ مستنجد کی موت کی ہولناک خبر مشہور ہوئی اور ہنوز دم توڑا نہ تھا اسیوقت وزیر السلطنت، امراء لشکر اور کل فوجیں مسلح ہوکے محلسرائے خلافت کے دروازہ پر آگئیں عوام الناس کا بھی جم غفیر انکے ساتھ تھا۔ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ عضد الدین نے اس خوف سے کہ مبادا وزیر السلطنت خلافت مآب کی موت کا یقین کرکے میراوارا زنیارا نہ کردے، بلند آواز سے بول اوٹھا" امیر المومنین کو غش آگیا تھا اب بفضلہ اس سے نجات ملگئی ہے" وزیر السلطنت نے اس خیال سے کہ عوام الناس اور لشکری محلسرائے خلافت میں نہ گھس پڑیں دار الوزارت کیجانب معاودت کی۔ امراء لشکر اور نیز عوام الناس منتشر و متفرق ہوگئے عضد الدین اور قطب الدین نے جھٹ پٹ محلسرائے خلافت کے دروازے بند کرلئے اور خلیفہ مستنجد کے بیٹے ابو محمد حسن کو طلب کرکے خلافت کی فوراً بیعت کرلی "المستضی بامر اللہ" کا لقب دیا۔ سریر خلافت پر متمکن کرنے کے وقت یہ اقرار لے لیا کہ قلمدان وزارت عضد الدین کو سپرد کیا جائے۔ اسکا بیٹا کمال الدین استاد دار مقرر ہوا، اور عساکر اسلامیہ کی سرداری قطب الدین قایماز کو دیجائے۔ جدید خلیفہ نے ان لوگوں کی خواہش کے مطابق ان کل درخواستوں کو منظور فرما لیا بعد ازاں خاندان خلافت سے بعیت خاصہ لیگئی اسکے بعد خلیفہ مستنجد نے وفات پائی۔ اگلے دن دربار عام میں بعیت عامہ ہوئی۔

خلیفہ مستضی سریر خلافت پر متمکن ہوکر عدل و انصاف سے کام لینے لگا۔ لوگونکو انعامات دیئے جاگیریں دیں اور مستحقین کو صلے دیئے۔ وزیر السلطنت کو جدید خلیفہ کی تخت نشینی کی خبر لگی۔ تو اسکے ہاتھ کا طوطی اُڑ گیا۔ ہوش و حواس جاتے رہے اپنی

غفلت اور واپسی پر نادم ہوا مگر لاحاصل تھا بیعت کرنے کو بلایا گیا جسوقت حاضر ہوا۔ غلامون نے عضد الدین کے اشارہ سے سر اوتار لیا اسی زمانہ مین خلیفہ مستضی نے قاضی ابن مرحم کو گرفتار کرکے جیل خانہ میں ڈالدیا یہ شخص بڑا ظالم، خود سر اور غاصب تھا خلیفہ مستضی نے اسکے مال واسباب کو ضبط کرکے جن لوگوں نے اسپر مال وغیرہ چھین لینے کے دعوے کئے انکو انکے حقوق دیدیئے۔ ابوبکر بن نصر بن عطار کو وزیر خزانہ مقرر کیا اور ظہیر الدین کا لقب مرحمت فرمایا۔

دولت علویہ کا خاتمہ دولت عباسیہ کا خطبہ

خلیفہ مستضی کے شروع زمانہ خلافت میں دولت علویہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ مصر میں گل ہوا خلفاء بنی عباس سے خلیفہ مستضی کا خطبہ ماہ محرم ۵۶۷ھ میں قبل یوم عاشورہ جامع مسجد مصر میں پڑھا گیا۔ اندنوں مصر میں خلفاء عبیدین کا سب سے پچھلا اور آٹھواں تاجدار عاضد لدین اللہ حکومت کر رہا تھا جو حافظ لدین اللہ عبد المجید علوی کے احقاب ونسل سے تھا۔ اسپر اسکا وزیر اسدر جہ متغلب ومتصرف ہوگیا تھا کہ یہ نام کا خلیفہ تھا۔ زمام حکومت اسکے وزیر کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ اسوقت کرسی وزارت پر شاور جلوہ افروز تھا۔ جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا ارکین دولت، امراء مملکت اور سرداران لشکر اسکے مطیع تھے۔ خلیفہ عاضد اسکے ہاتھ کی کٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ اتفاق وقت سے ابن سوار نامی ایک شخص اہل دولت اسکندریہ سے مصر پر چڑھ آیا۔ شاور نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کے شام میں الملک العادل نور الدین محمود زنگی کے پاس جاکے پناہ لی۔

الملک العادل نور الدین محمود سلاطین سلجوقیہ کے ممالک اور ان امراء میں تھا جو اسوقت خلافت عباسیہ کے رکن اور عماد تھے۔ صلاح الدین یوسف بن نجم الدین ایوب بن شادی مع اپنے باپ نجم الدین اور چچا اسد الدین شیر کوہ کے الملک العادل نور الدین کی خدمت میں اعزازی عہدون پر مامور تھا۔ پس جسوقت شاور نے دربار نوریہ میں حاضر ہوکے

امداد کی درخواست کی الملک العادل نورالدین نے ایک فوج بسرافسری امراء ایوبیہ مصر
روانہ فرمائی جسکا افسر اعلیٰ اسدالدین شیرکوہ تھا۔ چنانچہ اسدالدین نے مصر میں پہونچکے
ضرغام (ابن سوار) کو جسنے شاور کے قبضہ سے اختیارات وزارت چھین لیئے تھے قتل کرکے
شاور کو دوبارہ وزارت کی کرسی پر متمکن کیا۔ لیکن اس بدعہد احسان فراموش نے اُس وعدہ کا
ایفاء نہ کیا جو شام سے وقت روانگی مصر دربار نوریہ میں کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عیسائیوں
(فرانسیسیوں) نے سواحل مصر و شام پر قبضہ کرلیا تھا۔ اور اسکے قرب و جوار کے صوبجات کو
بھی دبالیا تھا۔ مصر اور قاہرہ کو آہستہ آہستہ دباتے چلے آتے تھے بلبیس اور ایلہ متصل عقبہ کے
انہیں کا سکہ جما ہوا تھا بعض بعض محاصل اور ٹکس بھی دولت علویہ سے وصول کرلیتے تھے
غرض دولت علویہ کا چراغ عیسائیوں کی ہوس رانی کی تیز ہوا سے گُل ہوا چاہتا تھا ان امور
میں عیسائیوں کو جُراءت دلانے والا اور انکا محرک وہی احسان فراموش شاور تھا اس خیال
سے کہ مبادا اسدالدین شیرکوہ جس سے بدعہدی کی ہے عہدہ وزارت پر مستولی اور متغلب ہوجائے
خلیفہ عاضد کو شاور کی ان حرکات کا احساس ہوگیا بظاہر عیسائیوں کی زیادتی کی شکایت
کرنے اور انکے مقابلہ میں امداد طلب کرنے کو عزالدین کو شیرکوہ کی خدمت میں روانہ کیا
لیکن حقیقت میں شاور کی سازشوں کو دور کرنے اور سرکوبی کی غرض سے شیرکوہ کو بلابھیجا۔
چنانچہ شیرکوہ دربار نوریہ سے رخصت ہوکے مصر آیا خلیفہ عاضد نے اسکو خلعت وزارت سے
سرفراز فرمایا اور سوائے در دولت کے کل کاموں کے سیاہ و سفید کرنیکا اختیار دیا۔ اس
ردوبدل میں شاور نے کچھہ سر اٹھایا جو بہت جلد کچل دیا گیا شیرکوہ نے اسکی زندگی کا
خاتمہ کرکے اسکی کل بیماریوں کا علاج معقول کردیا۔ لیکن افسوس ہے کہ شیرکوہ نے اپنی وزارت
کے ایک ہی برس بعد وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ پچاس ہی دن بعد یہ واقعہ پیش آیا تھا
بہرکیف شیرکوہ کی وفات کے بعد خلیفہ عاضد نے شیرکوہ کے بھتیجہ صلاح الدین یوسف بن
نجم الدین ایوب کو مامور فرمایا۔ صلاح الدین نے عہدۂ وزارت پر متمکن ہوکے اصلاح

حال رعایا اور انتظام امور سلطنت کیطرف توجہ کی۔ یہ اور اسکا چچا اسدالدین شیرکوہ اپنے کو الملک العادل نورالدین محمود کا نائب تصور کرتا تھا جس نے اسکو اور نیز اس کے چچا کو مصر بھیجا تھا اور مصر میں قیام کرنے کی ہدایت کی تھی۔ پس جب صلاح الدین کا قدم استقلال کے ساتھ مصر میں جم گیا۔ مخالفین کی قوت ٹوٹ گئی۔ خلیفہ عاضد کے بھی قوائے حکمرانی مضمحل ہو گئے۔ کل امور کے سیاہ و سفید کرنیکا اسکو اختیار کلی حاصل ہو گیا۔ اسکا خادم قراقوش خلیفہ عاضد کے محلسرائے خلافت پر بھی قابض و متصرف ہو گیا اسوقت الملک العادل نورالدین محمود زنگی نے شام سے یہ پیام بھیجا کہ خلیفہ عاضد کا خطبہ موقوف کرکے دولت عباسیہ کے نامور تاجدار خلیفہ مستضئی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

صلاح الدین نے اس حکم کی تعمیل اہل مصر کی مخالفت سے ڈرتے ڈرتے کی۔ خلیفہ مستضئی کے نام کا خطبہ پڑھا جانا تھا کہ دولت علویہ کے آثار نیست و نابود کر دیئے گئے اور خلافت عباسیہ کا پھریرہ کامیابی کی ہوا میں اُڑنے لگا۔ اسی زمانہ سے مصر میں دولت ایوبیہ کی حکومت کی بنا پڑتی ہے۔ بعدازاں تاجداران بنی ایوب نے شام میں الملک العادل نورالدین کے ممالک مقبوضہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ شام اور طرابلس غرب وغیرہ تک انکی حکومت پھیل گئی جیسا کہ آیندہ انکے حالات کے ضمن میں بیان کیا جائیگا۔

جسوقت مصر میں خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا گیا نورالدین محمود زنگی نے دمشق سے دارالخلافت بغداد میں نامہ بشارت روانہ کیا۔ خلافت مآب نے شادیانے کی نوبت بجوائی سارا بغداد چراغاں کیا گیا۔ نورالدین اور صلاح الدین کو عماد الدین صندل کی معرفت خلعتیں روانہ کیں جو خلیفہ مقتفی کا خادم خاص اور خلیفہ مستضئی کے محلسرائے خلافت کا داروغہ تھا۔ دمشق میں صندل کے پہونچنے پر نورالدین نے بھی بہت بڑی مسرت ظاہر کی صلاح الدین اور مصر کے خطیبوں کو خلعتیں روانہ کیں سیاہ پھریرے بھیجے۔ اسی وقت سے مصر میں خلافت عباسیہ کا جھنڈا گڑجاتا ہے جو ایک مدت تک

قائم رہتا ہے واللہ وارث الارض ومن علیہا وھو خیر الوارثین۔

بعد ان واقعات کے نورالدین محمود نے دربار خلافت میں قاضی کمال الدین ابو الفضل محمد بن عبداللہ شہرزوری روانہ کیا جو اسکے ممالک مقبوضہ کا قاضی القضاۃ تھا اور صوبجات مصر، شام، جزیرہ، موصل جو اسکے قبضہ اقتدار میں تھے اور دیار بکر، خلاط، بلاد روم قلیج ارسلان جو اسکے مطیع تھے انکی سند حکومت کی درخواست کی۔ اور دربارہ ہارون بلاد سواد عراق کو بطور جاگیر طلب کیا جیسا کہ اسکے باپ کو ملا ہوا تھا۔ خلافت مآب نے نورالدین محمود کے سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی عزت و احترام سے ملا اور بہ طیب خاطر نورالدین محمود کی کل درخواستیں منظور فرمالیں۔

یزدن کے حالات خلیفہ مستضی نے امیر یزدن کو حلہ کی حکومت عنایت فرمائی تھی اور خفاجہ کو اسکی محافظت و حمایت کا ذمہ وار کیا تھا بنوحزن اور بنوکعب، خفاجہ کے دو ناحی گروہ حلہ میں رہتے تھے۔ امیر یزدن نے حلہ پر متصرف ہونیکے بعد بنوکعب کو حلہ کی حکومت سپرد کی اسپر بنوحزن بگڑ کھڑے ہوئے اور سواد عراق میں غارتگری شروع کردی امیر یزدن نے اپنی فوج آراستہ کرکے بنوحزن پر چڑھائی کی۔ غضبان سردار بنوکعب معہ بنوکعب کے امیر یزدن کا ہمرکاب تھا ایک روز شب کے وقت سفر کر رہے تھے کسی نے غضبان کو ایک تیر مارا جسکے صدمہ سے غضبان مرگیا غضبان کے مرتے ہی لشکر بغداد کیجانب لوٹ کھڑا ہوا اور محافظت سواد بدستور سابق بنی حزن کرنے لگے۔ بعد اس واقعہ کے یزدن نے ۵۶۸ھ میں انتقال کیا۔ واسط اسکی جاگیر میں تھا خلافت مآب نے اسکے بیٹے انبامش کو مرحمت فرمایا۔ اور علاءالدین کا لقب عنایت کیا۔

قتل سنکا ہم اوپر عہد خلافت مستنجد میں سنکا بن احمد اور اسکے چچا شملہ والی خوزستان کی فتنہ پردازی اور آئے دن سرکشی کے حالات تحریر کر آئے ہیں۔ اسی زمانہ میں سنکا قلعہ ماہکی کیطرف آیا اور اسکے مقابلہ میں ایک قلعہ اس غرض سے تعمیر کرایا کہ اسمیں قیام کرکے

قریب وجوار کے شہروں پر متصرف وقابض ہوجائے اتنے میں خلیفہ مستضیٔ کی خلافت کا
دور آگیا خلافت مآب نے یہ خبر پاکے دارالخلافت بغداد سے ایک فوج سنکا کی سرکوبی
کو روانہ فرمائی سنکا نے بھی توڑ کے مقابلہ کیا۔ مدتوں لڑائی ہوتی رہی بالآخر سنکا کو
ہزیمت ہوئی اثنائے دار وگیر میں سنکا مارا گیا۔ سر اوتار کے بغداد بھیجا گیا جو ایک مدت
تک عبرت کی غرض سے دجلہ کے کنارہ لٹکا رہا اور قلعہ جو اسنے بنوایا تھا مسمار کردیا گیا۔

قایماز کی وفات

قطب الدین قایماز کا حال تم اوپر پڑھ آئے ہو اسنے خلیفہ مستضیٔ کی
بیعت کی تھی خلیفہ مستضیٔ نے اسکو اپنا کمانڈر انچیف بنایا تھا اور عضد الدین
ابوالفرج ابن رئیس الرؤساء کو عہدہ وزارت عطا کیا تھا جب [illegible] قایماز کی
حکومت کا سکہ جم گیا اور کل امور سیاہ وسفید کرنیکا اختیار کلی حاصل ہوگیا تو اسنے
خلیفہ مستضیٔ کو عضد الدین ابوالفرج وزیر السلطنت کی معزولی پر ابھارنا شروع کیا۔
خلافت مآب نے [illegible] سنہ ۵۶۷ھ میں وزیر السلطنت کو معزول کردیا سنہ ۵۶۹ھ
میں پھر خلافت مآب نے اسکی بحالی کا قصد کیا۔ قایماز نے اسکی مخالفت کی اور مخالفانہ
کارروائی کرنے کی غرض سے سوار ہوا لشکر کو طیاری کا حکم دیا۔ خلافت مآب نے محلسرائے
خلافت کے دروازے جو شہر بغداد سے متصل تھے بند کروالئے اور قایماز کے پاس بہ نرمی
وملاطفت کہلا بھیجا "تم واپس جاؤ فتنہ وفساد سے باز آؤ میں تمہارے کہنے کے
مطابق عضد الدین کو وزارت سے دور کرتا ہوں" قایماز نے جواب دیا میں اسوقت تک اپنے
ارادہ سے باز نہ آؤنگا جب تک عضد الدین بغداد سے باہر نہ کردیا جائیگا۔ خلافت مآب
نے مجبوراً عضد الدین کو بغداد سے نکل جانیکا حکم دیا۔ عضد الدین نے شیخ الشیوخ صدر الدین
عبدالرحیم بن اسمٰعیل سے امن کی درخواست کی۔ شیخ موصوف نے اسکو پناہ دیکے اپنے
رباط میں داخل کرلیا۔ چنانچہ یہ وہیں مقیم ہوگیا۔

بعد اسکے قایماز اپنی چیرہ دستی سے دولت عباسیہ پر مستولی ومتغلب ہوگیا علاء الدنیا

ایتامش کی بہن سے عقد کرلیا۔ ایتامش اور قایماز نے متفق ہو کے رہی سہی قوت بھی
دولت وحکومت کی سلب کرلی۔ تھوڑے دنوں بعد قایماز نے ظہیر الدین بن عطار وزیر
خزانہ سے ناراض ہو کے اسکے مال واسباب کو لوٹ لیا۔ مکانات کو جلا کے خاک وسیاہ
کردیا۔ (ظہیر الدین خلافت مآب کا خاص آوردہ تھا) قایماز نے اسکی گرفتاری کا حکم دیا
ظہیر الدین یہ خبر پاکے بھاگ گیا۔ تب قایماز نے اپنے امیروں اور سرداروں کو مجتمع کرکے خلیفہ
مستضی سے جنگ کرنیکی قسمیں کھلائیں اور اس امر کا ان لوگوں سے اقرار لیا کہ محلسرائے
خلافت پر حملہ کرکے ظہیر الدین کو نکال لائیں گے۔ خلیفہ مستضی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی
محلسرائے خلافت کی چھت پر تشریف فرما ہوا۔ خدام دولت واہلکار ان ہنگامہ کا شور کررہے
تھے۔ خلافت مآب نے آواز بلند عوام الناس کو مخاطب کرکے ارشاد کیا "قطب الدین کا
مال واسباب تمہارا ہے اور اسکا خون ہمارا ہے دیکھو جانے نہ پائے اسکا گھر بار لوٹ لو
اسکو میرے پاس گرفتار کر لاؤ" عوام الناس یہ سنتے ہی قطب الدین کے گھر کیطرف
دوڑ پڑے قطب الدین پشت مکان سے نکل بھاگا۔ عوام الناس نے اسکا گھر بار
اور مال واسباب لوٹ لیا۔ اس فساد وہنگامہ میں کچھ کشت وخون بھی ہوا۔ قایماز
بھاگ کر حلہ پہونچا۔ اسکے امرا بھی اسکے پیچھے پیچھے حلہ چلے گئے۔ خلیفہ مستضی نے
بخیال اس امر کے کہ مبادا قایماز پھر بغداد کا قصد کرے اور اہل بغداد اسکے نحائف و
[illegible] شیخ الشیوخ عبد الرحیم کو حلہ اس غرض سے روانہ کیا کہ
قایماز بجلت عملی حلہ سے موصل روانہ کردیا جائے چنانچہ شیخ الشیوخ کی [illegible] تدبیر
سے قایماز موصل چلا گیا۔ اثنائے راہ میں اسکو اور اسکے ہمراہیوں کو تشنگی کی بیحد تکلیف
اوٹھانا پڑی۔ قایماز اور اکثر ہمراہیان قایماز شدت عطش سے مرگئے یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ
۵۷۰ھ کا ہے باقی رہا علاء الدین تیامش [illegible]
تاآنکہ خلافت مآب نے اسکو دار الخلافت بغداد میں [illegible] اور [illegible] سے

تنگدستی کی حالت میں مر گیا۔ اسی نے قایماز کو اُن حرکات پر آمادہ و برانگیختہ کیا تھا جو اس سے سرزد اور ظہور پذیر ہوئے ورنہ وہ ایسا نہ تھا۔ خلافت مآب نے اپنے محلسرائے خلافت کا داروغہ سنجر مقتفوی کو مقرر کیا پھر سنہ ۵۷۱ھ میں اسکو معزول کر کے بجائے اس کے ابوالفضل ہبۃ اللہ بن علی بن صاحب کو متعین فرمایا۔

والی خوزستان کی سرکشی

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ملک شاہ بن محمود بن سلطان محمد نے خوزستان میں قیام کیا تھا اور شملہ والی خوزستان کی لڑائیوں کا ذکر بھی ہم اوپر کر آئے ہیں جو آئے دن خلفاء کے عہد میں بہ اوقات مختلفہ کرتا آتا تھا۔ بعد اس کے شملہ سنہ ۵۷۰ھ میں مر گیا بجائے اسکے اسکا بیٹا متمکن ہوا۔ اسی اثنے میں ملک شاہ بن محمود کا بھی انتقال ہو گیا۔ ملک شاہ کا بیٹا بدستور خوزستان میں ٹھہرا رہا۔ سنہ ۵۷۲ھ میں عراق کی جانب آیا۔ بندنیجین پر شبخون مارا گیا۔ غارتگری کے دروازے کھل گئے وزیر عضد الدین ابوالفرج شاہی لشکر لیکے مقابلہ پہ آیا۔ حلہ اور واسط کی فوجیں بھی طاشتکین امیر حجاج اور عز علی کے ہمراہ آپہونچیں۔ اگرچہ ابن ملک شاہ کے ہمراہ ترکمانوں کا بہت بڑا گروہ تھا۔ مگر لشکر بغداد کی آمد کی خبر پا کے انہوں نے اپنا لشکرگاہ چھوڑ دیا۔ لشکر بغداد نے اسکو لوٹ لیا۔ ابن ملک شاہ کو اس سے بیحد صدمہ ہوا اپنے سپاہیوں کو سمجھا بوجھا کے پھر اسی مقام پر واپس لایا اور شاہی لشکر سے بھڑ گیا ایک مدت تک لڑائی ہوتی رہی۔ انجام کار بغیر آخری فیصلہ کے ابن ملک شاہ اپنے مقر حکومت کو لوٹ گیا اور شاہی فوجیں بغداد کی جانب واپس ہوئیں۔

قتل وزیر

ہم اس سے پیشتر وزیر السلطنت عضد الدین ابوالفرج محمد بن عبداللہ بن ہبۃ اللہ بن مظفر بن رئیس الرؤساء ابوالقاسم بن مسلمہ کے حالات تحریر کر آئے ہیں اسکا باپ عبداللہ خلیفہ مقتفی کے محلسرائے خلافت کا داروغہ تھا

جب وہ مر گیا تو بجائے اسکے اسکا بیٹا محمد مقرر کیا گیا۔ اور جب خلیفہ مقتفی نے وفات پائی اور خلیفہ مستنجد سریر خلافت پر جلوہ افروز ہوا تو اس نے محمد کو اسکے عہدہ پر بحال رکھا اور توقع سے زیادہ قدر افزائی کی۔ پس جب مستضی کا دور خلافت آیا تو اس نے محمد کو وزارت کا عہدہ عطا کیا۔ اتفاق یہ کہ اس سے اور قایماز سے اَن بَن ہو گئی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور اسی وجہ سے وہ معزول کیا گیا مگر بعد چندے خلافت مآب نے اسکو عہدہ وزارت پر بحال فرمایا ۵۶۹ھ میں خلافت مآب سے اجازت حاصل کر کے حج کو روانہ ہوا۔ دریائے دجلہ کو عبور کر کے ایک بہت بڑے قافلہ کیساتھ جسمیں ارباب مناصب بکثرت تھے سرزمین حجاز کیجانب کوچ کیا اثناء راہ میں ایک شخص فریادی صورت بنائے ہوئے "فریاد" "فریاد" چلاتا ہوا وزیر السلطنت کے قریب آیا جونہی وزیر السلطنت نے اسکی طرف توجہ کی اس شخص نے چھری بھونک دی وزیر السلطنت گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔ ابن معوذ دربان شور و غل کی آواز سنکے حالات دریافت کرنے کو وزیر السلطنت کے پاس پہونچا قاتل نے اسکو بھی ایک چھری رسید کی۔ یہ بھی زخمی ہو کر گر پڑا دونوں اپنے اپنے مکان پر اوٹھا لائے گئے اور اسی صدمہ سے مر گئے۔

وزیر السلطنت کے مارے جانے کے بعد ظہیر الدین ابو منصور ابن نصر معروف بابن عطار قلمدان وزارت کا مالک ہوا۔ پس اس نے ارکین دولت کو اپنی حکمت عملیوں سے دبا لیا اور من مانی حکمرانی کرنے لگا۔

الناصر لدین اللہ کی خلافت

ماہ ذی القعدہ سنہ ۵۷۵ھ میں خلیفہ مستضی بامر اللہ ابو محمد حسن بن یوسف مستنجد نے جبکہ اسکی خلافت کو نو برس چھ مہینے گزر چکے تھے اس دار فانی سے انتقال فرمایا۔ ظہیر الدین بن عطار نے اسکے بیٹے ابو العباس احمد کو سریر خلافت پر متمکن کیا۔ اور "الناصر لدین اللہ" کا لقب دیا۔ جدید خلیفہ نے

تکمیل بیعت کے بعد زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ ظہیر الدین بن عطار کو گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا۔ دس دن بعد اٹھارہویں ذی القعدہ کو جیل خانہ کا دروازہ کھولا۔ اسے نکالا گیا تو مردہ تھا۔ لاش کو ایک مزدور کے سر پر رکھ کے جیل سے باہر لائے عوام الناس ٹوٹ پڑے، ہاتھوں ہاتھ لاش کو لے لیا اور کمال بے توقیری سے دجلہ میں لیجاکے بہادیا۔ بعد اسکے مجد الدین ابو الفضل بن صاحب استاد دار حکمرانی کرنے لگا خلیفہ ناصر کی بیعت لینے میں ابن عطار کے ساتھ یہ بھی شریک تھا ممالک محروسہ اسلامیہ میں جدید خلیفہ کی بیعت لینے کو قاصد روانہ کئے گئے۔ چنانچہ صدر الدین شیخ الشیوخ کو پہلوان والی ہمدان، اصفہان اور رے کے پاس روانہ کیا۔ پہلوان نے بیعت کرنے سے انکار کیا صدر الدین کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آیا۔ صدر الدین نے اسکے ہمراہیوں کو ابھار دیا۔ ان لوگوں نے علانیہ کہہ دیا "اگر تم خلافت مآب کی خلافت کی بیعت نہ کروگے تو ہم تمہارا ساتھ نہ دینگے تم سے منحرف اور باغی ہو جائیں گے" پہلوان یہ سنکے حواس باختہ ہو گیا بمجبوری بیعت کی اور خلافت مآب کے نام کا خطبہ پڑھا۔

۵۸۳ھ میں خلافت مآب نے استاد دار مجد الدین ابو الفضل بن صاحب کو اس وجہ سے گرفتار کرکے قتل کر ڈالا کہ اس نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ اسکی موجودگی میں خلافت مآب کی کچھ نہ چلتی تھی۔ علاوہ برایں اسکی ثروت اور مالداری اسدرجہ بڑھ گئی تھی کہ خلافت مآب کے خزانہ کی اسکے مقابلہ میں ذرا بھی وقعت نہ تھی۔ یہ آگ لگائی ہوئی عبید اللہ بن یونس کی تھی جو مجد الدین کے مصاحبوں سے تھا۔ خلافت مآب نے بعد قتل مجد الدین عبید اللہ بن یونس کو عہدۂ وزارت عطا فرمایا اور "جلال الدین" کا لقب دیا۔ اسکی کنیت ابو المظفر تھی اسکا جاہ وجلال اس حد تک بڑھا کہ کل اراکین دولت یہانتک کہ قاضی القضاۃ بھی اسکی درباداری کرتا تھا۔

ملوک سلجوقیہ کا خاتمہ | جیسا کہ تم اوپر پڑھ آئے ہو مینے ملک ارسلان شاہ بن طغرل

بسبب ایلدگز کے مستولی ہونے اور اینانج والی رے کی لڑائیوں کے حالات اور نیز ایلدگز کے واقعات کسیقدر تفصیل سے تحریر کیا ہے بعد ازاں ۵۵۶ھ میں ایلدگز نے والی رے کو قتل کرکے رے پر قبضہ کرلیا۔ تھوڑے دنوں بعد ایلدگز اتابک بھی ۵۶۸ھ مقام ہمدان میں مرگیا۔ بجائے اسکے اسکا بیٹا محمد پہلوان جانشین ہوا۔ اسکا بھائی سلطان ارسلان بن طغرل بدستور اسکی کفالت میں رہا ۵۷۱ھ میں جب یہ مرگیا تو پہلوان نے بجائے اسکے بیٹے طغرل کو جانشین کیا بعد ازاں ۵۸۲ھ میں پہلوان نے بھی وفات پائی ہمدان، رے، اصفہان، آذربیجان اور ارانیہ وغیرہ اسی کے زیر حکومت تھے اور سلطان طغرل بن ارسلان اسکی کفالت اور نگرانی میں تھا۔ پہلوان کے مرنے پر اسکا بھائی کزل ارسلان موسوم بہ عثمان حکمرانی کرنے لگا چونکہ اسمیں مادہ حکمرانی وسیاست قدرتی طور سے کم تھا طغرل اس سے علیحدہ ہوکے نکل آیا۔ امراء وارکین دولت اور لشکریوں کو ملا کے ایک خاصہ گروہ بنالیا اور آہستہ آہستہ بعض شہروں پر قبضہ بھی کرلیا۔ اسی بناء پر اس سے اور کزل سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ انجام یہ ہوا کہ طغرل کی قوت اور جمعیت زیادہ بڑھ گئی کزل نے دربار خلافت میں عرضداشت بھیجی جسمیں طغرل کی بڑھتی ہوئی قوت کا ذکر کرتے ہوئے آئندہ خطرات سے خلافت مآب کو ڈرایا تھا اسکے مقابلہ پر دربار خلافت سے امداد طلب کی تھی اور اطاعت اور فرمانبرداری کا حسب مرضی خلافت مآب وعدہ کیا تھا۔ طغرل نے بھی یہ خبر پاکے ایک سفیر دربار خلافت میں روانہ کیا اور دار السلطنت کی تعمیر اور مرمت کی اجازت طلب کی۔ اس سے پیشتر سلاطین سلجوقیہ کی حکومت کا سکہ بغداد اور عراق میں چل رہا تھا مگر عہد خلافت مستقی سے یہ تعلق جاتا رہا تھا دار السلطنت بے مرمت ہوگیا تھا۔ خلافت مآب نے کزل کے قاصد کی عزت وتوقیر کی، امداد دینے کا وعدہ کیا اور طغرل کے سفیر کو بلا جواب واپس کردیا۔

ان قاصدوں کے واپسی کے بعد خلافت مآب نے سلاطین سلجوقیہ کے دار السلطنت

انہدام کا حکم صادر فرمایا جسپر نہایت تیزی سے عملدرآمد کیا گیا۔ بعد اسکے دربار خلافت سے وزیر السلطنت جلال الدین ابو المظفر عبید اللہ بن یونس بسرافسری ایک لشکر عظیم کے کزل کی کمک پر ماہ صفر ۵۸۴ھ میں روانہ کیا گیا۔ مقام ہمدان میں کزل کے اجتماع سے پیشتر طغرل سے مقابلہ ہوا۔ اٹھارہویں ربیع الاول ۵۸۴ھ کو طغرل اور عبید اللہ سے سخت وخونریز لڑائی ہوئی۔ میدان جنگ طغرل کے ہاتھ رہا لشکر بغداد بھاگ کھڑا ہوا۔ وزیر السلطنت گرفتار کر لیا گیا۔ بعد ازاں کزل کو طغرل پر فتح نصیب ہوئی کزل نے طغرل کو گرفتار کرکے ایک قلعہ میں نظربند کر دیا۔ اور استحکام واستقلال کے ساتھ کل صوبجات پر حکمرانی کرنے لگا۔ اپنے نام کا ممبروں پر خطبہ پڑھوایا۔ دروازہ پر پنجوقتہ نوبت بجوائی۔ تھوڑے دنوں بعد ۵۸۷ھ میں طغرل اپنے خوابگاہ میں قتل کر ڈالا گیا۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ کس نے اسکو قتل کیا۔ اسکے قتل سے دولت سلجوقیہ کا چراغ گل ہو گیا۔

خلیفہ ناصر کا تکریت وغیرہ پر قبضہ

۵۸۳ھ میں امیر عیسیٰ والی تکریت کو اسکے بھائیوں نے قتل کرکے قبضہ کر لیا تھا۔ خلافت مآب کو اسکی اطلاع ہوئی تو ایک فوج تکریت پر قبضہ کرنے کو روانہ فرمائی چنانچہ اس فوج نے تکریت پہونچکے محاصرہ ڈالا متعدد لڑائیوں کے بعد امان کے ساتھ تکریت مفتوح ہوا امیر عیسیٰ کے بھائی گرفتار کرکے بغداد لائے گئے۔ ان لوگوں نے وہیں سکونت اختیار کی خلافت مآب نے ان لوگوں کو جاگیریں عنایت کیں۔

بعد اسکے ۵۸۶ھ میں دربار خلافت سے ایک لشکر عانہ پر قبضہ کرنے کو روانہ کیا گیا ایک مدت تک سلسلہ حصار اور جنگ جاری وقایم رہا بالآخر محصوروں نے امان حاصل کرکے شہر کو محاصروں کے حوالہ کر دیا۔ خلافت مآب نے بھی حسب شرائط ان لوگوں کو جاگیریں دیں۔

عربوں نے بصرہ کو لوٹ لیا بصرہ کی زمام حکومت طغرل مملوک خلیفہ ناصر کے قبضہ

اقتدار میں تھی وہ اسکے حوالہ کیا گیا تھا اسکی طرف سے محمد بن اسمٰعیل نیابۃً حکومت کر رہا تھا۔ ۵۸۸ھ میں بنی عامر بن صعصعہ نے بسر گروہی عمیرہ مجتمع ہوکے بقصد غارتگری بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ محمد بن اسمٰعیل نے انکی مدافعت کی غرض سے ماہ صفر سنہ مذکور میں خروج کیا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ اگلے دن رات کے وقت عربوں نے شہر پناہ کی دیوار میں روزن کردیا اور گھس کے شہر میں غارتگری شروع کردی محلہ کے محلہ ویران ہوگئے اسی اثناء میں یہ خبر لگی کہ خفاجہ اور منتفق بہت بڑی جمعیت کے ساتھ قریب بصرہ پہونچ گئے ہیں بنی عامر یہ سنتے ہی بصرہ کو چھوڑ کے خفاجہ اور منتفق سے لڑنے کو نکل کھڑے ہوئے۔ فریقین میں گھمسان لڑائی ہوئی طرفین کی ہزارہا جانوں کا وارا نیارا ہوگیا آخر خفاجہ اور منتفق کو ہزیمت ہوئی بنی عامر نے انکے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور مظفر و منصور بصرہ کیجانب لوٹے اس عرصہ میں امیر بصرہ نے اہل سواد کو مجتمع کرلیا تھا۔ مگر عرب کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکے۔ ہزیمت اٹھا کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عرب نے بصرہ میں داخل ہوکے لوٹ لیا اور کوچ کرگئے۔

خوزستان واصفہان وغیرہ پر خلافت کا قبضہ	خلیفہ ناصر نے بعد گرفتاری ابن یونس قلمدان وزارت موید الدین ابوعبداللہ محمد بن علی معروف بہ ابن قصاب

کو عنایت فرمایا تھا اور یہ خوزستان وغیرہ بعض بعض شہروں کی سند حکومت بھی عطا کی تھی۔ اسی وقت شملہ والی خوزستان نے وفات پائی اور اسکے لڑکوں میں نزاع پیدا ہوئی وزیر السلطنت نے خوزستان پر قبضہ کرنے کی غرض سے لشکر کشی کی اجازت طلب کی خلافت مآب نے اجازت دیدی چنانچہ وزیر السلطنت نے فوجیں آراستہ کرکے ۵۹۱ھ میں خوزستان کیطرف کوچ کیا اہل خوزستان مقابلہ پر آئے لڑائیاں ہوئیں آخر کار وزیر السلطنت نے پہلے شہر تستر پر کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کیا بعد ازاں کل قلعات اور شہروں پر قابض و متصرف ہوگیا اور ملوک بنی شملہ کو گرفتار کرکے دار الخلافت بغداد روانہ کردیا خلافت مآب

نے انتظاماً طاش تکین مجیرالدین امیرالحاج کو خوزستان پر مامور فرمایا ۔ وزیرالسلطنت نے خوزستان
کو طاش تکین کے حوالہ کر کے سنہ مذکور میں رے کا قصد کیا اس وقت رے پر خوارزم
شاہ کا قبضہ تھا اس نے قبل اس واقعہ کے زنجان کے قریب قطلغ بن پہلوان
کو ہزیمت دے کے رے پر قبضہ کر لیا تھا ۔ قطلغ نے وزیرالسلطنت کی خدمت
میں حاضر ہو کے کل حالات عرض کئے اور اس کے ساتھ ہمدان کے طرف گیا
جہاں پر خوارزم شاہ کا بیٹا ایک عظیم لشکر لئے ہوئے مقیم تھا ۔ وزیرالسلطنت کی آمد
کی خبر پا کے رے کے طرف کوچ کر گیا ۔ وزیرالسلطنت نے بلا مزاحمت و مخاصمت ہمدان پر
قبضہ حاصل کر کے ابن خوارزم شاہ کا تعاقب کیا جن شہروں کی طرف ہو کر گزرا قبضہ
کرتا گیا تا آنکہ رے کے قریب پہونچا ۔ ابن خوارزم شاہ نے رے کو بھی چھوڑ کے دامغان
کا اور دامغان کو خیر آباد کہہ کے بسطام کا راستہ لیا اور جب بسطام میں بھی عافیت کی
صورت نظر نہ آئی تو جرجان میں جا کے دم لیا ۔ وزیرالسلطنت نے ابن خوارزم شاہ
کے ملنے سے مایوس ہو کے رے کی جانب مراجعت کی ۔ اور رے میں پہونچکے چند روز
قیام پذیر رہا ۔ اسی اثناء میں قطلغ کو حکومت و سلطنت کی طمع نے وزیرالسلطنت سے
باغی ہونے پر مجبور کیا رے کی ناکہ بندی کر کے مخالفت کا اعلان کر دیا ۔ وزیرالسلطنت
نے اپنی فوج کو محاصرہ کا حکم دیا ۔ قطلغ نے بمجبوری رے سے نکلکے شہر آوہ کا راستہ لیا ۔
شحنہ آوہ نے جو وزیرالسلطنت کی طرف مامور تھا قطلغ کو آوہ میں داخل نہ ہونے دیا
اور وزیرالسلطنت کو اس کی خبر کر دی وزیرالسلطنت نے قطلغ کے تعاقب میں رے
سے آوہ کی جانب کوچ کیا اتنے میں یہ خبر پہونچی کہ قطلغ نے شہر کرج کا قصد کیا ہے ۔ فوراً
کرج پر پہونچکے قطلغ سے بھڑ گیا ۔ ایک سخت خونریز جنگ کے بعد اسکو ہزیمت دیکے ہمدان
واپس آیا ۔ واپسی کے تیسرے مہینہ خوارزم شاہ کا قاصد محمد تکش وزیرالسلطنت کی خدمت میں
حاضر ہوا ۔ ان بلاد پر قبضہ کرنے کی شکایت کی اور واپسی کی درخواست دی ۔ وزیرالسلطنت

نے انکاری جواب دیا۔ اس بناء پر خوارزم شاہ نے ہمدان پر فوج کشی کی۔ انہیں واقعات کے اثناء میں وزیر السلطنت کا ماہ شعبان ۵۹۲ھ میں انتقال ہو چکا تھا۔ مگر اس کے رکاب کی فوج جو اس وقت ہمدان میں موجود تھی سینہ سپر ہو کے مقابلہ پر آئی اور خوب جی کھول کر لڑی مگر میدان جنگ خوارزم شاہ کے ہاتھ رہا بغدادی فوج شکست کھا کے بھاگی خوارزم شاہ نے ہمدان پر قبضہ کر لیا۔

ہمدان پر خوارزم شاہ نے قبضہ حاصل کرنے کے بعد اصفہان میں ایک عظیم فوج کے ساتھ اپنے بیٹے کو ٹھیرایا۔ چونکہ اہل اصفہان خوارزمیوں سے خوش نہ تھے اسو جہ سے صدر الدین نجندی رئیس شافعیہ نے دربار خلافت میں اس مضمون کی درخواست بھیجی کہ خلافت مآب تھوڑی سی فوج اصفہان روانہ فرمائیں ہم لوگ بہ طیب خاطر شہر حوالہ کر دینگے چنانچہ خلافت مآب نے ایک لشکر بسر افسری سیف الدین طغرل جاگیردار بلاد لحف، اصفہان کیجانب روانہ فرمایا۔ سیف الدین نے اصفہان پر قبضہ کر کے اسکی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام کر دیا۔

قبل اس واقعہ کے خراسان کیجانب خوارزم شاہ کی مراجعت کرنے کے بعد بہلوان کے خادموں نے مجتمع ہو کے رے پر قبضہ کر لیا تھا اور اپنے سرداروں میں سے کوکجہ نامی ایک شخص کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔ کوکجہ یہ خبر پا کے کہ اصفہان میں خوارزم شاہ کا قبضہ و دخل ہے معہ اپنے لشکر کے اصفہان کیطرف بڑھا آرہا تھا قریب اصفہان پہونچکے یہ معلوم ہوا کہ خوارزمی لشکر اصفہان چھوڑ کے چلا گیا ہے اور خلافت مآب کی فوج اسپر قابض و متصرف ہے۔ یہ سُنکے ٹھہر گیا دار الخلافت بغداد میں عرضداشت شعار اطاعت و فرمانبرداری روانہ کی۔ اور یہ درخواست کی کہ رے، ساوہ، قم، اور قاشان کی حکومت اس تابعدار کو عطا ہو اور اصفہان، ہمدان، زنجان، اور قزوین پر خلافت مآب کا قبضہ و دخل رہے۔ خلافت مآب نے یہ درخواست منظور فرمالی جس سے کوکجہ کے

قوائے حکمرانی مضبوط ہوگئے اور اسکی حکومت وشوکت کو استحکام و استقلال حاصل ہوگیا۔

۵۹۲ھ میں الملک العزیز اور الملک العادل نے شہر دمشق کو الملک الافضل بن سلطان صلاح الدین سے چھین لیا اور امیر ابوالہیجا سمین کو جو امرائے بنی ایوب کا ایک نامور شخص اور بیت المقدس کا والی تھا معزول کر دیا۔ امیر ابوالہیجا ملک شام کو خیرآباد کہہ کے دارالخلافت بغداد میں حاضر ہوا۔ خلیفہ ناصر نے اسکی عزت افزائی کی اور ایک لشکر مرحمت فرما کے ہمدان کی روانگی کا حکم دیا۔ امیر ابوالہیجا نے ہمدان میں پہونچکے ازبک بن بہلوان امیر علم اور ابن سطلمش سے ملاقات کی۔ ان لوگوں نے دربار خلافت کی مجلس شوریٰ سے خط وکتابت کرکے علم خلافت کی اطاعت قبول کرلی تھی۔ لیکن امیر ابوالہیجا نے امیر علم کے لگانے بجھانے سے ازبک اور ابن سطلمش کو گرفتار کرلیا۔ دربار خلافت سے اس بابت امیر ابوالہیجا پر ڈانٹ آئی اور ازبک و ابن سطلمش کی رہائی کا حکم صادر ہوا۔ ساتھ ہی اسکے رہائی یافتوں کی تالیف قلوب کے لئے خلعتیں بھی آئیں۔ لیکن اس سے انلوگوں کی تالیف قلوب نہوئی اور ان لوگوں نے امیر ابوالہیجا کی رفاقت ترک کر دی۔ ابوالہیجا کو ان واقعات سے خلافت مآب کیجانب سے خطرہ پیدا ہوا ہمدان چھوڑ کے اپنے مولد قدیم اربل کا راستہ لیا اور قبل اسکے کہ اربل تک پہونچتا اثناء راہ میں جان بحق تسلیم کر دی کوکجہ نے دربار خلافت سے سند حکومت حاصل کرنے کے بعد بلاد جبل میں قیام اختیار کیا اسکا رفیق ایدغمش امور سیاست وحکومت کی نگرانی کرتا تھا چند دنوں بعد آخری چھٹی صدی میں ایدغمش نے اپنے خاص خادموں کی ایک قلیل جمعیت تیار کرلی اور کوکجہ کی مخالفت کا علم بلند کرکے باغی ہوگیا کوکجہ نے اسکی گوشمالی کیجانب توجہ کی مگر کامیاب نہوا اثناء جنگ میں مارا گیا ایدغمش نے اسکے کل مقبوضہ بلاد پر قبضہ کرلیا اور ازبک بن بہلوان کو برائے نام بادشاہ بنا کے درحقیقت خود حکمرانی کرنے لگا۔

سنہ ۶۰۲ھ میں تاش تگین امیر خوزستان نے وفات پائی خلیفہ ناصر نے بجائے اسکے

اس کے داماد سنجر کو متعین فرمایا سنہ ۶۰۲ھ میں سنجر نے جبال ترکستان کا قصد کیا یہ جبال عظیم الشان فارس، عمان، اصفہان اور خوزستان کے درمیان واقع ہیں۔ اسکا والی ابوطاہر نامی ایک شخص تھا اس نے قشتمر نامی خلافت مآب کے ایک خادم کو پناہ دیدی تھی اور اپنی بیٹی سے اوسکا عقد بھی کر دیا تھا جو وزیر السلطنت کی چشم نمائی سے برداشتہ خاطر ہو کر جبال ترکستان چلا گیا تھا تھوڑے دنوں بعد ابوطاہر مرگیا اسوقت اہل ترکستان نے قشتمر کو حکومت کی کرسی پر بٹھایا اور یہ اونپر حکمرانی کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ اسکی خبر دربار خلافت تک پہونچی خلافت مآب نے سنجر والی خوزستان کو اسپر فوج کشی کرنے کا حکم دیا چنانچہ سنجر نے لشکر آراستہ کر کے جبال ترکستان پر حملہ کیا۔ قشتمر نے یہ خبر پاکے کہلا بھیجا "میں علم خلافت کا مطیع ہوں آپ مجھپر حملہ آور نہوں" سنجر نے کچھہ توجہ نہ کی۔ قشتمر نے مجبوری اطراف وجوانب سے فوجیں فراہم کر کے مقابلہ کیا لڑائی ہوئی اتفاق یہ کہ جیت قشتمر کے ہاتھہ رہا اور سنجر شکست کھاکے بھاگا۔ اس سے قشتمر کی جرأت اور قوت بڑھ گئی۔ ابن وکلا والی فارس اور ایدغمش والی اصفہان ورے وغیرہ سے خط وکتابت کر کے انکو اپنا ہم آہنگ بنالیا چنانچہ ابن وکلا اور ایدغمش خلیفہ ناصر کے مقابلہ میں قشتمر کے حامی ومددگار بنگئے اس سے قشتمر کی حالت کچھہ سے کچھہ ہوگئی۔

وزیر کی معزولی نصیر الدین ناصر مہدی علوی، رے کے بہت بڑے خاندان کا ایک نامور رئیس تھا جسوقت وزیر السلطنت موید الدین ابن قصاب نے رے پر قبضہ حاصل کیا تھا اسی زمانہ میں نصیر الدین رے سے دار الخلافت بغداد چلا آیا تھا خلافت مآب نے براہ قدر افزائی اسکو وزیر السلطنت کی نیابت عطا فرمائی۔ بعد چندے اسکو وزارت عطا کی اور اس کے بیٹے کو وزیر خزانہ مقرر کیا۔

نصیر الدین نے عہدۂ وزارت پاکے بحکمت عملی کل ارکین دولت کو دبالیا اور خلیفہ ناصر کے خدام کے ساتھہ سیج ادائی کرنے لگا مظفر الدین سنقر معروف بہ وجہ السبع امیر

حاجی سنہ ۶۰۳ھ میں حج کرنے کو جارہا تھا مقام مرخوم میں پہونچکے حاجیوں کا قافلہ چھوڑ کے شام چلا گیا اور دربار خلافت میں کہلا بھیجا "چونکہ وزیر السلطنت بہ حکمت عملی خدام خلافت کو دربار خلافت سے علیحدہ کیا چاہتا ہے اور اس ذریعہ سے درپردہ خلافت و حکومت پر قبضہ حاصل کرنے کی فکر کر رہا ہے اسوجہ سے یہ خادم تعمیل ارشاد سے معذور رہے" اس بناء پر خلیفہ ناصر نے وزیر السلطنت کو معزول کرکے خانہ نشین رہنے کا حکم دیا۔ اور کل مال و اسباب اُسکا اس کے پاس بھیجدیا۔ وزیر السلطنت نے مشہد میں جاکر قیام پذیر ہونے کی اجازت طلب کی۔ خلافت مآب نے اجازت دیدی اور یہ تحریر فرمایا " میں تمکو نہایت خوشی سے امان دیتا ہوں۔ میں نے تمکو کسی خطا و تقصیر کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ تمہارے مخالفوں اور دشمنوں کے کہنے سُننے سے یہ امر وقوع میں آیا تم اپنی جان بچانے کو جہاں چاہو جاکر قیام کرو" چنانچہ وزیر السلطنت نے خلافت مآب کے سایۂ عاطفت میں مخالفوں اور دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہنے کے خیال سے قیام کرنا پسند اور اختیار کیا۔

وزیر السلطنت کی معزولی کے بعد ہی مظفر الدین امیر حجاج اور قشتمر وغیرہ واپس آئے فخر الدین ابو البدر محمد بن احمد ابن امسینا واسطی بطور نائب وزیر وزارت کا کام انجام دینے لگا لیکن اسکو کسی قسم کا تحکم و غلبہ حاصل نہیں ہوا۔ اسی زمانہ میں ابو فراس نصر بن ناصر بن کی مداینی وزیر خزانہ نے بغداد میں وفات پائی بجائے اسکے ابو الفتوح مبارک بن عضد الدین ابو الفرج بن رئیس الرؤسا ماہ محرم سنہ ۶۰۴ھ میں متعین کیا گیا اور تھوڑے دنوں کے لئے بڑی قدر و منزلت ہوئی لیکن آخری سنہ مذکور میں بوجہ نالایقی معزول کیا گیا۔ اور ماہ ربیع الاول سنہ ۶۰۶ھ میں فخر الدین ابو البدر نیابت وزارت سے معزول ہوکر خانہ نشین کیا گیا بجائے اسکے مکین الدین محمد بن محمد بن بدر القمر کاتب الانشاء نائب وزیر مقرر ہوا موید الدین کا لقب دیا گیا۔

سنجر کی بغاوت

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ سنجر خادم خلیفہ ناصر کو بعد طاش تکین امیر الحاج کے خوزستان کی حکومت دیگئی تھی سنہ ۶۰۱ھ میں اسکی طرف سے خلافت مآب کو کشیدگی پیدا ہوئی۔ طلبی کا فرمان بھیجا۔ سنجر نے حاضری سے انکار کیا۔ خلافت مآب نے برہم ہوکر ایک لشکر بسر افسری موید الدین نائب وزیر اور عز الدین بن نجاح شرابی خواص خلیفہ، سنجر کی سرکوبی کو روانہ فرمایا۔ جسوقت شاہی لشکر خوزستان کے قریب پہونچا سنجر خوزستان چھوڑکر اتابک سعد بن دکلا والی فارس کے پاس چلا گیا۔ اتابک سعد نے اسکی بڑی آؤبھگت کی اور اسکی حمایت اور امداد پر آمادہ و مستعد ہوگیا اتنے میں شاہی لشکر ماہ ربیع الآخر سنہ مذکور میں خوزستان پہونچگیا اور سنجر کو واپسی اور علم خلافت کی اطاعت قبول کرنے کا پیام دیا۔ سنجر نے انکاری جواب دیا۔ تب شاہی لشکر بقصد اتابک سعد والی شیراز، ارجان کے طرف بڑھا خط وکتابت کا سلسلہ جاری تھا والی شیراز سنجر کے دینے اور سنجر کے واپس آنے سے انکار کر رہا تھا۔ ماہ شوال سنہ مذکور میں موکب ہمایوں نے شیراز کی جانب کوچ کیا۔ اتابک سعد نے موید الدین اور عز الدین کے پاس سنجر کی سفارش کا خط روانہ کیا اور امان دینے کی درخواست کی موید الدین اور عز الدین نے اتابک سعد کی درخواست اور سفارش منظور کر لی چنانچہ اتابک سعد نے سنجر کو معہ اسکے مال واسباب اور اہل وعیال کے موید الدین اور عز الدین کے حوالہ کر دیا۔ موید الدین اور عز الدین سنجر کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے ماہ محرم سنہ ۶۰۲ھ میں دار الخلافت بغداد کی جانب لوٹ کھڑے ہوئے چند دنوں کے بعد سنجر کو پابزنجیر دربار خلافت میں لاکے حاضر کیا۔ خلافت مآب نے اپنے دوسرے خادم یاقوت ناجی کو خوزستان پر مامور فرمایا۔ بعد اسکے ماہ صفر سنہ مذکور میں سنجر کو قید سے رہا کرکے خلعت عنایت کیا۔

منکلی اور ایدغمش

امراء پہلوانیہ میں سے ایدغمش کی دست درازی اور بلاد جبل ہمدان اصفہان، اور رے وغیرہ پر قابض ومتصرف ہوجانیکا واقعہ تم اوپر پڑھ آئے ہو

ان بلاد پر متصرف اور قابض ہو جانے سے ایدغمش کی قوت و حکومت بڑھ گئی آذربیجان اور ارانیہ کیطرف قدم بڑھایا۔ اسکے ہمراہی ازبک بن بہلوان نے آگے بڑھ کے ان شہروں پر محاصرہ ڈالا۔ اسی اثنا میں امراء بہلوانیہ سے ایک دوسرا امیر منکلی نامی سنہ ۶۰۸ھ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور حکومت و سلطنت کے حاصل کرنے کی غرض سے ایدغمش سے لڑ پڑا افواج بہلوانیہ نے اسکی بڑھتی ہوئی قوت کو براے العین دیکھ کے اطاعت و انقیاد کی گردنیں جھکا دیں جس سے منکلی نے ان کل صوبجات پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا شمس الدین ایدغمش منکلی کا مقابلہ نکرسکا دارالخلافت بغداد بھاگ گیا۔ خلیفہ ناصر نے ارکین دولت کو ایدغمش کے استقبال کا حکم دیا۔ پس یہ دن بڑے چہل پہل کا تھا۔

منکلی کو ایدغمش کے بغداد چلے جانے سے خطرہ پیدا ہوا اپنے بیٹے محمد کو چند امراء لشکر کے ساتھ بطور وفد دارالخلافت بغداد روانہ کیا۔ ہر طبقہ کے آدمی ملنے کو آئے۔

اس وفد کے پہونچنے سے پیشتر خلیفہ ناصر نے ایدغمش کی امداد کا وعدہ کر لیا تھا چنانچہ ماہ جمادی الثانی سنہ ۶۱۰ھ میں ایک فوج عنایت کی ایدغمش دربار خلافت سے رخصت ہوکے ہمدان کیجانب روانہ ہوا رفتہ رفتہ سلیمان ابن برجم ترکمانی ایوبی کے ملک میں پہنچا۔ خلافت مآب نے اسکو کسیوجہ سے اسکی قوم کی سرداری سے معزول کرکے اسکے چھوٹے بھائی کو مامور کیا تھا۔ سلیمان نے منکلی کو ایدغمش کے آنیکی خبر کر دی۔ منکلی نے ایک فوج ایدغمش کی گرفتاری کو متعین کی۔ اس فوج نے ایدغمش کو گرفتار کرکے سر اوتار لیا۔ سارا لشکر منتشر و متفرق ہو گیا خلافت مآب کو اسکی خبر لگی۔ ازبک بن بہلوان والی آذربیجان و ارانیہ کو منکلی کی سرکوبی کو لکھا حالانکہ اس سے خلافت مآب کو بیحد ناراضی تھی۔ جلال الدین والی قلعات اسماعیلیہ (بلاد عجم) کو ازبک کی امداد کی تاکید کی اور یہ تحریر فرمایا کہ بعد کامیابی کے بلاد جبل کو باہم تقسیم کر لینا۔ اس انتظام پر بھی جب اسکی تشفی نہوئی تو موصل، جزیرہ اور بغداد سے شاہی لشکر کو فراہم کرکے اپنے خادم مظفر الدین وجہ السبع کو کمان افسر بناکے منکلی کی سرکوبی کو

روانہ فرمایا اور مظفر الدین کوکبری بن زین الدین کوچک والی صوبہ اربل اور شہرزور کو معہ ان کے لشکر کے منکلی کے مقابلہ پر داشت کو لکھ بھیجا اور یہ تحریر کیا کہ جب یہ سب فوجیں فراہم ہوجائیں تو اسکا کمان تم اپنے ہاتھ میں لینا پس جب یہ لشکر ان کے قریب پہونچا منکلی پہاڑ پر بھاگ گیا جو کرج سے ملا ہوا تھا۔ شاہی لشکر نے اس پہاڑ کو جاکر گھیر لیا۔ مدتوں حصار کا سلسلہ قائم رہا۔ ایک روز منکلی نے پہاڑ سے اوتر کر ازبک کے لشکر پر حملہ کیا۔ اتفاق یہ کہ اس لڑائی میں ازبک کو ہزیمت ہوئی۔ میدان جنگ سے اپنے کیمپ میں بھاگ آیا۔ دوسرے دن منکلی کو فتحیابی کی پھر طمع دامنگیر ہوئی فوج کو طیاری کا حکم دیکے پھر دھاوا کر دیا گھمسان لڑائی ہوئی۔ شاہی فوجوں نے ہر چہار طرف سے جنگ چھیڑ دی۔ آخر کار منکلی شکست کھا کے بھاگا سارا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ شاہی لشکر نے اسکے کل شہروں پر قبضہ کر لیا۔ جلال الدین والی قلعات اسماعیلیہ نے حسب قرارداد سابق منکلی کے مقبوضات کا حصہ بخرہ کر لیا۔ جو باقی رہا اسپر ازبک بن پہلوان قابض و متصرف ہوا۔ فوجیں اپنے اپنے شہروں کی طرف کوٹیں اور منکلی بھاگتا ہوا ساوہ پہونچا شحنہ ساوہ نے گرفتار کرکے سر اوتار لیا۔ ازبک نے اس سر کو نامہ بشارت فتح کے ساتھ دار الخلافت بغداد بھیجدیا۔ یہ واقعہ ماہ جمادی الثانی ۶۱۲ھ کا ہے

ولیعہد کا انتقال خلیفہ ناصر کا ایک چھوٹا لڑکا تھا جسکا نام علی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ خلیفہ ناصر کو اس سے بہ نسبت اور لڑکوں کے محبت زیادہ تھی۔ اسی باعث سے اپنے بڑے لڑکے کو ولیعہدی سے معزول کرکے اسکو اپنا ولیعہد بنایا تھا اتفاق یہ کہ بیسویں ماہ ذی القعدہ ۶۱۲ھ میں اسکا انتقال ہوگیا خلافت مآب کو اسکی وفات سے اسدرجہ صدمہ و رنج ہوا کہ جسکا پایاں نہیں، عام اور خاص اسکی ناگہانی اور غیر متوقع موت سے مغموم اور ملول ہوئے۔ مرحوم نے وقت وفات دو لڑکے یادگار چھوڑے تھے۔ ایک کا لقب موید تھا اور دوسرے کا موفق۔ خلیفہ ناصر نے ان دونوں کو ماہ محرم ۶۱۳ھ میں ایک عظیم لشکر کے ساتھ تستر و متعلقات خوزستان کیطرف سند امارت عطا فرما کے روانہ کیا اور موید الدین نائب وزیر اور عز الدین

شرابی کو اتالیقی اور نگرانی کی غرض سے ساتھ کر دیا۔ ایک مدت تک یہ لوگ وہاں مقیم رہے بعد ازاں بموفق سعد نائب وزیر اور شرابی کے ربیع الآخر سنہ مذکور میں بغداد واپس آیا اور سوید تشتر ہی میں مقیم رہا۔

خوارزم شاہ کا بلاد جبل پر قبضہ

قبل اسکے اغلمش نے بزور تیغ و حکمت عملی بلاد جبل پر قبضہ حاصل کر لیا تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور اسکی مدبرانہ چالوں سے اسکے قدم استقلال اور استحکام کے ساتھ حکومت و سلطنت کے زینہ پر جم گئے تھے۔ بعد اسکے ۶۱۱ھ میں فرقہ باطنیہ میں سے کسی شخص نے اسکو قتل کر ڈالا خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن تکش جانشین سلاطین سلجوقیہ کو جو صوبہ خراسان و ماوراء النہر پر مستولی ہو رہا تھا ان بلاد پر قبضہ کرنے کا شوق چرایا۔ لشکر آراستہ کر کے ادھر اسنے فوج کشی کر دی۔ ادھر اتابک سعد بن وکلا والی فارس کو بھی اغلمش کے قتل کیے جانے پر یہی طمع دامنگیر ہوئی۔ فوجیں فراہم کر کے اصفہان پر چڑھ آیا۔ اہل اصفہان نے اطاعت قبول کر لی۔ اتابک سعد اصفہان پر قبضہ کر کے آگے بڑھا اسوقت تک اسکو خوارزم شاہ کی ہزیمت اور آمد کی خبر نہ تھی۔ مقام رے میں ایک دوسرے سے گتھ گیا۔ ایک سخت خونریز جنگ کے بعد اتابک کو ہزیمت ہوئی خوارزم شاہ نے اسکو گرفتار کر لیا۔ بعدہ ساوہ کی جانب بڑھا اور اسپر بھی کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر کے قزوین، زنجان اور ابہر پر قبضہ کرتا ہوا ہمدان پہونچا۔ اہل ہمدان نے گردن اطاعت جھکا دی۔ تب اصفہان کا رخ کیا اور اسپر بھی بلاجدال و قتال قابض و مستولی ہو کے قم اور قاشان کو بھی لے لیا۔ والی آذربیجان اور ارانیہ نے بغیر تحریک کے دیکر اطاعت قبول کر لی اور اسکے نام کا خطبہ پڑھنے لگے۔ اب اسکے حوصلے بڑھ گئے تھے دار الخلافت میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانیکا نامہ و پیام کر رہا تھا مگر دربار خلافت سے برابر انکاری جواب آرہا تھا۔ خوارزم شاہ کو طیش آگیا دار الخلافت پر حملہ کرنیکا قصد کر لیا۔ چنانچہ ایک امیر کو حلوان کی سند امارت عطا کر کے پندرہ ہزار سوار کی جمعیت سے بغداد کیطرف بڑھنے کا حکم دیا۔ بعد اسکے دوسرے امیر کو اسکے بعد ہی روانہ کیا۔ جوں ہی

یہ لوگ ہمدان سے روانہ ہوئے اسقدر برف پڑا کہ تقریباً ساری فوج ہلاک ہوگئی۔ جو باقی رہگئے انکو بنو برجم (ترکی) اور بنو سکار (اکراد) نے لوٹ مار کر پائمال کردیا۔ معدودے چند جان بچا کے خوارزم شاہ کے پاس واپس آئے۔ خوارزم شاہ نے اس سے بدفالی لی اور خراسان کی جانب واپسی کا حکم دیا۔ ہمدان پر طالبیوں کو مامور کرکے ان کل شہروں کی امارت اپنے بیٹے رکن الدین کو دی عماد الملک ساوی کو اسکی دولت وحکومت کا ناظم اور متولی بنایا اور اپنے ممالک مقبوضہ سے خلیفہ ناصر کا خطبہ موقوف کرکے ۶۱۵ھ میں خراسان کی طرف لوٹ کھڑا ہوا۔

بنی معروف کی جلاء وطنی

بنی معروف قبیلہ ربیعہ سے تھے انکا سردار معلی نامی ایک شخص تھا۔ جنگل جھاڑیوں کے قریب بطائح فرات میں یہ لوگ رہتے تھے۔ جب انکا ظلم فساد اور دن دہاڑے لوٹ لینا حد سے متجاوز ہوگیا اور قافلہ کے قافلہ لٹ جانے لگے تو متعدد شہروں کے باشندوں نے دربار خلافت میں شکایت کی، دربار خلافت سے شریف سعد والی واسط کے نام ان لوگوں کی سرکوبی اور جلاء وطن کرنے کا حکم آیا چنانچہ شریف سعد نے تکریت، ہیت، حدیثہ، انبار، حلہ، کوفہ، واسط اور بصرہ سے فوجیں فراہم کرکے بنی معروف پر چڑھائی کردی اور انکو نہایت تیزی سے ہزیمت دیکے پامال کردیا۔ کچھ قتل کرڈالے گئے کچھ قید کرلئے گئے اور کچھ دریا میں ڈبا دیئے گئے جو اس عالمگیر پامالی سے باقی رہ گئے وہ جلاء وطن کردیئے گئے۔ اور مقتولوں کے سر ماہ ذی القعدہ ۶۱۶ھ میں بغداد بھیجدیئے گئے۔

تاتاریوں کا خروج

تاتاری ترکوں میں سے ہیں ۶۱۶ھ میں اس گروہ نے بلاد اسلامیہ کیجانب خروج کیا۔ سرزمین چین میں طمغاج کے پہاڑوں پر یہ گروہ رہتا تھا۔ جو بلاد ترکستان سے چھ مہینے کی مسافت پر واقع ہے اسکے بادشاہ کا نام چنگیز خاں تھا جو ترکوں کے قبیلہ تمرجی سے تھا اسنے بلاد ترکستان اور ماوراء النہر پر فوج کشی کی اور اسکو خطا کے قبضہ سے نکال کے خود قابض اور متصرف ہوگیا بعد ازاں خوارزم شاہ سے جا بھڑا تاآنکہ اسکو زیر کرکے اسکے مقبوضہ شہروں صوبہ خراسان اور بلاد جبل پر بھی قبضہ حاصل کرلیا۔ بعد ازاں ...یکجانب بڑھا

اور اسپر بھی قبضہ کرکے شروان، لان اور رلکزکے شہروں کی جانب رخ کیا اور مختلف گروہوں پر مستولی ہوکے بلاد قفچاق کو بھی لے لیا۔ انہیں تاتاریوں کا ایک گروہ غزنی اور اُن شہروں کیطرف نکل گیا جو ہندوستان، سجستان اور کرمان سے ملحق ومتصل تھے چنانچہ ایک ہی سال کے اندر یا کچھ زاید زمانہ میں تاتاری دنیا کے اِس سرے سے اُس سرے تک کے مالک بن بیٹھے۔ خونریزی، لوٹ، اور غارتگری کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ ظلم وستم ان کے ہاتھوں سے وقوع میں آئے کہ جن سے عالم کے کان سلف سے اسوقت تک آشنا نہیں ہوئے۔

خوارزم شاہ نے ان تاتاریوں سے شکست کھا کے طبرستان کے ایک جزیرہ میں جا کے دم لیا اور وہیں ۶۱۷ھ میں اپنی حکومت کے اکیسویں برس جان بحق تسلیم کر دی۔

خوارزم شاہ کی ہزیمت کے بعد اسکے بیٹے جلال الدین کو تاتاریوں نے غزنی میں شکست دی چنگیز خاں دریاے سندھ تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ جلال الدین دریاے سندھ کو عبور کرکے ہندوستان میں داخل ہو گیا اور بہزار خرابی انکے پنجۂ غضب سے بچ گیا ایک مدت تک ہندوستان میں ٹھہرا رہا بعد ازاں ۶۲۲ھ میں خوزستان اور عراق کی جانب معاودت کی آذربیجان اور ارمینیہ پر قابض ہو گیا تا آنکہ اسکو مظفر نے قتل کر ڈالا جیسا کہ ہم ان واقعات کو بنی مظفر اور بنی خوارزم شاہ کے حالات میں جداگانہ یا دونوں حکومتوں میں مکرر بیان کرینگے۔ پس وہ مقام ان واقعات کے تفصیل کا ہوگا واللہ الموفق بمنہ وکرمہ۔

الظاہر بامر اللہ کی خلافت

آخری ماہ رمضان ۶۲۲ھ میں اپنی خلافت کے سینتالیسویں برس خلیفہ ابو العباس احمد الناصر لدین اللہ بن خلیفہ مستضی نے وفات پائی۔ موت سے تین برس پہلے نقل وحرکت سے مجبور ہو گیا تھا۔ ایک آنکھ جاتی رہی تھی۔ دوسری آنکھ کی بصارت کمزور ہو گئی تھی۔ کاروبار اور لہو ولعب میں اسکی حالتیں مختلف تھیں ذی علم اور صاحب فنون مختلفہ تھا۔ متعدد فنون میں اسکی تالیفات ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی نے تاتاریوں کو قبضہ عراق پر آمادہ کیا تھا وجہ یہ تھی کہ اس سے اور خوارزم شاہ

سے اُن بَن ہو گئی تھی اور آئے دن منازعت ہو رہی تھی۔

خلیفہ ناصر اکثر لہو لعب میں مصروف رہتا۔ کسی وقت غلّہ لگایا کرتا اور کبھی کبوتر بازی میں مشغول رہتا۔ کپڑے اس قسم کے پہنتا تھا جس قسم کے بغداد کے لُچّے پہنا کرتے تھے اور اُس قسم کے کپڑوں کے پہننے کی عام طور سے ممانعت تھی مگر یہ کہ اسکی اجازت اُس سے حاصل کیجاتی۔ یہ سب اس امر کی دلیل ہے کہ سلطنت و حکومت، عالی دماغ، عالی حوصلہ، صاحب تدبیر اور ذی ہوش آدمیوں سے خالی تھی اور یہی امر دولت و سلطنت کے ضعیف اور بگڑ رہنے کا باعث ہوتا ہے۔

خلیفہ ناصر کے مرنے پر اسکے بیٹے ابونصر کی خلافت کی بیعت لیگئی اور "الظاہر بامر اللہ" کا لقب دیا گیا۔ پہلے اسکو ۵۸۵ھ میں خلیفہ ناصر نے اپنا ولیعہد بنایا تھا بعد ازاں ولیعہدی سے اسکو معزول کر کے بوجہ میلان طبیعت اسکے چھوٹے بھائی ابوالحسن علی کی ولیعہدی کا اعلان کیا اتفاق یہ کہ ۶۱۲ھ میں اُسکا انتقال ہو گیا تب خلیفہ ناصر نے مجبوراً ابونصر کو پھر اپنا ولیعہد بنایا۔

خلیفہ ظاہر نے تکمیل بیعت کے بعد عدل و انصاف سے اُس حد تک کام لیا کہ جس حد تک اُسکے شایان شان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جس سال خلیفہ ظاہر سریر خلافت پر متمکن ہوا تھا اس سال کی شب عید میں ایک لاکھ دینار علماء کو دیئے تھے۔

مستنصر کی خلافت

اس چہل پہل کے نو مہینہ پندرہ یوم بعد خلیفہ ظاہر ابونصر محمد نے پندرہویں رجب ۶۲۳ھ کو وفات پائی۔ اسکا رویہ نہایت سیدھا اور سادا تھا اسکے عدل و انصاف اور اسکی داد و دہش کے تذکرے اسوقت تک عوام اور خواص کے زبان پر جاری ہیں۔ روایت کیجاتی ہے کہ اس نے قبل وفات بخط خاص ایک فرمان وزیر کو لکھا تھا جو ارکین دولت کے روبرو پڑھا گیا۔ وزیر السلطنت نے اس فرمان کے پڑھنے اور ارکین دولت کو سنانے کی غرض سے ایک جلسہ کیا۔ خلافت مآب کے قاصد نے کھڑے ہو کے کہا "امیر المومنین فرماتے ہیں کہ ہماری غرض یہ نہیں ہے کہ صرف اس قدر کہنے پر اکتفا کیجائے کہ دربار خلافت سے یہ فرمان آیا ہے یا یہ حکم صادر ہوا ہے بعد اس کے

اسکا کوئی اثر کہیں محسوس نہ ہو بلکہ اس زبانی گپ شپ کو تم چھوڑ دو اور اسپر عملدرآمد کرو۔ قاصد اس قدر کہہ کے خاموش ہو گیا۔ فرمان کھولا گیا تو اسمیں بعد بسم اللہ کے لکھا ہوا تھا۔

آگاہ ہو جاؤ کہ ہماری یہ تاخیر مہل اور بیکار نہیں ہے۔ اور نہ ہماری یہ چشم پوشی غفلت پر مبنی ہے بلکہ ہم تملوگوں کو جانتے ہیں کہ تم لوگوں میں سے کون شخص اچھا کار گزار ہے اس سے پیشتر ویرانی ملک، بربادی رعایا، تخریب شریعت کی کارروائیاں جو تم سے ظہور پذیر ہو چکی ہیں اور نیز براہ مکر و فریب جو جھوٹی باتوں کو سچائی کے لباس میں ظاہر کیا کرتے تھے اور بیخ کنی و ہلاکت رعایا کو حق رسی و دادرسی سے تعبیر کرتے تھے ہم نے ان سب تمہارے افعال ذمیمہ و حرکات قبیحہ سے درگزر کیا۔ افسوس ہے کہ تم نے اس فرصت کے وقت کو مغتنمات سے شمار کر کے خوفناک اور مہیب شیر کے پنجوں اور دانتوں کی طرح سے خلق اللہ کو چیر پھاڑ ڈالا تملوگ ایک ہی بات کو با لفاظ مختلفہ کہا کرتے ہو حالانکہ تم علم خلافت کے امین اور معتمد علیہ ہو۔ تملوگ اپنی خواہشات کیطرف خلافت مآب کی رائے کو مائل کر لیتے ہو اور حق و باطل کو ملا جلا دیتے ہو اس سے مجبوری تمہاری رائے سے موافقت کیجاتی ہے۔ بظاہر مطیع اور فرماں بردار ہو لیکن حقیقت میں تم حد درجہ کے نافرمان اور متمرد ہو۔ صورۃً موافقت کا پیرایہ اختیار کرتے ہو اور حقیقۃً پورے پورے مخالف اور سرکش ہو۔ الحمد للہ کہ اب اللہ سبحانہٗ نے تمہارے خوف کو امن سے محتاجی کو غنا سے اور باطل کو حق سے تبدیل کر دیا اور ایک ایسا فرمانبردار تمکو عنایت کیا ہے جو تمہارے عذرات کو قبول کریگا اور اسی شخص سے مواخذہ اور انتقام لیگا جو اپنی خطاؤں پر مصر ہو گا اور اپنی حرکات نامعقول سے باز نہ آتا ہو گا۔ امیر المومنین تمکو عدل و انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں انکا یہی مقصود ہے کہ تم لوگ ہمیشہ عدل و انصاف کرتے رہو اور ظلم و بیجا کارروائی سے احتراز کرتے رہو امیر المومنین کو ظلم و ستم بیحد ناگوار اور ناپسند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے اور اسکی ناراضی سے امیر المومنین خائف و ترساں ہیں۔ امید کیجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنی اطاعت کی ترغیب و توفیق دیگا

پس اگر تم نے وہ راستہ اختیار کیا جو ملک خدا میں اس کے نائبوں اور امینوں کا ہے تو نور علیٰ نور ہو ورنہ یاد رکھو کہ ہلاک و تباہ ہو جاؤ گے والسلام"

بعد وفات خلیفہ ظاہر اس کے بیٹے ابو جعفر مستنصر کی خلافت کی بیعت لی گئی۔ اس نے بھی اپنے مرحوم باپ کا رویہ اختیار کیا مگر یہ کہ اسکے عہد خلافت میں شیرازہ حکومت درہم برہم ہو گیا تھا خراج کم کیا تقریباً معدوم ہو گیا تھا۔ صوبجات بٹ چھٹ گئے تھے ان وجوہات سے لشکریوں کی تنخواہیں ادا نہیں ہو سکتی تھیں اور نہ اسکے وظائف دیئے جاتے تھے مجبوراً لشکر کا حصہ کثیر موقوف اور تخفیف کر دیا گیا جس سے بہت تغیرات وقوع میں آئے اسیکے زمانہ میں محمد بن یوسف بن ہود نے دعوت عباسیہ کا اندلس میں آخری زمانہ حکومت موحدین میں اعادہ کیا تھا۔ یہ واقعہ ۶۲۹ھ کا ہے جیسا کہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کیا جائیگا اسی کے آخری دور حکومت میں تاتاریوں نے بلاد روم کو غیاث الدین کیخسرو آخری بادشاہ بنی قلج ارسلان کے قبضہ سے نکال لیا تھا اور بعد اسکے بلاد ارمینیہ کے تاخت و تاراج کرنیکو بڑھے اور اسپر قبضہ کر لیا۔ بعد اس واقعہ کے غیاث الدین نے تاتاریوں سے امن طلب کی انہوں نے اپنی طرف سے بلاد روم پر اسکو مقرر کیا چنانچہ یہ انکی ماتحتی واطاعت میں بلاد روم پر حکومت کرنے لگا جیسا کہ ان کے حالات کے ضمن میں یہ واقعات تحریر کیئے جائینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

مستعصم کی خلافت

خلیفہ مستنصر دارالخلافت بغداد میں انہیں بلاد پر حکمرانی کر رہا تھا جو گورنران صوبجات اور اطراف وجوانب کے والیان ملک کے دستبرد اور قبضہ و تصرف سے بچ رہے تھے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں بعد چندے اس نظام میں بھی خلل واقع ہوا تاتاریوں نے کل بلاد اسلامیہ پر قبضہ حاصل کر لیا اور گورنران صوبجات اسلامیہ اور اطراف وجوانب کے والیان ملک کو زیر کرکے انکی دولتوں اور حکومتوں کا نام صفحۂ ہستی سے محو کرکے دارالخلافت بغداد کو تاخت و تاراج کرنے کی غرض سے بڑھے اتنے میں خلیفہ مستنصر ۶۴۱ھ میں اپنی خلافت کا سولہواں سال پورا کرکے انتقال کر گیا

اسکا بیٹا عبداللہ سریر خلافت پر متمکن ہوا۔ وہ "المستعصم باللہ" کا لقب اختیار کیا۔ فقیہہ
اور محدث تھا موید الدین ابن علقمی رافضی اسکا وزیر تھا۔ اسکی ناقابلیت سے دار الخلافت
بغداد میں شیعہ، اہل سنت و جماعت، حنابلہ اور کل اہل مذاہب میں آئے دن جھگڑے
ہوتے رہتے تھے اوباشوں، جرائم پیشوں اور مفسدہ پردازوں میں جب دیکھو تب ایک نہ
ایک فساد برپا رہتا تھا کوئی فتنہ و فساد مابین ملوک اور اراکین دولت ایسا نہیں ہوتا تھا
جسمیں وہ لوگ حصہ نہ لیتے رہے ہوں۔ حکومت و سلطنت کا رعب دلوں سے اوٹھ گیا تھا۔
آمدنی بالکل مسدود ہو گئی تھی۔ خلیفہ مستعصم کی خود نہایت تنگی سے بسر ہو رہی تھی افسران
فوج کو تخفیف کر دیا تھا۔ باقی ماندہ کی تنخواہیں یوں ادا کیجاتی تھیں کہ کبھی کوئی چیز فروخت
کر دی اور کبھی انکو کسی بازار کا محصول وصول کر لینے کو کہہ دیا۔ غرض امرا لشکر اور نیز خلافت
مآب کی بدقت اوقات گزاری ہوتی تھی۔ اتفاق سے انہیں دنوں دار الخلافت بغداد میں
آتش فساد مشتعل ہو گئی۔ شیعہ اور سنی باہم گتھ گئے۔ شیعوں کا مسکن غربی بغداد مقام کرخ
میں تھا اور وزیر ابن علقمی اسی گروہ کا ایک ممبر تھا ان لوگوں نے اہل سنت و جماعت پر ظلم و
تعدی کی، خلیفہ مستعصم نے اپنے بیٹے ابوبکر اور رکن الدین دوادار کو شیعوں کی سرکوبی کو روانہ
کیا اور باغیان کرخ کے مکانات لوٹ لینے کا حکم دیا اس معاملہ میں خلافت مآب نے وزیر
ابن علقمی کا کچھ لحاظ و پاس نہ کیا ابن علقمی کو یہ امر ناگوار گزرا۔ موقع اور وقت کا انتظار کرنے
لگا۔ آہستہ آہستہ بحکمت عملی لشکر کے بہت بڑے حصہ کو موقوف کر دیا اور خلافت مآب پر یہ ظاہر
کیا کہ یہ فوجیں تاتاریوں کے مقابلہ پر بھیجی گئی ہیں۔ اور علاوہ اسکے دار الخلافت بغداد میں
رہنے سے ادائیگی تنخواہ میں بھی دقت ہوتی ہے۔ ۶۵۴ھ میں ہلاکو بادشاہ تاتار نے عراق پر
فوج کشی کی رستہ، اصفہان اور ہمدان کو فتح کرتا ہوا قلعجات اسماعیلیہ پر دھاوا کیا ۶۵۵ھ
میں قلعہ موت پر چڑھائی کی اثنا راہ میں ابن صلایا والی اربل کا خط ملا جسمیں ابن علقمی وزیر خلیفہ
مستعصم کا خط بھی ملفوف تھا۔ ابن علقمی نے بذریعہ اس خط کے چنگیز خاں ہلاکو کو دار الخلافت

بغداد پر حملہ کرنے کی ترغیب دی تھی چنانچہ ہلاکو نے بلاد اسماعیلیہ سے مراجعت کر کے بغداد کا قصد کیا اور امراء تاتاریہ کو ہر چہار طرف سے بغداد پر حملہ کرنے کی غرض سے بلا بھیجا۔ وہ لوگ بھی بطور مقدمۃ الجیش کے بلاد روم کی طرف سے آنے لگے۔ جس وقت بغداد کے قریب تاتاری لشکر پہونچا۔ ایبک دوادار مقابلہ پر آیا پہلے حملہ میں تاتاری لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ تاتاریوں نے دوبارہ حملہ کیا اس حملہ میں میدان جنگ تاتاریوں کے ہاتھ رہا عساکر اسلامیہ نے بغداد کیجانب معاودت کی مگر انکے آنے سے پیشتر تاتاریوں نے بغداد کا راستہ روک لیا تھا یا یہ کہ دجلہ کے باندھ ٹوٹ جانے سے بغداد کے ارد گرد پانی پھیل گیا تھا جس سے لشکر اسلام بغداد میں داخل نہ ہوسکا تاتاریوں نے تعاقب کر کے جی کھول کے پامال کیا۔ دوادار مارا گیا۔ اور امراء جو اسکے ہمرکاب تھے وہ قید کر لئے گئے۔ ہلاکو نے بغداد میں پڑاؤ کر دیا وزیر ابن علقمی شہر سے نکل کے ہلاکو کے پاس آیا اپنی ذات خاص کی امن حاصل کی اور واپس جاکے خلافت مآب سے یہ ظاہر کیا کہ میں نے آپ کے لئے بھی امن حاصل کر لی ہے آپ ہلاکو کے پاس چلئے وہ آپ کو بدستور خلافت وحکومت پر قائم رکھے گا جیسا کہ بلاد روم میں بادشاہ روم کو قائم رکھا تھا۔ چنانچہ خلیفہ مستعصم معہ فقہاء قضاۃ او امراء کے بین روایت کے ہلاکو کے پاس گیا۔ ہلاکو نے ان لوگوں کو گرفتار کر کے اسیوقت قتل کر ڈالا بعد ازاں خلیفہ مستعصم کو بوریا میں لپیٹ کر ہاتھی کے پاؤں میں باندھ دیا گھسٹ کر مرگیا ابن علقمی نے اسکی نعش کو پاؤں سے کچلا اس زعم سے کہ میں اہل بیت رسالت کے خون کا بدلہ لے رہا ہوں۔ یہ واقعہ ۶۵۶ھ کا ہے۔

بعد اسکے ہلاکو سوار ہو کے بغداد میں داخل ہوا عام خونریزی کا حکم دیدیا ایک مدت تک غارتگری اور قتل عام کا بازار گرم رہا۔ عورتیں اور لڑکے سروں پر قرآن لئے ہوئے گھروں سے واویلا و امصیبتاہ کا شور مچاتے ہوئے نکلے۔ جنکو لشکریوں نے بات کی بات میں صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس دن ہلاکو بغداد میں داخل ہوا تھا ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان مارے گئے تھے۔ تاتاریوں نے قصور (محلسرایہائے) خلافت اور خزانوں پر

قبضہ کر لیا اسقدر مال واسباب لوٹا گیا کہ احاطہ تحریر اور شمار سے باہر ہے۔ علمی ذخایر جو شاہی کتب خانہ میں تھے دجلہ میں پھینک دیئے گئے یہ ایسی زیادتی ہوئی جو احاطہ تحریر میں نہیں آسکتا اگرچہ اور قوموں کا یہ زعم ہے کہ یہ اُسکی بعینہ نظیر ہے جو مسلمانوں نے شروع زمانہ فتوحات میں اہل فارس کے علوم اور کتابوں کے ساتھ کیا تھا۔ غرض اس عام خونریزی سے ہلاکو نے فارغ ہوکے شاہی محلسراؤں میں آگ لگا دینے کا قصد کیا لیکن اسکے اراکین دولت نے اس سے مخالفت کی۔

فتح اور پامالی بغداد کے بعد ہلاکو نے میافارقین کے محاصرہ کو فوجیں روانہ کیں۔ دو برس کے محاصرہ کے بعد بزور تیغ مفتوح ہوا۔ اُس کے کل حامی اور مددگار مار ڈالے گئے اندنوں بنی ایوبیہ میں سے ملک ناصرالدین محمد بن شہاب الدین غازی بن الملک العادل ابوبکر بن ایوب اس شہر کا حاکم تھا۔ والی موصل اس خوفناک منظر کو دیکھ کے ڈر گیا۔ ہدایا اور تحایف ہلاکو کے دربار میں بھیجے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا چنانچہ ہلاکو نے اسکو بحال رکھا۔ مہم میافارقین کے سر ہوتے پر اربل کیطرف ہلاکو نے لشکر روانہ کیا اہل اربل نے قلعہ بندی کر لی چند روز محاصرہ کر کے تاتاری لشکر بے نیل مرام واپس آیا بعد اسکے والی اربل ابن صلایہ ہلاکو سے ملنے آیا ہلاکو نے اسکو قتل کر ڈالا۔ جزیرہ، دیار بکر اور دیار ربیعہ پہ مستولی اور قابض ہوگیا اسیطرح رفتہ رفتہ تھوڑے دنوں میں شام کی حکومتیں کمزور ہوگئیں اور ہلاکو نے موقع پاکے ہر چہار طرف سے اسپر فوج کشی کر دی۔ جیساکہ آئندہ تم پڑھو گے۔

ہلاکو کی فتحیابی سے خلافت اسلامیہ کی حکومت جو دارالخلافت بغداد میں بنی عباس کے قبضہ اقتدار میں تھی منقرض اور معدوم ہوگئی پھر اس رسم قدیم کو ملوک ترک نے ان خلفاء کے ذریعہ سے دوسرے مقام پر قائم و زندہ کیا جنکو انہوں نے پہلے خلفاء کے اعقاب سے منصوب اور متمکن کیا تھا۔ جنکی ایک زمانہ تک حکومت سلسل طور سے جاری رہی جیساکہ ابھی ہم بیان کرنے والے ہیں۔

تعجب ہے کہ یعقوب بن اسحاق کندی فیلسوف عرب زمانہ ظہور ملت اسلامیہ عربیہ کے ضمن میں بیان کرتا ہے کہ عرب کی حکومت چھ سو ساٹھ سال میں منقرض اور ناپدید ہوئی ہے حالانکہ دولت بنی عباس جس نے ذرے کہ سفاح کی خلافت کی بیعت ۱۳۲ھ میں ہوئی تھی زمانہ قتل مستعصم تک جو کہ ۶۵۶ھ میں وقوع پذیر ہوا ہے پانچسو چوبیس سال قائم رہی اور ان کے سینتیس خلیفوں نے بغداد میں خلافت کی واللہ وارث الارض ومن علیہا وھو خیر الوارثین۔۔

شجرہ نسب و اسماء خلفاء عباسیہ جنہوں نے بغداد میں خلافت کی

احبار خلفاء عباسیہ جنہوں نے بعد انقراض خلافت بغداد مصر میں خلافت کی

جسوقت خلیفہ مستعصم تاتاریوں کے ظلم وستم کا شکار ہوگیا اور انہوں نے ممالک اسلامیہ پر قبضہ وتصرف حاصل کرلیا اُسوقت مسلمانوں کی جماعت متفرق ہوگئی شیرازہ خلافت درہم برہم ہوگیا۔ ممبران خاندان خلافت محلسرائے خلافت سے نکلکے اِدھر اُدھر نکل بھاگے انلوگوں میں سے جو سب سے بڑا تھا اُس نے مصر میں جاکے دم لیا وہ کون تھا؟ احمد بن خلیفہ ظاہر، شہید خلیفہ مستعصم کا چچا، مرحوم خلیفہ مستنصر کا بھائی، اسوقت مصر کی زمام حکومت الملک الظاہر کے قبضہ اقتدار میں تھی جو لبعہنی ایوب کے مصر و قاہرہ میں ترکوں کا تیسرا بادشاہ تھا۔ الملک الظاہر یہ خبر پاکے کہ خاندان خلافت کا ایک نامور ممبر احمد نامی حُسن اتفاق سے مصر آیا ہوا ہے سرو قد تعظیم کرنے کو اُٹھ کھڑا ہوا۔ ارادتمندانہ ملا۔ تشریف آوری کی خوشی میں شہر کو چراغان کرایا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۶۵۹ھ کا ہے۔

احمد کے مصر میں رونق افروز ہونے کے بعد الملک الظاہر نے قلعہ بیرون میں دربار عام کیا ارکان دولت رؤساء ملک وملت حسب مراتب حاضر ہوئے۔ قاضی القضاۃ تاج الدین بن بنت الاعز بھی موجود تھا۔ اسنے اُن عربوں کی شہادت سے احمد کا خاندان خلافت سے ہونا ثابت کیا جو اسکے ہمراہ آئے ہوئے تھے اگرچہ احمد کوئی غیر مشہور شخص نہ تھا تاہم ضابطہ کا تکملہ کیا گیا۔ پہلے الملک الظاہر نے احمد کی خلافت کی بیعت کی بعد ازاں حاضرین دربار یکے بعد دیگرے بیعت کرتے گئے کمال خوشی ومسرت سے احمد کو خلافت اسلامیہ کے فرائض منصبی ادا کرنے کو منصوب کیا اور "المستنصر باللہ" کا مبارک لقب دیا۔ ممبروں پر اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا سکہ مسکوک ہوا اور گشتی شاہی فرمان الملک الظاہر کے ممالک مقبوضہ میں خلیفہ مستنصر کی بیعت لینے کا بھیجا گیا۔ بعد اسکے خلیفہ مستنصر نے زمام حکومت الملک الظاہر کے ہاتھ میں دی اور اپنی جانب سے ایک توقیع مشعر مضمون ہذا لکھکر عنایت فرمایا۔ اگلے دن سلطان الملک الظاہر نے شہر کے باہر نکلکے ایک میدان میں خیمہ

نصب کیا ارکین دولت، مشیران سلطنت اور رؤسا ملک و ملت حاضر ہوئے الملک الظاہر نے خلافت مآب کے توقیع کو پڑھا۔ لوگوں نے خوشی کے نعرے بلند کئے۔ سلطان الملک الظاہر نے بطیب خاطر اس جدید خلیفہ کے حکم سے زمام حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی حسب مراتب لوگوں کے وظائف مقرر کئے جدید خلیفہ کے لئے ارباب مناصب اتابک، استاد دار شربدار، حاجب، اور کاتب وغیرہ متعین فرمائے۔ ہر طبقہ کے آدمیوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ خیمے، فرش اور ہر طرح کے اسباب و سامان آسائش فراہم کئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ الملک الظاہر نے اس موقع پر ایک کرور دینار مصری صرف کئے تھے۔

چند دنوں بعد سلطان الملک الظاہر نے ممالک اسلامیہ کو کفار کے قبضہ سے نکالنے کی غرض سے بلاد عراق پر فوج کشی کرنیکا قصد کیا۔ خلیفہ مستنصر نے بنفس نفیس اس مہم پر جانیکی طیاری کی۔ اسی اثنا میں صالح بن لولو، والی موصل آپہونچا اسکو بھی تاتاریوں نے اسکے باپ کے مرنے کے بعد موصل سے نکال دیا تھا۔ الملک الظاہر نے اس سے بھی اس کا ملک واپس کرا دینے کا وعدہ کر لیا تھا۔ چنانچہ جدید خلیفہ معہ صالح کے ایک عظیم لشکر مرتب کر کے روانہ ہوا الملک الظاہر بھی مشایعت کی غرض سے شہر سے باہر آیا اور رفتہ رفتہ ان دونوں کے ہمراہ دمشق پہونچا۔ دمشق پہونچکے سلطان الملک الظاہر نے ان لوگوں کی بڑی آؤبھگت کی۔ اور اپنے امیروں میں سے دو امیر کو بغرض امداد انکے ساتھ روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ انکے ساتھ ساتھ فرات تک چلے جانا جسوقت یہ مہم فرات پر پہونچی خلیفہ مستنصر نے عبور کا قصد فرمایا اور صالح نے موصل کا رخ کیا تاتاریوں کو اسکی خبر لگ گئی۔ فوجیں مرتب کر کے جنگ کرنے کی غرض سے دریا کی موجوں کی طرح بڑھے دونوں گروہوں کا ایک مقام پر مڈبھیڑ ہوا۔ تاتاریوں نے اپنے پر زور حملوں سے خلیفہ مستنصر کے لشکر کو کمزور کر دیا۔ جواب دینے کا کیا ذکر ہے بھاگنے تک کی طاقت نہ رہی سب کے سب میدان جنگ ہی میں موت کی نیند سو گئے جدید خلیفہ بھی انہیں لوگوں کے ساتھ شہید ہو گیا۔

تاتاری لشکر اس مہم سے فارغ ہوکے موصل کی جانب بڑھا۔ سات مہینے تک صالح کا موصل میں محاصرہ کیئے رہا بالآخر بزور تیغ مفتوح کیا اور قتل و غارتگری کرتا ہوا موصل میں گھس پڑا صالح غریب بھی انکے ہاتھوں شہید ہوگیا۔

خلیفہ مستنصر کی شہادت کے بعد الملک الظاہر کو مصر میں خاندان خلافت کے ایک دوسرے ممبر کی تلاش ہوئی جو منصب خلافت کے فرائض مذہبی کے ادا کرنے کو منصوب کیا جاتا۔ آیندوروند سے استفسار کر رہا تھا کہ دفعۃً بغداد سے ایک شخص مصر میں وارد ہوا جو اپنے کو راشد بن مسترشد کی طرف نسباً منسوب کیا کرتا تھا۔

صاحب حماۃ اپنی تاریخ میں انساب مصر سے روایت کرتا ہے کہ یہ شخص احمد بن حسن بن ابی بکر بن امیر ابو علی بن امیر حسن بن راشد تھا اور عباسیہ سلیمانیہ اسکا نسب یوں بیان کرتے ہیں کہ یہ احمد بیٹا ہے ابو بکر کا۔ ابو بکر بیٹا ہے علی کا۔ علی بیٹا ہے احمد کا اور احمد بیٹا ہے امام مسترشد کا۔ انتہیٰ کلام صاحب حماۃ۔

اسکے اباء میں مابین اسکے اور خلیفہ راشد یا مسترشد کے کوئی شخص خلیفہ نہیں ہوا۔ الغرض الملک الظاہر نے اسکے ہاتھ پر خلافت اسلامیہ کی بیعت کی اور اسی کو بامر اللہ کا لقب دیا اسنے اپنی طرف سے امور خاصہ اور عامہ کی سفید و سیاہ کرنے کا الملک الظاہر کو اختیار عنایت کیا۔ ممبروں پر اسکے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ سکہ پر اسکا نام مسکوک کیا گیا۔ خلیفہ حاکم اسی حالت سے بیبرس میں الملک الظاہر اور اسکے بیٹوں کے زمانہ حکومت میں رہا بعد اسکے صالح قلادن اور اسکے بیٹے اشرف کا دور حکومت آیا اور خلیفہ حاکم بدستور اسی حال سے بیبرس میں ٹھہرا رہا پھر الملک الناصر محمد بن قلادن کا دور دورہ ہوا۔ اسیکے زمانہ حکمرانی میں خلیفہ حاکم نے سنہ ۷۰۱ھ میں وفات پائی۔ بجائے اسکے اسکا بیٹا ابو الربیع سلیمان جانشین ہوا۔ وہ المستکفی باللہ کا لقب اختیار کیا بدستور قدیم اسکے نام کا خطبہ ممبروں پر پڑھا گیا۔ سکہ مسکوک ہوا سنہ ۷۰۲ھ میں الملک الناصر محمد کے ساتھ دوبار تاتاریوں سے لڑنے کو

نکلا۔ ۷۳۶ھ میں سلطان الملک الناصر محمد کو خلیفہ مستکفی سے سوءظنی پیدا ہوئی گرفتار کرکے
قلعہ میں نظر بند کردیا ایک برس تک کسی سے ملنے جلنے نہ دیا بعدہ مکان پر آنے اور لوگوں
سے ملنے جلنے کی اجازت دی بعد چندے پھر کشیدگی نے ترقی کی۔ اس مرتبہ الملک الناصر
نے خلیفہ مستکفی کو قوص کی طرف ۷۳۸ھ میں جلا وطن کردیا۔ چنانچہ قوص ہی میں دو برس
بعد ۷۴۰ھ میں قبل وفات الملک الناصر مستکفی مرگیا۔ مستکفی نے خلافت سے پہلے اپنے
بیٹے احمد کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا پس بعد وفات مستکفی، احمد کی خلافت کی بیعت کی گئی۔
احمد نے بیعت خلافت لینے کے بعد "الحاکم بامر اللہ" کا لقب اختیار کیا۔ مگر سلطان الملک الناصر
نے اس ولیعہدی اور بیعت خلافت کو تسلیم نہ کیا معزول کرکے اسکے بھائی ابراہیم کو خلیفہ
بنایا اور "الواثق باللہ" کا لقب دیا۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد الملک الناصر
کا انتقال ہوگیا لوگوں نے سلطان الملک الناصر کی اس تبدیلی کو غیر مستحسن تصور کرکے
واثق کو خلافت سے معزول کیا اور احمد کی خلافت کی پھر بیعت کی اور "الحاکم بامر اللہ" کے لقب
سے یاد کرنے لگے یہ واقعہ ۷۴۲ھ کا ہے، پھر ۷۵۳ھ میں اسنے بھی وفات پائی تب اس کا
بھائی ابوبکر خلیفہ بنایا گیا اور "المعتضد باللہ" کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ دس برس
خلافت کرکے ۷۶۳ھ میں مرگیا۔ اسکا بیٹا محمد منصب خلافت پر منصوب کیا گیا اور "المتوکل
علی اللہ" کا لقب دیا گیا ۷۷۸ھ میں سلطان اشرف شعبان بن حسین بن الملک الناصر کے
ساتھ حج کرنے کو روانہ ہوا ترکوں نے بدعہدی کی بدامنی اور رفتارگری کا دروازہ کھول دیا۔
مجبوری سلطان اشرف مصر واپس آیا اُمرا ترک نے خلیفہ متوکل کو سلطنت اور نیز خلافت
کی بیعت کرنے کو طلب کیا خلیفہ متوکل نے انکاری جواب دیا۔ اس بنا پر ایبک نامی ایک
شخص نے امرا ترک سے جو ان دنوں قاہرہ میں حکومت و سلطنت پر مستولی ہو رہا تھا ۷۷۹ھ
بوجہ اُس رنجش کے جو اسکے اور خلیفہ متوکل کے درمیان پیدا ہوگئی تھی خلیفہ متوکل کو معزول
کردیا اور اسکے برادر عم زاد زکریا بن ابراہیم کو منصب خلافت پر متمکن کیا۔ زیادہ زمانہ گذرنے

نہ پایا تھا کہ اراکین دولت نے زکریا کو معزول کر کے خلیفہ متوکل کو دوبارہ منصب خلافت پر منصوب کیا تاآنکہ قرطا ترکمانی کا واقعہ بغاوت پیش آیا۔ قرطا ترکمانی مصری لشکر کا ایک سردار تھا مفسدین کی سازش سے تحریک نے ۷۸۵ھ میں الملک الظاہر ابوسعید برقوق کے مقابلہ پر سر اوٹھایا لگانے بجھانے والوں نے سلطان الملک الظاہر سے یہ جڑ دیا کہ خلیفہ متوکل کی سازش سے قرطا نے بغاوت اور سرکشی کی ہے الملک الظاہر نے مشتبہ ہو کے غریب خلیفہ متوکل کو قلعہ میں قید کر دیا اور بجائے اسکے عمر بن ابراہیم واثق کو منصب خلافت پر مامور کیا "الواثق باللہ" کا لقب دیا تقریباً تین برس زندہ رہ کر آخری ۷۸۸ھ میں واثق مرگیا۔ اسوقت سلطان الملک الظاہر نے اسکے بھائی زکریا کو سریر خلافت پر متمکن کیا جسکو ایک ترکی نے منصب خلافت پر نصب کیا تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ بعد اس کے ۷۹۱ھ میں بلبغا ناصری والی حلب نے خلیفہ متوکل کو قید کرنے کی وجہ سے سلطان الملک الظاہر کی مخالفت کی اور نہایت تیزی سے فوج کشی کی سلطان الملک الظاہر نے خلیفہ متوکل کو قید سے رہا کر کے بدستور سابق منصب خلافت پر متمکن کیا اور حد سے زیادہ عزت و احترام کیا۔ ان واقعات کے اثناء میں بہت سے واقعات پیش آئے ہیں جنکو ہم کامل طور سے اُن ترکوں کی حکومت کے ضمن میں بیان کرینگے جو مصر میں ان خلفاء کی رسم خلافت کے قایم کرنے والے تھے۔ بیشک اس مقام پر فقط انہیں حالات کے لکھنے پر ہم نے اکتفا کیا ہے جو خلافت کے متعلق تھے اُن اخبار کو جو دولت و سلطنت سے تعلق نہیں رکھتے تھے نظر انداز کر دیا ہے۔

یہ خلیفہ متوکل منصب خلافت پر رسم خلافت کے پورا کرنے، فرائض مذہبی کو بر طبق شریعت انجام دینے، ممبروں پر تبرکاً انکے نام لئے جانے کو منصوب کیا گیا تھا جیسا کہ سلاطین ماضیہ اسکے عادی ہوگئے تھے اور بوجہ کمال ایمان اور فرط محبت بغرض ایفاء شروط امامت یہ رسم قدیم ادا کیجاتی تھی۔ ملوک ہند کیا جسقدر بلاد مختلفہ میں اسلامی سلاطین تھے وہ برابر انہیں خلفاء سے اور نیز اُن سے جو پیشتر گذر چکے تھے خطابات اور سندات حکومت حاصل کیا کرتے تھے یہ معاملات

ملوک بنی قلاون وغیرہ کے ذریعہ و توسط سے جو مصر میں تھے پیش ہوا کرتے تھے اور وہ ان درخواستوں کو خلافت مآب کی خدمت میں پیش کر کے منظور کراتے تھے خلعت، سند حکومت اور خطاب وغیرہ انکو بھیجا کرتے تھے اور وہ لوگ ان لوگوں کی جو منصب خلافت کے قائم رکھنے والے تھے امداد و تائید کیا کرتے بمن اللہ وفضلہ۔

شجرہ انساب خلفاء عباسیہ جنہوں نے بعد خلافت بغداد، مصر میں خلافت کی
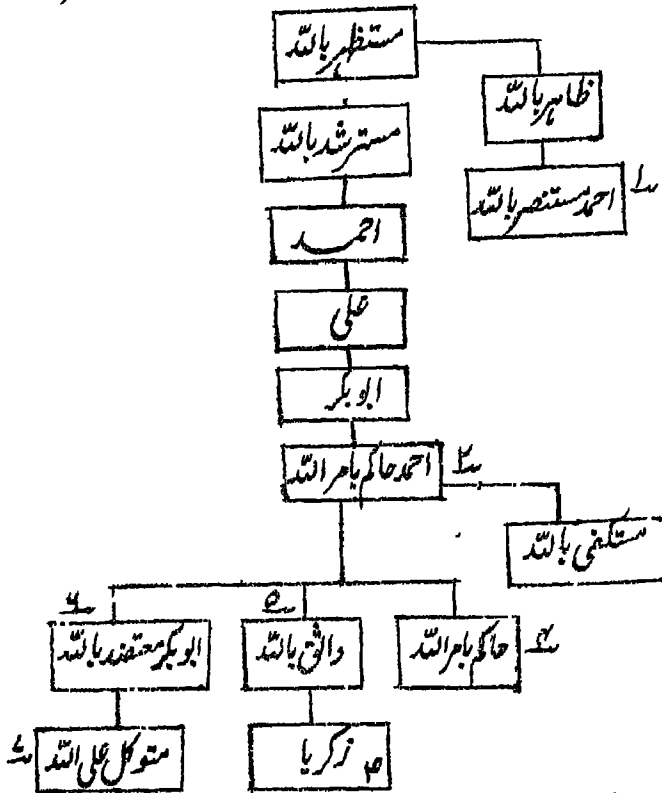
۱ خلفاء عباسیہ میں سے سب سے پہلے اسکی خلافت کی مصر میں بیعت ہوئی۔

ح اسکو ایک نئے منصب خلافت پر منسوب کیا تھا جو بعد چندے معزول کیا گیا اسوجہ سے اسپر نمبر نہیں لگایا گیا۔

حالات دولت علویہ جو دولت عباسیہ کی مزاحم اور معاصر تھی

دولت علویہ میں سے پہلے ہم ادارسہ کی حکومت کے حالات احاطہ تحریر میں لائینگے جو المغرب الاقصیٰ میں تھی۔ ہم اوپر شیعان اہل بیت علی بن ابیطالب اور نیز انکے دونوں صاحبزادوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات بیان کر آئے ہیں اور نیز اون واقعات کو ہم تحریر کر چکے جو ان بے شیعوں پر کوفہ میں گزرے حسن بن علی کی تسلیم امارت کے اسباب، کوفہ میں زیاد کے نظام حکومت کی درہمی کے علل اور اسکے بانیونکے مارے جانے کے تذکرے بھی (از انجملہ حجر بن عدی اور اسکے ساتھی تھے) ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ پھر انہیں شیعان اہل بیت نے اپنے وعدہ اور امام حسین بن علی کو کوفہ میں بلایا چنانچہ وہ تشریف لائے اور جو واقعہ انکی شہادت کا مقام کربلا میں پیش آیا وہ مشہور ہے بعد ازاں شیعوں کو انکی امداد نکرنے اور خاموشی اختیار کرنے سے ندامت ہوئی۔ بعد وفات یزید اور بیعت مروان شیعوں نے رفع ندامت کی غرض سے خروج کیا عبید اللہ بن زیاد بھی کوفہ کی فوجوں کو آراستہ کر کے اس ہنگامہ کے فرو کرنے کو نکلا۔ شیعوں نے سلیمان بن صرد کو اپنا امیر بنا رکھا تھا اطراف شام میں عبید اللہ بن زیاد کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ ایک سخت اور خونریز جنگ کے بعد سب کے سب پامال کر دئے گئے بعد اسکے مختار بن ابو عبید نے کوفہ میں باظہار مطالبہ خون حسین واتباع محمد بن حنفیہ خروج کیا اس بنا پر کل شیعوں نے اسکا ساتھ دیا اور اپنے کو شرطۃ اللہ (یعنی اللہ کی پولیس) سے موسوم کیا عبید اللہ بن زیاد نے مختار پر دھاوا کیا مختار نے اسکو ہزیمت دیدی اور اثناء دار و گیر میں اسکو مارڈالا۔ ان واقعات سے مختار کا دماغ پھر گیا۔ محمد بن حنفیہ کو اسکی خبر لگی۔ بیزاری کا خط لکھ بھیجا مختار انکی ہواخواہی چھوڑ کے عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ ہو گیا تب شیعوں نے زید بن علی بن حسین کو عہد حکومت ہشام بن عبد الملک میں بیعت خلافت لینے کو کوفہ بلا بھیجا۔ یوسف بن عمر والی کوفہ نے انکو قتل کر کے صلیب پر چڑھا دیا۔ یحییٰ بن زید نے جرجان (مضافات خراسان) میں علم حکومت کے خلاف خروج کیا انکے ساتھ بھی یہی معاملہ قتل و صلیب پر چڑھائے جانے کا

پیش آیا جو انکے باپ زید کے ساتھ پیش آیا تھا۔ غرض اہل بیت کی خونریزی کا سلسلہ ہر چہار طرف پھیلا ہوا تھا جسکو تم دولت آموبیہ اور عباسیہ کے عہد حکومت کے ضمن میں پڑھ آئے ہو

پھر شیعوں میں اختلاف اور افتراق مذاہب دربارہ امامت و تعیین امام واقع ہوا اور ان لوگوں نے خوب خوب بادیہ پیمائی کی۔ بعض امامیہ اس امر کے قائل ہیں کہ بوجہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابن ابیطالب امام ہیں اور اسی بناء پر انکو وصی کے لقب دیتے ہیں اور شیخین (یعنی ابوبکر و عمر) سے بیزاری اور تبرا کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے انکے زعم کے مطابق علی کو استحقاق حق سے روکا تھا۔ انہیں امامیہ نے زید شہید سے جبکہ انکو کوفہ میں طلب کیا تھا اس بابت جھگڑا کیا تھا چونکہ جناب موصوف نے شیخین سے بیزاری ظاہر نہ کی اور نہ انسے تبرا کیا اسوجہ سے اُن امامیہ نے انکی رفاقت ترک کر دی۔ پس بنابرایں وہ رافضی کے نام سے موسوم ہوئے۔ انہیں میں سے ایک فرقہ زیدیہ کہلاتا ہے جو قائل امامت بنی فاطمہ ہے یہ فرقہ علی اور انکے بیٹوں کو کل صحابہ پر بشروط تفضیل دیتا ہے شیخین کی امامت اسکے نزدیک صحیح ہے باوجودیکہ علی کو سب سے افضل جانتا ہے۔ یہ مذہب زید شہید اور انکے متبعین کا ہے یہ فرقہ انحراف اور غلو سے بہت دور اور جادۂ اعتدال سے بہ نسبت اور شیعوں کے بہت قریب ہے انہیں میں سے ایک فرقہ کیسانیہ ہے منسوب بہ کیسان۔ اس فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ بعد حسن و حسین کے محمد حنفیہ اور انکے لڑکے امام برحق ہوئے اسی فرقہ سے ایک دوسری شاخ شیعان بنی عباس کی نکلتی ہے۔ جو اس امر کے قائل ہیں کہ بوصیت ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ امامت محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کیطرف منتقل ہو آئی۔ غرض مذہب شیعہ میں باہم بہت سے اختلافات پیدا ہوئے اور طرح طرح کے مذاہب نکلے اور بلحاظ اختلاف اعتقادیات و مذاہب جداگانہ ناموں سے موسوم ہوئے۔ کیسانیہ جو بنی حنفیہ کے گروہ سے تھے وہ اکثر عراق اور خراسان میں رہے۔ جسوقت بنی امیہ کی حکومت میں اختلال اور اضمحلال پیدا ہوا اسوقت اہل بیت نے مدینہ میں مجتمع ہو کے محمد بن عبداللہ بن حسن مثنی

بن حسن بن علی کی خلافت کی پوشیدہ طور سے بیعت کی اور سبھوں نے انکو اپنا خلیفہ اور سردار تسلیم
کیا۔ اس جلسہ میں ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب یعنی
المنصور بھی شریک تھا اور اہل بیت کے ساتھ اسنے بھی محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کی بیعت کی
تھی بعدازاں ان لوگوں نے اسوجہ سے کہ اسمیں دانائی اور تدبیر کا مادہ زیادہ تھا اسکو اپنا پیشوا
بنایا۔ اسیوجہ سے امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ نے جسوقت ابوجعفر عبداللہ نے حجاز سے
خروج کیا تھا مخالفت کی تھی محمد بن عبداللہ کی امامت کو ابوجعفر عبداللہ کی امامت سے زیادہ
صحیح اور قابل استناد بتلایا تھا کیونکہ اسکے پیشتر محمد بن عبداللہ کی بیعت منعقد ہوگئی تھی اگرچہ
شیعہ کے نزدیک بوصیت زید بن علی پھر حکومت اسکی طرف منتقل ہو آئی تھی مگر امام مالک و امام
ابوحنیفہ انہیں ہی کی فضیلت کے قائل رہے اور انہیں کے استحقاق کو مرجح سمجھتے رہے۔
گو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسیوجہ عہد حکومت ابوجعفر منصور میں انکو طرح طرح کے مصائب اوٹھانے
پڑے۔ امام مالک کو طلاق مکرہ و مجبور کے فتویٰ پر پٹوایا اور امام ابوحنیفہ کو عہدۂ قضا نہ
قبول کرنے پر جیل میں ڈالدیا۔

جسوقت دولت و حکومت نے بنی امیہ سے منھ پھیر لیا اور بنی عباسیہ کا دور حکومت آگیا
اور سریر خلافت پر ابوجعفر منصور جلوہ افروز ہوا اُسوقت لوگوں نے اس سے بنی حسن بن علی
بن ابیطالب کی بابت یہ جڑ دیا کہ محمد بن عبداللہ علم مخالفت بلند کرنے والا ہے۔ اور اسکے
دُعاۃ (ایلچی) خراسان میں پھیل گئے ہیں۔ اسی بنا پر منصور نے بنی حسن اور اسکے بھائیوں
کو گرفتار کرلیا۔ چنانچہ حسن، ابراہیم، جعفر، قاسم، موسیٰ بن عبداللہ، سلیمان و عبداللہ پسران
داؤد اور محمد و اسمعیل و اسحاق پسران ابراہیم بن حسن کو معہ پینتالیس معززین اہل بیت
کے گرفتار کرکے کوفہ کے باہر قصر ابن ہبیرہ میں قید کردیا۔ اسی قید کی حالت میں رفتہ رفتہ یہ
سب قید حیات سے سبکدوش ہوگئے ان لوگوں کی گرفتاری کے بعد محمد بن عبداللہ کی جستجو
ہونے لگی۔ محمد بن عبداللہ نے یہ خبر پاکر ۱۴۵ھ میں مدینہ سے خروج کیا اور اپنے بھائی

ابراہیم کو بصرہ کی طرف بھیجا چنانچہ ابراہیم نے بصرہ، اہواز اور فارس پر قبضہ کر لیا۔ حسن بن معاویہ کو مکہ روانہ کیا حسن نے بھی مکہ پر قبضہ کر لیا اور ایک عامل کو یمن روانہ کیا۔ غرض اپنی خلافت کی علانیہ دعوت دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر پر چڑھ کے خطبہ پڑھا اور اپنے کو "مہدی" کے لقب سے ملقب کیا لوگ اسکو "النفس الزکیہ" کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔ اسنے رباح بن عثمان مری عامل مدینہ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا تھا۔ ابوجعفر منصور کو اسکی خبر ہوئی مہدی کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہوا۔ روک تھام کی غرض سے ایک خط لکھ بھیجا جو کتب تواریخ میں مرقوم اور مورخین کے نزدیک مشہور ہے منصور نے اس خط میں بعد بسم اللہ کے تحریر کیا تھا۔

من عبد اللہ امیر المومنین الی محمد بن عبد اللہ اما بعد فانما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم۔ الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم و ان لک ذمۃ اللہ وعھدہ ومیثاقہ ان تبت من قبل ان نقدر علیک ان نومنک علی نفسک وولدک واخوتک ومن تابعک وجمیع شیعتک

از طرف امیر المومنین عبد اللہ بخدمت محمد بن عبد اللہ اما بعد بیشک ان لوگوں کی یہی سزا ہے جو اللہ اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں اور دنیا میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں کہ وہ مار ڈالے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جائیں یا ہاتھ اور پاؤں انکے الٹے جانب سے کاٹے جائیں یا ملک سے نکالدیے جائیں یہ تو انکی رسوائی دنیا کی ہے اور آخرت میں انکے لیئے بڑی مار ہے۔ مگر جنھوں نے توبہ کی ہو اس سے پہلے کہ وہ تمہارے ہاتھ پڑ جائیں پس جان لو کہ اللہ غفور و رحیم ہے میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا عہد و میثاق اور وعدہ ہے کہ اگر تم نے توبہ کرلی اس سے پیشتر کہ تم ہم قابو پا جائیں تو ہم تمکو اور تمہارے

وان اعطيك الف الف درهم
وانزلك من البلاد حيث
شئت واقضي لك ما شئت
من الحاجات وان اطلق
من سجن من اهل بيتك
وشيعتك وانصارك ثم
لا اتبع احدا منكم بمكروه
وان شئت ان تتوثق لنفسك
فوجه الي من ياخذ لك
من الميثاق والعهد والامان
ما احببت والسلام من عبد الله -

لڑکوں کو اور تمہارے بھائیوں کو اور تمہارے
مددگاروں کو اور تمہارے کل گروہ والوں کو امان
دیتے ہیں اور تمکو ایک لاکھ درہم دیتے ہیں اور
جہاں تمکو پسند ہو وہیں تمکو ٹھہرائینگے اور جس قسم
کی تمہاری ضرورتیں ہوں سب کو ہم پوری کرینگے
اور قید کی مصیبت سے تمہارے خاندان والوں
اور گروہ والوں اور مددگاروں کو رہا کرینگے اور
بعد اسکے پھر کسی قسم کی برائی نکرینگے اور اگر تم اسکا
اپنا ذاتی اطمینان کرنا چاہتے ہو تو ہمارے پاس
ایسے شخص کو بھیجو جو تمہارے لیے عہد و اقرار
اور امان جیسا تم چاہتے ہو ہم سے لیلے والسلام

محمد بن عبد اللہ نے جواباً تحریر کیا جسمیں بعد بسم اللہ کے یہ عبارت تحریر کی تھی :-

من عبد الله محمد المهدي امير المومنين
ابن عبد الله محمد اما بعد طسم تلك
ايات الكتاب المبين نتلو عليك
من نباء موسى وفرعون بالحق
لقوم يومنون ان فرعون علا في
الارض وجعل اهلها شيعا
يستضعف طايفة منهم يذبح ابناءهم
ويستحي نساءهم انه كان من المفسدين
ونريد ان نمن على الذين استضعفوا

از طرف بندہ اللہ محمد مہدی امیر المومنین ابن
عبد اللہ محمد + اما بعد طسم - یہ آیتہ کتاب روشن
کی ہیں ہم تجھکو موسی اور فرعون کا کچھ احوال
سچائی کے ساتھ سناتے ہیں کہ ایمان والوں کو
یقین کا باعث ہو بیشک فرعون دنیا میں بہت
بڑھ چڑھ رہا تھا اور وہاں کے لوگوں کو کئی جتھے
کر رکھا تھا انمیں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا
انکے لڑکوں کو مار ڈالتا تھا اور عورتوں کو زندہ
رکھتا تھا بیشک وہ (فرعون) مفسدین سے تھا

في الارض ونجعلهم الوارثين و
نمكن لهم في الارض ونري
فرعون وهامان وجنودهما
منهم ما كانوا يحذرون
وانا اعرض عليك من الامان
مثل الذي اذ اتانا قَبْلُ لتعلم
ان الحق بيننا وانما ادعيتموه انا
الامر بيننا [illegible] بسببنا و
[illegible] ان عليا عليه
السلام [illegible] والاسلام فينا
وراثة [illegible] احبائنا وقد
علمتم [illegible]
[illegible]
لا يفتخر [illegible] قديمنا وحديثنا
ونسبنا ونسيبنا وانا ابن بنت
فاطمة في الاسلام من بيت [illegible]
فانا اوسط بني هاشم نسبا
وخيرهم اما وابا لم تلد في
العجم ولم تعرق في امهاتنا
الاولاد وان الله عز وجل
لم يزل [illegible]

اور ہم چاہتے کہ ملک میں جو کمزور تھے اونپر احسان
کریں اور انہیں کو سردار بنائیں اور انہیں کو
قایم مقام کریں اور انکی حکومت ہم ملک میں قایم
کردیں اور فرعون وہامان اور اس کے لشکر
کو ہم دکھا دیں جس چیز کا وہ اندیشہ کرتے
تھے اور میں تمہارے روبرو ویسا ہی امان
پیش کرتا ہوں جیسا کہ تم نے ہمکو دیا ہے بیشک تم
یہ جانتے ہو کہ یہ حق ہمارا ہی ہے اور ہمارے
ہی وسیلے سے تم نے اسکا دعوی کیا اور ہماری
ہی کوشش سے تم اوٹھے اور ہماری ہی بدولت
تم کامیاب ہوئے اور بیشک علی علیہ السلام
وصی اور امام تھے پس ہمارے ہوتے ہوئے تم
انکے کیسے وارث ہوئے بلاشبہہ تم جانتے ہو کہ
کوئی شخص بنی ہاشم میں سے ہمارے فضل کا
دعوی نہیں کرسکتا اور نہ ہمارے قدیم اور جدید
اور نسب اور نسیب پر فخر کرسکتا ہے اور میں
اسلام میں نبی صلعم بیٹی فاطمہ کی اولاد ہوں پس
ہم بلحاظ نسب اوسط بنی ہاشم ہیں اور باعتبار
باپ اور ماں کے اچھے ہیں نہ تو عجم کا میل میرے
نسب میں ہے اور نہ لونڈیوں کا اور بیشک اللہ
عزوجل ہمکو ممتاز بناتا چلا آتا ہے۔ جس میں پیدا

من النبيين افضلهم محمد صلى الله عليه وسلم ومن اصحابه اقدمهم اسلاما واوسعهم علما واكثرهم جهادا علي بن ابي طالب ومن نسائه افضلهن خديجة بنت خويلد اول من امن بالله وصلى الى القبلة ومن بناته افضلهن وسيدة نساء اهل الجنة ومن المتولدين في الاسلام سيد اشباب اهل الجنة - ثم قد علمتم ان هاشما ولد عليا مرتين من قبل جدي الحسن والحسين فما زال الله يختار لي حتى اختارلي في معنى النار فولدني ارفع الناس درجة في الجنة واهون اهل النار عذابا يوم القيامة فانا ابن خير الاخيار وابن خير الاشرار وابن خير اهل الجنة وابن خير اهل النار ولك عهد الله ان دخلت في بيعتي ان امنك على نفسك وولدك وكل ما اصبته الا حدا من حدود الله وحقا لمسلم

ہوا ہوں اس سے جو نبیوں میں سب سے افضل تھے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب میں بلحاظ اسلام قدیم اور باعتبار علم وسیع اور کثیر الجہاد تھے یعنی علی بن ابیطالب اور عورتوں میں جو افضلترین تھیں خدیجہ بنت خویلد جو سب سے پہلے ایمان لائیں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور آپکی لڑکیوں میں سے جو سب سے افضل اور جنتی عورتوں کے سیدہ تھیں ان سے میں پیدا ہوا ہوں اور فرزندان اسلام میں سے جو سردار جوانان جنت ہیں ان سے میں پیدا ہوا ہوں - بیشک تم جانتے ہو کہ بلحاظ میرے اجداد حسن وحسین کے علی کو ہاشم سے دوہرا تعلق ہے پس برابر اللہ تعالی مجھے ممتاز کرتا آتا ہے تاآنکہ دوزخیوں میں بھی ممتاز رہا پس میں بیٹا ہوں اسکا جسکا جنت میں بڑا درجہ ہوگا اور بیٹا ہوں اسکا جسپر قیامت میں بہ نسبت اور دوزخیوں کے عذاب کم ہوگا چنانچہ میں خیر الاخیار اور خیر الاشرار اور بہترین اہل جنت اور بہترین اہل نار کا بیٹا ہوں اور اللہ درمیان میں ہے اگر تم میری بیعت قبول کرلو تو میں تمکو اور تمہارے لڑکوں کو امان دیتا ہوں

او معاهد فقد علمت
ما يلزمك في ذلك فانا
اوفى بالعهد منك و
احرى بقبول الامان
فاما الامان الذي
عرضت علي فهو اي الامان
هي امان ابن هبيرة ام
امان عمك عبد الله بن
علي ام امان ابي مسلم
والسلام۔

منصور نے جواب میں یہ عبارت تحریر کی۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ من عبد الله
امير المومنين الى محمد بن عبد الله
فقد اتاني كتابك وبلغني كلامك
فاذا جل فخرك بالنساء لتضل
به الجفاة والغوغاء ولم يجعل
الله النساء كالعمومة ولا الاباء
كالعصبة والاولياء وقد جعل
الله العم ابا وبدا به على الولد
فقال جل ثناءه عن نبيه عليه السلام
واتبعت اباى ابراهيم واسماعيل

اور جو کچھ کر چکے ہو اس سے درگزر کرتا ہوں
مگر کسی حد کا حدود اللہ سے یا کسی مسلمان
کے حق یا معاہدہ کا ذمہ دار نہونگا تم خود
جانتے ہو کہ اس سے تم پر کیا لازم آتا ہے میں
تم سے زیادہ اقرار کا پورا کرنیوالا ہوں اور
میرا امان تمہارے امان سے قبول کرنے کے
لایق زیادہ ہے۔ اور تم جو امان مجھے دیتے
ہو تو یہ کونسی امان ہے۔ آیا امان ابن ہبیرہ
والا یا امان تمہارے چچا عبد اللہ بن علی والا
ہے یا امان ابو مسلم والا ہے۔ والسلام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از جانب عبد اللہ
امیر المومنین بطرف محمد بن عبد اللہ۔ تمہارا خط
مجھے ملا تمہارا پیام مجھے پہونچا۔ تمہارا بہت بڑا فخر
عورتوں پر ہے اس سے عوام اور بازاری ہوکے
میں پڑتے ہیں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں
اور باپوں اور عصبہ اور ولیوں کی طرح نہیں
بنایا اور بلاشک اللہ نے چچا کو باپ کا قایم مقام
بنایا ہے اور لڑکے کو اسی سے شروع کیا ہے
اللہ جل ثناؤہ اپنے نبی علیہ السلام کی زبان
سے ارشاد فرماتا ہے اور اتباع کی میں نے

واسحاق ويعقوب ولقد علمت
ان الله تبارك وتعالى بعث محمدا
صلى الله عليه وسلم وعمومته
اربعة فاجابه اثنان احدهما ابي
وكفر به اثنان احدهما ابوك واما ما
ذكرت من النساء وقراباتهن فلو
اعطي على قرب الانساب وحق الاحساب
لكان الخير كله لآمنة بنت وهب
ولكن الله يختار لدينه من يشاء
من خلقه واما ما ذكرت من فاطمة
ام ابي طالب فان الله لم يهد
احدا من ولدها الى الاسلام ولو
فعل لكان عبد الله بن عبد المطلب
اولاهم بكل خير في الآخرة
والاولى واسعدهم
بدخول الجنة غدا ولكن
الله ابى ذلك فقال انك
لا تهدي من احببت و
لكن الله يهدي من يشاء۔ واما
ما ذكرت من فاطمة
بنت اسد ام علي بن

اپنے آباء ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور
یعقوب کی۔ تمکو خوب معلوم ہے کہ اللہ تبارک
وتعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا
اسوقت انکے چار چچا زندہ تھے دو نے اسلام
قبول کیا ایک انمیں سے میرا باپ تھا اور دو
نے انکار کیا ایک انمیں سے تمہارا باپ تھا اور
جو تم نے عورتوں اور انکی قرابت کا ذکر کیا ہے تو
اسکا یہ حال ہے کہ اگر نسب وحسب کے قرب
وحق کا خیال کیا جاتا تو کل خیر آمنہ بنت وہب
کو دیا جاتا لیکن اللہ اپنے دین کیلئے اپنے
مخلوقات سے جسکو چاہتا ہے اختیار کرلیتا ہے۔
اور جو تمنے فاطمہ مادر ابوطالب کا ذکر کیا ہے تو
[illegible] ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی اولاد
میں سے کسیکو اسلام نصیب نہیں کیا۔ اور اگر
کسیکو اسلام کی ہدایت کرتا تو عبداللہ بن عبدالمطلب
آخرت ودنیا کی بھلائیوں کیلئے زیادہ موزوں
اور بروز قیامت جنت میں داخل ہونیکے بہت
مستحق تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو منظور نہ کیا
پس ارشاد کیا بیشک تو جسکو دوست رکھتا ہے
اسکو ہدایت نہیں کرسکتا لیکن اللہ جسکو چاہتا
ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور جو تمنے فاطمہ بنت اسد

أبي طالب وفاطمة أم الحسين وأن هاشماً
ولد علياً مرتين وأن عبد المطلب ولد الحسن
مرتين فخر الأولين رسول الله صلى الله عليه
وسلم لم يلده هاشم إلا مرة واحدة كلا و
أما ما ذكرت من أنك ابن رسول الله
صلى الله عليه وسلم فإن الله عز وجل
قد أبى ذلك فقال ما كان محمد
أبا أحد من رجالكم ولكن
رسول الله وخاتم النبيين ولكنكم
قرابة بنت وإنها لقرابة
غير أنها امرأة لا تحوز الميراث
ولا تجوز أن تؤم فكيف تورث
الإمامة من قبلها ولقد طلبها
أبوك من كل وجه وأخرجها
تخاصم ومرضها سراً ودفنها
ليلاً وأبى الناس إلا تقديم
الشيخين ولقد حضر أبوك وفاة
رسول الله صلى الله عليه
وسلم فأمر بالصلوة
غيره ثم أخذ الناس
رجلاً رجلاً فلم

مادر علی بن ابی طالب اور فاطمہ مادر حسین کا ذکر
کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ علی مادری اور
پدری دونوں جانب سے ہاشمی ہیں اور حسین کا
عبد المطلب سے مادری اور پدری تعلق ہے
اسکا یہ جواب ہے کہ فخر الاولین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاشم سے ایک ہی واسطہ
قرابت ہے اور عبد المطلب سے بھی قرابت کا
ایک ہی واسطہ ہے اور تو نے جو ذکر کیا
ہے کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
بیٹا ہوں اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے
اس سے انکار کیا ہے ارشاد فرمایا ہے محمد تم
میں سے کسی کے باپ نہ تھے اور لیکن وہ رسول اللہ
اور خاتم النبیین تھے ۔ ہاں تم انکی لڑکی کے ذریعہ
سے آپکے قرابت دار ہو اور یہ قرابت قریبہ ہے مگر
چونکہ عورت کے ذریعہ سے ہے اسلئے نہ تو وہ
میراث کی مستحق ہے اور نہ امامت کر سکتی ہے
پس تم کیسے اسکے ذریعہ سے امامت کے وارث
ہو سکتے ہو تمہارے باپ نے ہر طرح سے اسکی
کوشش کی اسکے لیے لڑے جھگڑے اور در
پردہ اس غرض کو نہاں رکھا مگر لوگوں نے
شیخین (ابوبکر و عمر) ہی کو امام بنایا تمہارے

يأخذوا اباك فيهم ثم
كان في اصحاب الشورى
فكل دفعة عنها بايع
عبد الرحمن عثمان
وقبلها عثمان وحارب
اباك طلحة والزبير ودعا
سعد الى بيعته فاغلق
بابه دونه ثم بايع معاويه
بعده وافضى امر جدلك
الى ابيك الحسن فسلمه
الى معاوية بخرف ودراهم
واسلم في يديه شيعته
وخرج الى المدينة فدفع
الامر الى غير اهله واخذ
مالا من غير حله فان
كان لكم فيها شيئ فقد
بعتموه فاما قولك ان
الله اختار لك في الكفر
فجعل اباك اهون اهل
النار عذابا فليس في الشر
خيار ولا من عذاب الله هين

باپ بوقت وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ موجود تھے مگر آنحضرت صلعم نے دوسرے شخص کو نماز پڑھانیکا حکم دیا بعد ازاں لوگ یکے بعد دیگرے دوسرے شخص کو منتخب کرتے گئے لیکن تمہارے باپ کو نہ منتخب کیا پھر تمہارے باپ اصحاب شوریٰ میں بھی شامل ہوئے ہر مرتبہ انتخاب سے نکالے گئے عبد الرحمن نے عثمان کی خلافت کی بیعت کی اور عثمان نے اسکو قبول کر لیا۔ تمہارا باپ طلحہ و زبیر سے لڑا اور سعد کو اپنی بیعت کرنے کو بلایا۔ سعد نے دروازہ بند کر لیا بعدہ معاویہ کی بیعت کر لی رفتہ رفتہ تمہارے دادا کی یہ کوشش تمہارے باپ حسن تک پہونچی انہوں نے ٹھیکری اور دراہم کے بدلے حکومت معاویہ کو دیدی اپنے ہوا خواہوں کو معاویہ کے حوالہ کر کے آپ مدینہ چلے آئے حکومت کو ایک نااہل کو دیڈالا اور غیر حلال مال لیلیا۔ پس اگر کوئی حق تمہارا اسمیں تھا تو اسکو تمنے فروخت کر ڈالا تمہارا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے کفر میں بھی ممتاز بنایا ہے اور ہمارے باپ کو بہ نسبت اور اہل نار کے کمتر عذاب میں رکھا ہے تو اصل یہ ہے کہ برائی میں بھلائی نہیں ہوتی اور نہ اللہ کے عذاب میں کوئی کمی

ولا ينبغي لمسلم يؤمن بالله
واليوم الآخر أن يفتخر
بالنار ستردون فتعلمون
وسيعلم الذين ظلموا
أي منقلب ينقلبون
وأما قولك لم تلدك العجم
ولم تعرق فيك أمهات
الأولاد وأنك أوسط بني هاشم
نسباً وخيرهم أماً وأباً
فقد رأيتك فخرت
على بني هاشم طراً و
قدمت نفسك على من هو
خير منك أولاً وآخراً
وأصلاً وفصلاً فخرت
على إبراهيم بن رسول الله
صلى الله عليه وسلم فانظر
ويحك أين تكون من الله
غداً وما ولد فيكم مولود
بعد وفاة رسول الله صلى الله
عليه وسلم أفضل من علي بن الحسين
وهو لام ولد ولقد كان خيراً من

ہوتی کسی مسلمان کو جو اللہ پر اور روز قیامت
پر ایمان رکھتا ہو دوزخی ہونے پر فخر نہ کرنا
چاہیے اور تم تو عنقریب اوسمیں جاؤگے اور
جان لوگے اور جنہوں نے ظلم کیا ہے وہ عنقریب
جان جائینگے کہ کس کروٹ اولٹے پلٹے جائینگے
اور تمہارا یہ کہنا کہ تم میں نہ تو کسی عجمی کا میل
جول ہے اور نہ تم کنیزک زادہ ہو اور یہ کہ تم بنی
ہاشم ہیں باعتبار نسب اور بلحاظ مادر و پدر
کے سب سے بہتر ہو میں دیکھتا ہوں کہ تم نے
کل بنی ہاشم سے اپنے کو بڑھا دیا اور تم نے
اپنے آپ کو اس سے بھی بڑھا دیا جو تم سے
اولاً، آخراً، اصلاً اور فضلاً بہتر ہے تم نے
ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
بھی اپنے کو افضل بنا دیا۔ ذرا سوچو تو سہی
تف ہو تم پر کل تمہاری کیا حالت ہوگی۔ بعد
وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں
کوئی شخص علی بن حسین سے افضل و بہتر
نہیں پیدا ہوا اور وہ کنیزک کے بیٹے تھے اور
بیشک وہ تمہارے دادا حسن بن حسن سے
بہتر تھے بعدہ انکے بیٹے محمد تمہارے باپ سے
افضل ہیں اور انکی دادی کنیزک تھیں۔

جدك حسن بن حسن ثم ابنه محمد
خير من ابيك وجدك لانه ام ولد
ثم ابنه جعفر وهو خير وافضل
واعلم ان جدك عليا حكم الحكمين
واعطاهما عهده وميثاقه على الرضا
بما حكما به فاجمعا على خلعه ثم
خرج عمك الحسين بن علي على ابن
مرجانة فكان الناس الذين معه
عليه حتى قتلوه ثم اتوا بكم على
الاقتاب كالسبي المجلوب الى الشام
ثم خرج منكم غير واحد فقتلكم
بنو امية وحرقوكم بالنار وصلبوكم
على جذوع النخل حتى خرجنا عليهم
فادركنا بثاركم اذ لم تدركوه و
رفعنا اقداركم واورثناكم
ارضهم وديارهم بعد ان كانوا
يلعنون اباك في ادبار كل صلوة
مكتوبة كما يلعن الكفرة فسفهنا
هم وكفرناهم وبينا فضله واشدنا
بذكره فاتخذت ذلك علينا حجة
وظننت انا بما ذكرنا من فضل

بعد ازاں انکے لڑکے جعفر ہوئے اور وہ
بھی افضل ہیں تمکو معلوم ہوگا کہ تمہارے
دادا علی نے دو حکم مقرر کیئے تھے اور اپنی
رضامندی سے یہ اقرار کیا تھا کہ جو کچھ وہ
فیصلہ کرینگے ہم اسکو تسلیم کرینگے پس ان
دونوں حکموں نے انکی معزولی پر اتفاق کرلیا
پھر اسکے تمہارے چچا حسین بن علی نے ابن
مرجانہ پر خروج کیا۔ اتفاق یہ کہ جو لوگ انکے
ہمراہ تھے وہی مخالف بن گئے یہانتک کہ
انکو قتل کرڈالا۔ اور تم لوگو نکو تمہاری لونڈی
غلاموں کیطرح اونٹوں پر سوار کرکے شام لیگئے
بعد ازاں اکثر لوگوں نے تم میں سے خروج کیا
اور بنو امیہ نے انکو مارڈالا آگ میں جلادیا
اور سولی دیدی تا آنکہ ہم لوگوں نے ان پر
خروج کیا پس ہمنے انکو دبا دیا جبکہ تم انکو نہ دبا سکے
اور ہمنے تمہاری قدر بڑھائی اور ہمنے تمکو انکے
ملک اور زمین کا وارث بنایا اس سے
پیشتر وہ لوگ تمہارے باپ پر ہر نماز فریضہ
کے بعد لعن کیا کرتے تھے جیسا کہ کفار پر لعن
کیا جاتا ہے پس ہم نے انکو ذلیل اور رسوا کیا
اور انکی (یعنی علی) فضیلت بیان کی

على فقد مناه بنى حمزة والعباس
وجعفر ... اولئك مضوا سالمين
مسلماً منهم وابتلى ابوك بالدماء
ولقد علمت ان مآثرنا في الجاهلية
سقاية الحجيج الاعظم وولاية
زمزم وكانت للعباس من دون
اخوته فنازعنا فيها ابوك الى عمر
فقضى لنا عمر بها وتوفي رسول الله
عليه وسلم وليس من عمومته احد
حياً الا العباس وكان وارثه دون
بني عبد المطلب وطلب الخلافة
غير واحد من بني هاشم
فلم ينلها الا ولده فاجتمع
للعباس انه ابو رسول الله
صلى الله عليه وسلم
خاتم الانبياء وبنوه القادة
الخلفاء فقد ذهب بفضل
القديم والحديث ولولا ان
العباس اخرج الى بدر
كرها لمات عماك طالب
وعقيل جوعاً او يلحسان جفان

اور انکے ذکر کو بڑھایا پس تمنے اسپلو یا ست
مقابلہ میں ولیاں بنالیا۔ اور تمنے یہ سمجھ لیا کہ ہم
علی کی فضیلت کیوجہ سے حمزہ اور عباس اور
جعفر پر علی کو مقدم کرتے ہیں حالانکہ سب کے سب
اچھے گئے۔ اور ہر ابتلا سے محفوظ بھی رہے اور
تمہارا باپ خونریزی میں مبتلا کیا گیا۔ تمکو معلوم
ہے کہ جاہلیت میں ہماری عزت حاجیوں کو زمزم
پلانا تھی اور زمزم کا متولی ہونا تھا اور یہ
عباس کے قبضہ میں تھا نہ کہ انکے اور بھائیوں
کے۔ اس معاملہ میں تمہارے باپ نے عمر کے
روبرو ہم سے جھگڑا کیا عمر نے اسکا فیصلہ
ہمارے حق میں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے وفات پائی اور انکے چچاؤں میں سے
عباس کے سوا کوئی زندہ نہ تھا۔ پس یہی وارث
ہوئے نہ اور بنی عبد المطلب بنی ہاشم میں سے
اور لوگوں نے بھی خلافت کی خواہش کی مگر
کسیکو سوائے اولاد عباس کے نصیب ہوئی۔
اس حالت سے عباس میں یہ امور مجتمع ہو گئے
کہ انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ
ہونیکا شرف حاصل ہوا اور انکے لڑکے خلیفہ ہوئے
غرض جدید اور قدیم فضیلت عباس کو

عتبة وشيبة ما ذهب عنهما
العار والشنا ولقد جاء
الاسلام والعباس
يمون ابا طالب وعيالهم
ثم فدى عقيلا يوم بدر
فعززنا كم في الكفر و
فدينا كم من الاسر وورثنا
كم خاتم الانبياء وادركنا
بثاركم اذ عجزتم عنه ووضعنا
كم بحيث لم تضعوا انفسكم
والسلام۔

حاصل ہوگئی۔ اور اگر بدر میں عباس بکار آمد نہ ہوتے تو تمہارے چچا طالب و عقیل بھوکوں مرجاتے یا عتبہ و شیبہ کے لگنوں کو چاٹا کرتے اصل یہ ہے کہ عباس نے انکی عزت و آبرو رکھ لی۔ اسلام آیا تو بھی عباس طالب کے خبرگیراں رہے۔ جنگ بدر میں عقیل کا فدیہ دیا ہم نے کفر میں بھی تمہاری عزت بڑھائی فدیہ دیکے قید سے چھوڑایا اور تمہارے سوا ہم خاتم الانبیاء کے وارث ہوئے۔ تمہارا بدلہ ہمنے لیا جبکہ تم اس سے عاجز ہوگئے تھے اور ہم نے تمکو اس جگہہ پر رکھا جہاں تم اپنے کو نہ رکھ سکتے تھے۔ والسلام

اس تحریر کے روانہ کرنے کے بعد ابو جعفر منصور نے محمد بن عبداللہ سے جنگ کرنیکو اپنے بھائی عم زاد عیسیٰ بن موسیٰ بن علی کو روانہ کیا چنانچہ عیسیٰ نے ایک عظیم لشکر کے ساتھ محمد بن عبداللہ پر چڑھائی کی۔ مدینہ منورہ میں دونوں حریفوں میں صف آرائی ہوئی۔ پندرہویں ماہ رمضان المبارک ۱۴۵ھ کو ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ میدان جنگ عیسیٰ کے ہاتھ رہا محمد بن عبداللہ مہدی کو ہزیمت ہوئی اسکا بیٹا علی نامی سندھ کیطرف بھاگ گیا اور وہیں تا بقاء حیات مقیم رہا۔ دوسرا بیٹا عبداللہ اشتر روپوش ہوگیا اور اسی حالت روپوشی میں مرگیا۔ ان لوگوں کی حالت کو ہمنے کامل طور سے ابو جعفر منصور کے حالات کے ضمن میں لکھ دیا ہے۔

اس کامیابی کے بعد عیسیٰ نے خلیفہ منصور کیجانب مراجعت کی۔ منصور نے ایک دوسرا لشکر مرتب کرکے محمد مہدی کے بھائی ابراہیم سے لڑنے کو عیسیٰ روانہ کیا۔ اسی ۱۴۵ھ کے آخری ماہ ذی قعدہ میں ابراہیم اور عیسیٰ میں معرکہ آرائی ہوئی۔ اس معرکہ میں بھی ابراہیم کو ہزیمت ہوئی

اثنا، دار وگیر میں مارا گیا جیسا کہ ہم خلیفہ منصور کے حالات میں تحریر کر آئے ہیں منجملہ اُن لوگوں کے جو ابراہیم کے ساتھ اس لڑائی میں کام آئے عیسیٰ بن زید بن علی بھی تھا۔

ابن قتیبہ کا یہ خیال ہے کہ عیسیٰ بن زید بن علی نے بعد قتل ابو مسلم منصور کی مخالفت کا علم بلند کیا تھا اور ایک لاکھ بیس ہزار فوج سے منصور کے مقابلہ پر آیا تھا۔ دونوں حریف میں مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں تا آنکہ منصور کو اضطراب پیدا ہو گیا میدان جنگ سے بھاگ جانے کا قصد کیا لیکن اسکے بعد ہی عنوان جنگ ایسا کچھ تبدیل ہو گیا کہ عیسیٰ کو ہزیمت ہو گئی۔ ابراہیم بن عبداللہ کے پاس بصرہ بھاگ گیا اور وہیں ٹھیرا رہا۔ یہانتک کہ عیسیٰ بن موسیٰ بن علی نے اُنپر چڑھائی کی اور ان دونوں کی زندگانی کا خاتمہ کر دیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

بعد اسکے ۱۶۹ھ زمانہ خلافت مہدی میں بنی حسن سے حسین بن علی بن حسن بن حسن بن علی ابن ابیطالب نے مدینہ منورہ میں علم خلافت کے خلاف سر اوٹھایا آل محمد کی حمایت کی لوگوں نے بعیت کی۔ سامان سفر درست کرکے مکہ کا راستہ لیا۔ خلیفہ ہادی کو اسکی خبر لگی محمد بن سلیمان بن علی کو جو اتفاق وقت سے بقصد حج بصرہ سے دار الخلافت میں آیا ہوا تھا یوم ترویہ کو حسین بن علی کے جنگ پر مامور کیا۔ مکہ سے تین میل کی مسافت پر مقام فخہ میں مقابلہ ہوا کھیت محمد بن سلیمان کے ہاتھ رہا حسین بن علی معہ اپنے اعزہ کے مارے گئے باقیماندہ بھزار خرابی اپنی اپنی جان بچا کے بھاگے جنمیں انکے چچا ادریس بن عبداللہ بھی تھا۔ ادریس میدان جنگ سے بھاگ کے مصر میں جا کے دم لیا۔ مصر کے محکمہ خبر رسانی پر ان دنوں واضح خادم صالح بن منصور معروف بہ مسکین مامور تھا چونکہ اسکو شیعیت کی جانب میلان تھا ادریس کے آنے کی خبر پا کے ادریس کے پاس گیا جہاں کہ وہ روپوش تھا اور اسکو ڈاک کے گھوڑوں کے ذریعہ سے مغرب کیطرف روانہ کر دیا اسکے ہمراہ اسکا خادم راشد بھی تھا ۱۷۰ھ میں ولیلی میں جا کے مقیم ہوا ولیلی میں ان دنوں اسحاق بن محمد بن عبد الحمید امیر اوربہ موجود تھا جو قبیلہ بربر کا ایک نامور شخص تھا اسنے ادریس کے بڑی آؤ بھگت کی عزت واحترام سے ٹھیرایا اور بربر کو

مجتمع کرکے اسکی خلافت کی ترغیب دی بالآخر اسحاق خلافت عباسیہ سے منحرف ہو کر ادریس کا مطیع
ہو گیا۔ بربریوں نے بھی اپنے سردار کے مائل ہو جانے سے ادریس کی بیعت کر لی اور اس کے
علم حکومت کے مطیع ہو گئے۔ اس زمانہ میں مغرب میں مجوسی بھی رہتے تھے بربریوں نے ان سے
معرکہ آرائی کی متعدد لڑائیاں ہوئیں تاآنکہ وہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور ادریس
المغرب الاقصیٰ پر کامیابی کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔ بعد ازاں ۱۷۳ھ میں تلمسان پر بھی قبضہ
کر لیا اور رفتہ رفتہ ملوک زناتہ نے اسکے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکائی اور اس کی
حکومت و دولت کو کامل طور سے استقلال و استحکام حاصل ہو گیا ابراہیم بن اغلب والی قیروان
نے خلیفہ رشید کو اسکی اطلاع دی خلیفہ رشید نے خلیفہ مہدی کے خادموں میں سے سلیمان
بن جریر معروف بہ شماخ نامی ایک خادم کو اپنا خط دیکے ابراہیم کے پاس قیروان روانہ کیا ابن
اغلب نے پروانہ راہداری دیکے المغرب الاقصیٰ جانے کی اجازت دیدی چنانچہ شماخ نے
المغرب الاقصیٰ میں جا کے ادریس کے پاس قیام کیا اور یہ ظاہر کیا کہ میں علم خلافت عباسیہ سے بیزار
ہو کے طالبیوں کی حکومت کے سایہ میں قیام کرنے کو آیا ہوں۔ امام ادریس نے شماخ کو اپنے
خاص مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ شماخ اپنی عمدہ کارگزاریوں سے ادریس کی آنکھوں میں ایسا
عزیز ہو گیا کہ وہ اسکی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ بعد چندے ادریس کو دانتوں کی درد کی شکایت پیدا
ہوئی۔ شماخ نے دوا میں زہر ملا کے دانتوں پر ملنے کو دیا۔ جوں ہی ادریس نے اس دوا کو دانتوں پر
ملا اسیوقت اسکا دم گھٹ گیا اور اس طرح سے جیسا کہ مورخین کا خیال ہے ادریس کی موت
وقوع میں آئی۔ ۱۷۵ھ کا یہ واقعہ ہے۔ مرنے کے بعد ادریس ولیلی ہی میں دفن کیا گیا۔
اور شماخ دوا دیکے بخوف بھاگ نکلا۔ راشد نے پیچھا کیا وادی ملویہ میں شماخ سے جا بھڑا دونوں
میں دو دو ہاتھ چلے۔ راشد نے شماخ کا ایک ہاتھ بیکار کر دیا مگر شماخ نے جیوں تیوں وادی
کو طے کرکے اپنی جان بچائی۔

بربریوں نے بعد موت ادریس اسکے بیٹے ادریس کی بیعت کی اور اسکی اطاعت و فرمانبرداری

میں سرگرمی سے کام لینے لگے۔ رفتہ رفتہ افریقہ اور اندلس سے اکثر عرب المغرب الاقصیٰ میں ادریس بن ادریس کے پاس چلے آئے جس سے ادریس کی قوت بڑھ گئی اور بنو اغلب امراء افریقہ اسکی مدافعت نہ کرسکے نتیجہ یہ ہوا کہ ادریس اور اسکے آیندہ نسلوں کے قدم استحکام کے ساتھ المغرب الاقصیٰ کی حکومت پر جم گئے اور ایک دولت و حکومت قائم کرلی تاآنکہ ابو العالیہ اور اسکی قوم مکناسہ امراء خلفاء عبیدیین کے ہاتھوں ۳۱۳ھ میں اس حکومت و دولت کا خاتمہ ہوا جیسا کہ ہم اسکو اخبار بربر میں بیان کرینگے اور وہاں پر انکے ہر ایک بادشاہ کی علیحدہ علیحدہ بادشاہی اور انتزاع حکومت کے احوال احاطۂ تحریر میں لائینگے کیونکہ یہ حالات بربر کے متعلقات سے ہیں جو انکی حکومت و دولت کے بانی مبانی تھے۔

بعد ان واقعات کے یحیی برادر محمد بن عبداللہ بن حسن نے دیلم کے ساتھ ۱۷۶ھ عہد خلافت ہارون میں خروج کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اسکا جاہ و جلال حد سے زیادہ بڑھ گیا خلیفہ ہارون نے فضل بن یحیی برمکی کو اس مہم کے سر کرنے کو روانہ کیا چنانچہ فضل نے طالقان میں پہونچکے یحیی سے خط و کتابت شروع کی اور بلاد دیلم سے اسکو بلانے کی عاقلانہ تدبیریں کرنے لگا آخر الامر فضل نے یحیی کو سمجھا بوجھا لیا اور اپنی حکمت عملیوں سے اسکو دار الخلافت بغداد میں لایا خلیفہ ہارون نے جو کچھ فضل نے یحیی سے اقرار و عہد کیا تھا سب کو پورا کیا۔ سال بھر کی تنخواہ ایکمشت دیدی بعد ازاں آل زبیر کے لگانے بجھانے سے یحیی کو قید کردیا بیان کیا جاتا ہے کہ بعد چندے رہا کردیا تھا اور تالیف قلوب کے خیال سے مال و زر بھی عطا کیا تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ رہائی کے ایک ماہ بعد خلیفہ ہارون نے زہر دلوا دیا تھا جس سے یحیی کی موت وقوع میں آئی۔ اور بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ جعفر بن یحیی نے بلا اجازت خلیفہ ہارون کے یحیی کو جیل سے رہا کردیا تھا اسی وجہ سے برامکہ کی بربادی اور رتباہی ہوئی۔

غرض بنی حسن کی اس تبدیلی احوال سے حالت دگرگوں ہوگئی اور زیدیہ کا دور دورہ ایک مدت کے لئے خاموشی اور گمنامی کے گوشہ میں جا چھپا تاآنکہ ان میں سے بعد چندے

یمن اور دیلم میں چند لوگ ظاہر ہوئے جیساکہ ہم آیندہ تحریر کرینگے واللہ غالب علیٰ امرہ۔

خروج فاطمیین بعد فتنہ بغداد

ابوجعفر منصور کے وقت سے دولت عباسیہ کو استحکام ہوگیا تھا۔ خوارج اور شیعہ کے ایلچیوں کی عاملانہ تدبیریں زاویہ سکون میں مستتر ہوگئیں تھیں تاآنکہ خلیفہ ہارون الرشید کا انتقال ہوگیا اور اسکے لڑکوں میں نزاع کا دروازہ کھل گیا امین الرشید طاہر بن حسین کے ہاتھ مارا گیا۔ محاصرہ بغداد میں لڑائی قتل اور غارتگری جو واقع ہونیوالی تھی واقع ہوئی۔ اور مامون الرشید فتنہ و فساد فرو کرنے اور اہل خراسان کی تسکین کی غرض سے خراسان ہی میں مقیم رہا۔ انتظاماً عراق کی حکومت پر حسن بن سہل کو مامور کیا اس تقرری کا عمل میں آنا تھا کہ عراق میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ مامون الرشید کے اراکین دولت میں اسوجہ سے کہ فضل بن سہل خلیفہ مذکور کے ناک کا بال ہو رہا تھا گروہ بندی شروع ہوگئی اسوقت شیعہ کو موقع ملگیا نظر تعمق سے مآل کار کو دیکھنے لگے۔ علویہ کو حکومت و دولت حاصل کرنے کی طمع دامنگیر ہوئی عراق میں ابراہیم بن محمد بن حسن مثنیٰ کی نسل سے کچھ لوگ موجود تھے (ابراہیم وہ شخص ہے جو عہد خلافت منصور میں بصرہ میں مارا گیا تھا) منجملہ اُن لوگوں کے جو ابراہیم کی نسل سے عراق میں تھے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم نامی ایک شخص تھا جسکو اسکے باپ نے لکنت کیوجہ سے "طباطبا" کا لقب دیا تھا۔ اسکے گروہ والے اکثر زیدیہ تھے جو اس کے امامت کے قایل اور اس امر کے مقر تھے کہ اسکو بذریعہ وراثت اپنے آباء و اجداد ابراہیم امام سے امامت حاصل ہوئی ہے۔ جیساکہ ہم اوپر اسکے حالات بیان کر آئے ہیں۔ چنانچہ سنہ ۱۹۹ھ میں طباطبا نے خروج کیا اور اپنی امامت و خلافت کا دعویدار ہوا۔ ابوالسرایا سری بن منصور (جو بنی شیبان کا معزز سردار تھا) نے طباطبا کے بیان کی تائید کی اور اس کی امامت و خلافت کی بیعت کرکے حمایت کی غرض سے لشکر مرتب کرنے لگا تھوڑے دنوں میں ایک عظیم لشکر فراہم کرکے کوفہ پر قبضہ کرلیا۔ قرب و جوار کے عربوں نے اطاعت قبول کرلی جس سے اسکی جمعیت بہت بڑھ گئی۔ حسن بن سہل نے زہیر بن مسیب کو طباطبا سے جنگ کرنے کو

روانہ کیا۔ طبا طبا نے پہلے ہی جنگ میں زہیر کو شکست دیکے اسکے لشکرگاہ کو لوٹ لیا۔ بعد اسکے اگلے دن صبح کو طبا طبا دفعتہً مر گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو السرایا نے اسکو زہر دلوا دیا تھا وجہ یہ تھی کہ طبا طبا نے اسکو مال غنیمت سے روکا تھا بہر کیف ابو السرایا نے اسی دن محمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی (زین العابدین) بن حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چونکہ محمد میں کام کرنے کی قابلیت نہ تھی ابو السرایا ہر کام میں پیش پیش اور سفید و سیاہ کرنے کا مالک ہو گیا خلیفہ مامون کی فوجوں نے اسپر دھاوا کیا۔ ابو السرایا نے انکو شکست فاش دی اور بصرہ، واسط، اور مدائن پر قبضہ حاصل کر لیا۔ حسن بن سہل نے جھلا کے ہرثمہ بن اعین کو بسرافسری عظیم فوج اس مہم پر روانہ کیا۔ ہرثمہ کو ان دنوں حسن سے کسی وجہ سے کشیدگی تھی مگر حسن نے اسکو راضی کر لیا۔ چنانچہ ہرثمہ نے ابو السرایا اور اسکے ہمراہیوں پر فوجکشی کی اور نہایت مردانگی سے ابو السرایا کو مداین کی لڑائی میں ہزیمت فاش دی اور ان میں سے ایک گروہ کثیر کو مار ڈالا۔ ابو السرایا نے مدائن میں شاہی فوج سے شکست کھا کے حسین افطس بن حسن بن علی زین العابدین کو مکہ روانہ کیا، محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ بن حسن کو مدینہ بھیجا اور زید بن موسیٰ بن جعفر الصادق کو بصرہ پر مامور کیا۔ زید بن موسیٰ کو زید النار کے لقب سے بھی اس زمانہ میں لوگ یاد کرتے تھے اس مناسبت سے کہ انہوں نے بصرہ میں بہت سے آدمیوں کو جلا دیا تھا۔ پس ان لوگوں نے مکہ، مدینہ اور بصرہ پر قبضہ حاصل کر لیا ان دنوں مکہ میں مسرور خادم اکبر اور سلیمان بن داؤد بن عیسیٰ موجود تھا یہ دونوں حسین کے آنے کی خبر پا کے مکہ چھوڑ کے بھاگ گئے۔ بقیہ حجاج موقف میں ٹھہرے رہے اگلے دن حسین نے مکہ میں داخل ہو کے حجاج کو بھی کھولکر لوٹا۔ زمانہ جاہلیت سے خانہ کعبہ میں جو خزانہ تھا جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد آپ کے خلفاء نے بھی بدستور قائم رکھا تھا نکال لیا اس خزانہ میں جیسا کہ روایت کیجاتی ہے دو سو قنطار سونا تھا حسین نے اسکو اپنے ہمراہیوں پر تقسیم کر دیا۔ بعد ازاں ہرثمہ نے ابو السرایا سے لڑائی چھیڑ دی۔ اس معرکہ میں ابو السرایا کو ہزیمت ہوئی بھاگ کر کوفہ پہونچا ہرثمہ نے تعاقب کیا۔

ابوالسرایا نے کوفہ کو چھوڑ کے قادسیہ کا راستہ لیا۔ ہرثمہ نے کوفہ میں داخل ہو کے قبضہ کرلیا ابوالسرایا نے قادسیہ میں بھی امن کی صورت نہ دیکھ کے واسط کا رخ کیا عامل واسط نے تلوار اور نیزوں سے اسکا استقبال کیا۔ ابوالسرایا شکست کھا کے جلولا چلا گیا والی جلولا نے اسکو گرفتار کرکے پا بزنجیر حسن بن سہل کے پاس نہروان میں لایا حسن بن سہل نے قتل کا حکم دیدیا یہ واقعہ سنہ ۲۰۰ھ کا ہے رفتہ رفتہ اس واقعہ کی خبر علویہ تک مکہ میں پہونچی۔ سبھوں نے مجتمع ہوکے محمد بن جعفر الصادق کے ہاتھہ پر بیعت کی اور امیر المومنین کے لقب سے مخاطب کرنے لگے۔ مگر انکے دونوں لڑکے علی وحسین انپر ایسا غالب ومستولی ہو گئے کہ انکی موجودگی میں انکو کسی قسم کا اختیار نہ حاصل ہوا۔

ابراہیم بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق معہ اپنے اہل بیت کے یمن چلے گئے اور وہاں پر اپنی امارت وخلافت کی بنیاد ڈالی، نہایت قلیل مدت میں اکثر بلاد یمن پر قابض ومتصرف ہو گیا۔ چونکہ اس نے کثرت سے لوگوں کو قتل کیا تھا اسوجہ "یہ جزّار" کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے بھاگ بن موسیٰ بن عیسیٰ والی یمن کسی طرح سے اپنی جان بچا کے خلیفہ مامون کی خدمت میں بھاگ گیا خلافت مآب نے سامان جنگ اور فوج کثیر عطاء فرما کے انہیں علویوں کے سر کرنے کو پھر رخصت کیا چنانچہ اسحاق نے مکہ میں پہونچکے علویوں کو نیچا دکھایا۔ محمد بن جعفر الصادق نہ ہمیت اٹھا کے ساحل عرب کی طرف بھاگے اسحاق نے تعاقب کیا اور محمد بن جعفر الصادق کی تلاش وجستجو پر لوگوں کو ادہر اُدہر پھیلا دیا۔ محمد بن جعفر الصادق نے گھبرا کے امان طلب کی اسحاق نے امان دی مکہ میں آئے خلیفہ مامون کی خلافت کی بیعت کی اور منبر پر اسکے نام کا خطبہ پڑھا۔ اس واقعہ سے پیشتر شاہی فوجیں یمن میں پہونچگئی تھیں اور اس نے یمن کو علویوں سے خالی کرالیا تھا اور دولت عباسیہ کا سیاہ پھریرہ کامیابی کی ہوائیں لہرا رہا تھا۔ بعد اس کے حسین الطس نے بدعوی دارئ خلافت مکہ میں پھر خروج کیا۔ خلیفہ مامون نے اسکو اور اسکے دونوں بیٹوں علی ومحمد کو قتل کرکے علویوں سے اپنے ممالک مقبوضہ کو پاک وصاف کرلیا مگر بعد چندے شیعوں کی کثرت اور تمام

ممالک اسلامیہ میں ان کے ایلچیوں کے پھیل جانے کے وجہ سے اور نیز اس سبب سے کہ مامون کے خیالات اور عقاید علی بن ابیطالب اور سبطین (حسن و حسین) علیہم السلام کی بابت قریب قریب انہیں لوگوں کے خیالات اور عقاید کے تھے سنہ ۲۰۱ھ میں علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب کو اپنا ولیعہد بنایا اور ایک گشتی فرمان مشعر باین مضمون کہ میرے بعد تاج و تخت خلافت کے مالک علی رضا ہونگے روانہ کیا درباری لباس بجائے سیاہ کپڑوں کے سبز کپڑوں کو قرار دیا عباسیوں کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی عراق میں مامون کے چچا ابراہیم بن مہدی کی خلافت کی بیعت سنہ ۲۰۲ھ میں لیگئی بغداد میں اس جدید خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے۔ مامون الرشید اس ہنگامہ کے فرو کرنے کو خراسان سے عراق کی جانب روانہ ہوا اتفاق یہ کہ اثناء راہ میں دفعۃً علی رضا بن موسی کاظم ولیعہد کا ۲۰۳ھ میں انتقال ہوگیا مقام طوس میں مدفون ہوئے مامون الرشید قطع مسافت کرکے سنہ ۲۰۴ھ میں دار الخلافت بغداد پہونچا اپنے چچا ابراہیم کو گرفتار کرلیا۔ مگر پھر اسکی عفو تقصیر کردی اور چونکہ ولیعہد کا انتقال ہوچکا تھا اسوجہ سے فتنہ و فساد فرو ہوگیا۔

بعد اسکے سنہ ۲۰۹ھ میں عبد الرحمن بن احمد بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابیطالب نے یمن میں علم مخالفت بلند کیا اہل یمن نے آل محمد کی حمایت کی اسکے ہاتھ پر بیعت کی۔ خلیفہ مامون نے اپنے غلام دینار نامی کو بسرافسری ایک فوج عظیم اس مہم کے سر کرنے کو بھیجا۔ عبد الرحمن نے دینار کے پہونچتے ہی امن کی درخواست کی اور علم خلافت کی اطاعت قبول کرلی۔ پھر زیدیوں نے سر زمین حجاز، عراق، جبال اور دیلم میں بکثرت خروج کیا ان میں سے ایک گروہ کثیر مصر بھاگ گیا اور ایک بہت بڑی جماعت کو حامیان علم خلافت نے گرفتار کرلیا۔ مگر بایں ہمہ ہر چہار طرف ملک کے ایلچی پھیل گئے۔ پس پہلے ان زیدیوں میں سے جس نے واقعہ متذکرہ بالا کے بعد خروج کیا وہ محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن زین العابدین تھا۔ ۲۱۹ھ میں خلیفہ معتصم کے خوف سے خراسان بھاگ گیا پھر خراسان سے طالقان چلا گیا اور اپنی خلافت و حکومت کا دعوی دار رہا۔ زیدیہ کے

کل گروہوں نے اسکی متابعت کی تھوڑے ہی دنوں میں بہت بڑی جماعت ہو گئی عبداللہ
بن طاہر والی خراسان نے علم خلافت کی طرف سے محمد بن قاسم پر فوجکشی کی متعدد لڑائیاں
ہوئیں بالآخر عبداللہ بن طاہر کامیاب ہوا اور محمد بن قاسم کو گرفتار کرکے دربار خلافت میں بھیجدیا
خلیفہ معتصم نے جیل میں ڈالدیا تا آنکہ بحالت قید محمد بن قاسم نے قید حیات سے رہائی پائی بعضوں
کا بیان ہے کہ زہر دیا گیا۔

محمد بن قاسم کے بعد کوفہ میں حسین بن محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسین اعرج بن علی
بن زین العابدین ۲۵۱ھ میں دعوی دار خلافت وحکومت ہوئے بنی اسد کا قبیلہ ان کا
مطیع ہو گیا علاوہ اس کے انکے اور ہواخواہ اور گروہ والے ہر جگہ سے انکے پاس چلے آئے۔
امراء دولت عباسیہ سے ابن شیکال نے اس طوفان کے روکنے پر کمر ہمت باندھی حسین
اور ابن شیکال میں معرکہ آرائی ہوئی کھیت ابن شیکال کے ہاتھ رہا حسین بھاگ کر صاحب زنج
کے پاس پہونچا اور اسی کے پاس قیام کیا۔ کوفیوں نے واپسی کے خطوط لکھے مگر وہ واپس نہ
آیا تھوڑے دنوں بعد صاحب زنج نے خلافت عباسیہ کے خلاف علم مخالفت بلند کیا اور اسنے
بھی نیچا دیکھا۔ ہزیمت کھاکے بھاگا اثناء دار وگیر میں مارا گیا۔

صاحب زنج نے حسین کے چند دنوں بعد بصرہ میں خروج کیا کل عبیدیان بصرہ نے اسکی
اطاعت قبول کرلی علم خلافت کے لئے یہ ایک خطرناک واقعہ پیش آگیا۔ صاحب زنج اپنی زبان
مین کہا کرتا تھا کہ میں عیسی بن زید شہید کی اولاد سے ہوں میرا نام علی بن محمد بن زید بن عیسی ہے
پھر اپنے کو یحیی بن زید شہید کی طرف نسبا منسوب کیا اور حق یہ ہے کہ اہل بیت کا یہ ایک ایلچی تھا
جیسا کہ ہم اسکے حالات میں بیان کرینگے سو موفق برادر خلیفہ معتمد نے اسکی سرکوبی کی مہم اپنے ہاتھ میں
لی۔ دونوں حریف خوب خوب لڑے متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر کار صاحب زنج مارا گیا اور اس
دعوت کا نشان صفحۂ ہستی سے محو کردیا گیا جیسا کہ ہم اوپر موفق کے حالات کے ضمن میں لکھ آئے ہیں
اور دوبارہ عنقریب انکے حالات میں لکھنے والے ہیں۔

پھر دیلم میں حسن بن زید بن حسن سبط کی اولاد سے حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن معروف بہ علوی سنہ ۲۵۰ھ میں خلافت وحکومت کا مدعی ہوا طبرستان، جرجان اور اسکے کل صوبہ پر مستولی ومتصرف ہوگیا یہاں پر اسکی اور اسکے گروہ زیدیہ کی ایک مدت تک حکومت قایم رہی ہے جو آخری تیسری صدی ہجری میں منقرض ہوئی اور اسکے جانشین حسن سبط کی اولاد ہوئی بعدہ عمر بن علی زین العابدین کی نسل سے ناصر اطروش یعنی حسن بن علی بن حسین بن علی بن عمر برادر عم زادہ والی طالقان اس ریاست وحکومت کا وارث ہوا - دیلم اسی اطروش کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے اور انہیں کی امداد واعانت سے اطروش نے طبرستان وغیرہ پر قبضہ حاصل کیا تھا - یہاں پر اسکی اور اسکی آیندہ نسلوں کی دولت وحکومت کا سلسلہ جاری وقائم ہوا بلاد اسلامیہ پر دیلم کے قابض ہونے اور خلفاء عباسیہ پر مستولی ہونے کے یہی باعث ہوئے جیسا کہ ہم ان کی حکومت کے حالات میں بیان کرینگے -

پھر یمن میں زیدیہ سے یحیٰی بن حسین بن قاسم رسی بن ابراہیم طباطبا برادر محمد دست ابو السرایا نے سنہ ۲۸۸ھ میں خروج کیا اور کامیابی کے ساتھ صعدہ پر مستولی ہوگیا بعد اسکے اسکی آیندہ نسلوں نے اپنی حکومت کا سلسلہ اسوقت تک جاری وقائم رکھا ہے اور اسکو زیدیہ کے مرکز حکومت ہونے کا شرف حاصل ہے جیسا کہ تم انکے حالات میں پڑھوگے -

انہیں واقعات کے اثنا میں محمد وعلی پسران حسن بن جعفر بن موسیٰ کاظم مدینہ منورہ میں خلافت وحکومت کے دعوی دار ہوئے - مدینہ منورہ اور اسکے گرد ونواح کو لوٹ لیا - غارتگری لوٹ مار شروع کردی - مسجد نبوی صلعم میں تقریباً ایک ماہ تک نماز نہ پڑھی گئی - یہ واقعہ سنہ ۲۷۱ھ کا ہے -

پھر مغرب میں رافضیوں کے ایلچیوں میں سے ابو عبداللہ شیعی سنہ ۲۸۰ھ میں عبید اللہ مہدی بن محمد بن جعفر بن محمد بن اسماعیل امام بن جعفر صادق کی طرف سے کتامہ قبائل بربر میں ظاہر ہوا چنانچہ قیروان میں اغالبہ پر مستولی ومتغلب ہوا اور سنہ ۲۹۶ھ میں عبید اللہ مہدی کی خلافت

کی بیعت المغرب الاقصیٰ میں لیگئی۔ اسیوقت سے المغرب الاقصیٰ میں اسکی دولت وحکومت
کی بنا و استحکام کے ساتھ پڑتی ہے جسکی وارث اسکی آیندہ نسلیں ہوتی ہیں بعد اسکے ۳۵۶ھ میں
انہیں لوگوں میں سے المعز لدین اللہ محمد بن اسماعیل بن ابو القاسم بن عبید اللہ المہدی نے
مصر وقاہرہ پر قبضہ حاصل کیا۔ بعد چندے شام پر بھی متصرف ہو گیا ایک مدت تک اسکی اور
اسکی اولاد کی حکومت و دولت کا سکہ کامیابی کے ساتھ چلتا رہا تا آنکہ زمانہ حکومت عاضد لدین اللہ
میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں ۵۶۷ھ میں انکی دولت وسلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

۲۵۸ھ میں دعاۃ رافضہ (رافضیوں کے ایلچیوں) سے فرج بن یحییٰ نامی ایک شخص
سواد کوفہ میں ظاہر ہوا۔ اس نے ایک کتاب بھی باظہار اس امر کے روبرو رافضیوں کے پیش
کی تھی کہ یہ کتاب احمد بن محمد بن حنفیہ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب میں کلمات کفر وتحلیل و
تحریم درج تھے۔ اسکا یہ دعویٰ تھا کہ احمد بن محمد بن حنفیہ مسیح موعود اور امام زماں ہیں۔ اس نے
سواد کوفہ کو تاخت وتاراج کرکے بلاد شام کی طرف رخ کیا۔ اور اسکو بھی جی کھول کے لوٹا۔ اسی
میں سے ایک گروہ نے بحرین اور اسکے گرد ونواح پر جا کے اپنی حکومت وسلطنت کا سکہ جمایا
اس گروہ کا سردار ابو سعید جنابی تھا۔ [illegible] جاری وقایم ہوا
جسکے وارث اسکے لڑکے ہوئے تا آنکہ صفحۂ ہستی سے انکی حکومت [illegible] کا نام بھی محو کر دیا گیا
جیسا کہ انکی دولت وحکومت کے حالات آیندہ بیان کیے جائینگے انکے [illegible] خلفاء عباسیین کے
علم حکومت کے مطیع اور تابعدار تھے بنکی حکومت وسلطنت [illegible] الاقصیٰ [illegible] تھی۔

پھر عراق میں اسماعیلیہ کی ایلچیوں اور ان رافضیوں [illegible] ظاہر ہوا جس نے
گرد ونواح کے اکثر شہروں پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اسکے اکثر قلعات انکی طرف منسوب کیے جاتے
ہیں ازانجملہ قلعہ موت ہے۔ کبھی بتر اسطہ کی جانب منسوب کیے جاتے تھے اور گاہے عبیدیوں
کی طرف۔ اسی گروہ سے حسن بن صباح قلعہ موت میں تھا تا آنکہ انکی حکومت ودولت کا
سلسلہ آخری دور حکومت سلاطین سلجوقیہ میں منقطع ہو گیا۔

یمامہ، مکہ اور مدینہ میں بھی زیدیہ اور رافضیہ کی حکومتیں رہی ہیں۔ یمامہ میں بنی اخضر یعنی محمد بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ جون بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کی حکومت کے زمانہ میں اسکے بھائی اسماعیل بن یوسف نے سرزمین حجاز میں خروج کیا تھا اور مکہ پر قابض و متصرف ہو گیا تھا بعدہ بقضائے الٰہی مر گیا تب اسکے بھائی محمد نے یمامہ پر فوج کشی کی اور اسپر قابض ہو گیا بعد اسکے اسکی آئندہ نسلیں سریر حکومت پر متمکن ہوتی رہیں تا آنکہ ان پر قرامطہ مستولی و متغلب ہوئے۔ مکہ میں بنی سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ نے حکمرانی کی عہد خلافت مامون میں محمد بن سلیمان موسوم بہ ماہض نے خروج کیا اور مکہ میں کامیابی کے ساتھ اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑا۔ یہاں پر اسکی اور اسکی اولاد کی حکومت کا سلسلہ ایک مدت تک جاری و قائم رہا۔ تا آنکہ ہواشم نے انکو زیر و زبر کیا۔ اسکا سردار محمد بن جعفر بن ابی ہاشم محمد بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن عبداللہ ابوالکرام بن موسیٰ تھا پس اس نے ۴۵۴ھ میں ابراہیم سے قبضہ لے لیا اسی اثنا میں بنی حسن نے مدینہ منورہ پر بھی قبضہ کر لیا غرض مکہ معظمہ میں خلفاء عباسیہ اور عبیدیوں میں چوٹیں چل رہی تھیں کبھی عباسیہ کا اور گاہے عبیدیوں کا خطبہ پڑھا جاتا تھا مگر زمام حکومت و سلطنت بنی حسن ہی کی اولاد کے قبضہ اقتدار میں تھی تا آنکہ آخری چھٹی صدی ہجری میں انکی دولت و حکومت کا انقراض و انقطاع ہوا اور اسکے امراء میں سے بنو ابی نمی مکہ پر متصرف ہوئے جو اسوقت تک حکمران ہیں۔ سب کے پہلے جسنے انہیں سے مکہ معظمہ پر حکومت کا اقتدار حاصل کیا وہ ابو عزیز قتادہ بن ادریس بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد بن سلیمان بن عبداللہ بن موسیٰ جون تھا یہی دولت ہواشم کا وارث و جانشین ہوا اسکے بعد اسکے لڑکے وراثتہً مالک و متصرف ہوئے جیسا کہ آئندہ تم انکے حالات کے تذکرہ میں پڑھو گے۔ یہ سب فرقہ زیدیہ سے تھے۔ مدینہ منورہ میں رافضیوں کی حکومت کا دور دورہ تھا مہنا کی اولاد کے قبضہ اقتدار میں اس سرزمین مبارک کی زمام حکومت تھی۔ مسیحی کہتا ہے کہ اسکا نام حسن بن طاہر بن مسلم تھا عتبی مورخ دولت بنی سبکتگین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مسلم کا اصلی نام محمد بن طاہر تھا اور حسن بن علی زین العابدین کی نسل سے تھا کافور کا یہ دوست اور اسکی حکومت کا منصرم

اور ناظر تھا اسی ذریعہ سے طاہر بن مسلم نے مدینہ منورہ پر سنہ ۳۶۰ھ میں استیلاء و قبضہ حاصل
کیا اور بعد اسکے اسکی آیندہ نسلیں اس سرزمین کی حکومت کی اسوقت تک وارث ہوتی آئیں۔
جیساکہ ہم انکے اخبار میں ان حالات کو بیان کرینگے واللہ وارث الارض ومن علیہا۔

ادارسہ ملوک المغرب الاقصیٰ

جسوقت حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط نے مکہ معظمہ
میں ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۶۹ھ عہد خلافت خلیفہ مہدی میں دعوائے خلافت
کیا اور اس کے اعزہ واقارب جنمیں اسکے دونوں چچا ادریس اور یحییٰ تھے اسکے ہم آہنگ ہوگئے
اور محمد بن سلیمان بن علی نے مقام فخ میں جو مکہ سے تین میل کی مسافت پر ہے معرکہ آرائی کی۔ اس معرکہ میں حسین بن علی
معہ اپنے اہل بیت کے ایک گروہ کے کام آگئے۔ بقیۃ السیف شکست کھا کے بھاگے۔ کچھ لوگ اس میں سے گرفتار کیئے
گئے یحییٰ بن ادریس اور سلیمان کسی نہ کسی طرح سے اپنی جان بچا کے بھاگ گئے۔ بعد چندے یحییٰ نے دیلم کو مجتمع کرکے
خروج کیا۔ جیساکہ اس سے پیشتر ان واقعات اور حالات کو اور نیز یہ کہ خلیفہ راشد نے کس طرح اس
سے مصالحت کی اور کیوں قید کیا تم اوپر پڑھ آئے ہو باقی رہا ادریس۔ وہ بھاگ کر مصر پہونچا۔
ان دنوں محکمہ ڈاک پر واضح معروف بہ مسکین صالح بن منصور کا خادم مامور تھا چونکہ یہ مذہباً
شیعہ تھا ادریس کی آمد کی خبر پاکے ادریس کی پاس گیا جہانکہ وہ چھپا ہوا تھا۔ حکومت ودولت
کے پنجہ سے ادریس کی تخلص وخلاصی کی سوائے اسکے کہ بذریعہ ڈاک مغرب روانہ کردیا جائے اور
کوئی صورت واضح کو نظر نہ آئی۔ جھٹ پٹ سامان سفر درست کرکے ادریس کو چلتا پھرتا کیا۔
چنانچہ بعد طے مسافت ادریس معہ اپنے خادم راشد کے المغرب الاقصیٰ پہونچا۔ سنہ ۱۷۲ھ میں
مقام ولیلہ میں جاکے مقیم ہوا ان دنوں اسحاق بن محمد بن عبد الحمید امیر اوربہ یہاں پر موجود تھا۔
اسنے ادریس کو امن دی اور بربر کو اسکی خلافت وحکومت قائم کرنے کی ترغیب دی اور خلافت
وحکومت کے اسرار اور رازوں کو کھولنے لگا۔ تھوڑے دنوں میں زواغہ، لواتہ، سدراتہ، غیاثہ،
نفزہ، مکناسہ، غمارہ اور مغرب کے تقریباً کل بربریوں نے مجتمع ہوکے ادریس کی خلافت وحکومت
کی بیعت کی اور اسکی تشریف آوری کو رحمت الٰہی کا ایک کرشمہ سمجھا۔ جس روز لوگوں نے ادریس

کی حکومت کی بیعت کی ادسی روز ادریس نے لوگوں کو مجتمع کرکے خطبہ دیا جسمیں لبعد حمد باری و صلوٰۃ رسول صلعم یہ بیان کیا تھا" اے لوگو تم اپنی گردنیں اوٹھا کے ہمارے سوا غیروں کو نہ دیکھو کیونکہ جو ہدایت اور راہ راست کی اتباع ہمارے پاس پاؤگے اسکو تم دوسروں کے پاس ہرگز نہ پاؤگے" اسقدر کہہ کے منبر سے اوترآیا بعد چند دنوں کے اسکے بھائیوں میں سے سلیمان بھی اسکے پاس آرہا اور سرزمین زناتہ (متعلقات تلمسان) اور اسکے اطراف میں مقیم ہوا جیسا کہ ہم آیندہ اسکے حالات بیان کرینگے۔

الغرض جسوقت ادریس کی حکومت کو استحکام و استقلال حاصل ہوگیا اسوقت اس نے فوجیں مرتب کرکے مغرب میں اُن بربریوں پر فوج کشی کی جو ہنوز دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور وہ مذہباً مجوسی، یہودی اور نصرانی تھے مثلاً قندلاوہ، بہلوانہ اور مدیونہ مازارو غیرہم - چنانچہ ادریس نے تامسنا، شالہ اور رباولہ وغیرہ شہروں کو جنکے اکثر باشندے یہودی اور نصرانی تھے بزور تیغ مفتوح کیا ان لوگوں نے طوعاً او رکرہاً اسکے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اسنے اُنکے قلعوں اور مضبوط مضبوط فصیلوں کو توڑپھوڑ ڈالا بعد ازاں ۱۷۳ھ میں تلمسان پر چڑھائی کی - تلمسان میں ان دنوں بنی یعرب اور مغراوہ کا دور دورہ تھا - محمد بن خزر ابن خزلان امیر تلمسان نے ادریس سے ملاقات کی اطاعت و فرمانبرداری کی گردن جھکادی ادریس نے اسکو اور نیز کل زناتہ کو امان دی تلمسان کی مسجد بنوائی، منبر بنوانے کا حکم دیا اور اپنے نام کو منبر پر کندہ کرایا جو اسوقت تک موجود ہے بعد اسکے شہر ولیلی واپس آیا خلیفہ رشید کو اسکی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہوا خلیفہ مہدی کے غلاموں میں سے ایک غلام سلیمان بن جریر نامی مشہور بہ شماخ کو ایک خط لکھ کے ابن اغلب کے پاس روانہ کیا ابن اغلب نے اسکو پروانہ راہداری دے کے ادریس کے پاس مغرب بھیجدیا - شماخ نے ادریس کے پاس پہونچکے یہ ظاہر کیا کہ میں خلافت عباسیہ سے بیزار ہوکے آپکی حکومت و سایہ عاطفت میں رہنے کو اسقدر مسافت بعیدہ طے کرکے آتا ہوں، امام ادریس نے اسکو اپنے خاص مصاحبوں میں شامل کرلیا ایک روز اتفاق سے ادریس کے دانتوں میں درد پیدا ہوا

شماخ نے ایک منجن جسمیں زہر ملا ہوا تھا پیش کیا جوں ہی ادریس نے استعمال کیا دم گھٹ گیا
جان بحق تسلیم کردی جیسا کہ مورخین کا خیال ہے یہ واقعہ ۱۷۷ھ کا ہے مقام ولیلی میں دفن کردیا گیا
شماخ امام ادریس کو دوا دے کے لوٹ آیا۔ وہ ہوگیا تھا حسب زعم مورخین وادی ملویہ
میں راشد خادم ادریس نے پہونچکے شماخ کو گرفتار کیا۔ دونوں میں دو دو ہاتھ چلے۔ راشد نے
شماخ کا ایک ہاتھ بیکار کردیا مگر شماخ وادی کو سلامت لیکے نکل گیا۔

ادریس کے مرنے پر بربری لوگ سب مجتمع ہو گئے اسکے بیٹے ادریس اصغر کی حکومت کی بنا
ڈالی جو اسکی لونڈی کنزہ کے بطن سے تھا۔ پہلے حالت حمل میں اسکی بیعت کی گئی پھر حالت رضاعت
(شیرخوارگی) میں پھر دودھ چھوڑنے کے بعد تا آنکہ جوانی پر پہونچا اسوقت پھر بربریوں نے جامع ولیلی
میں جبکہ یہ گیارہ سال کا تھا ۱۸۸ھ میں اسکی حکومت و خلافت کی بیعت کی۔

قبل اس کے ابن الاغلب نے بربریوں کو نقد و جنس دے کے ملا لیا تھا اور اسکے اشارہ
سے ۱۸۶ھ میں راشد خادم امام ادریس کو ان لوگوں نے مارڈالا تھا۔ راشد کے بعد ابو خالد
بن یزید بن الیاس عبدی ادریس اصغر کی خبرداری کرنے لگا تا آنکہ ۱۸۸ھ میں اسکی خلافت
و امارت کی بیعت لی گئی۔ پس کل بربریوں نے اسکی حکومت و امارت بطیب خاطر قبول کی۔
شاہی قوانین سیاست و تمدن کی غرض سے مرتب کئے اور رفتہ رفتہ کل بلاد مغرب کو مفتوح
کرلیا۔ اسنے اپنا قلمدان وزارت مصعب بن عیسیٰ ازدی موسوم بہ ملجوم کے حوالہ کیا۔ اسکی
مدبرانہ چالوں اور حکمت عملیوں سے اکثر قبائل عرب اور اندلس نے اسکے علم حکومت کی اطاعت
قبول کرلی چنانچہ پانچسو سے زیادہ آدمی اسکے پاس آ کے مجتمع ہوگئے پس اسنے انہیں لوگوں
کو اپنا معتمد علیہ بنایا۔ حکومت و سلطنت کے اہم اور ذمہ داری کے کام سپرد کئے اور انہیں
لوگوں کی وجہ سے اسکی حکومت و دولت کو استحکام و استقلال حاصل ہوا بعد چندے ۱۹۲ھ
میں امرا و ربیہ اسحاق بن محمد اس الزام میں کہ اسکا ابراہیم بن اغلب والی افریقیہ سے ساز ہوگیا
ہے مارڈالا گیا۔ چونکہ ولیلی ایک چھوٹا مقام تھا اور ارکین دولت و اعوان حکومت آئے دن

بڑھتے ہی جاتے تھے اسوجہ سے ایک دوسرا مقام دارالحکومت بنانے کے لئے تجویز کیا گیا۔
فاس میں بنی یوغش اور بنی خیرو زناغہ رہتے تھے بنی یوغش میں کچھ لوگ مجوسی تھے اور کچھ یہودی
اور نصاری ۔ فاس ہی کے ایک موضع شیبوبہ میں مجوسیوں کا آتشکدہ تھا یہ لوگ ادریس
کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے مگر ان لوگوں میں پہلے ہی سے باہمی نزاع پڑی ہوئی تھی ۔ ادریس
ان لوگوں کی اصلاح کی غرض سے اپنے سکریٹری ابوالحسن عبدالملک بن مالک خزاجی کو روانہ
کیا بعد ازاں خود بھی فاس چلا آیا اور کرواوہ کی بناڈال کے تعمیر کا حکم دیا۔ ۱۹۲ھ میں اندلس
کی سرحد بندی کرائی بعد اسکے ۱۹۳ھ میں قزوبین کی سرحدی دیواریں اور منارے بنوائے
اور قزوبین ہی میں مکانات بنوا کے بولیلی سے اوٹھ آیا۔ جامع شرفا بنوائی۔ قزوبین
کے حدود بابہ سلسلہ سے نہر جوزا و جرف تک تھے اتنے ہی زمانہ میں اسکی خلافت و حکومت
کی بنا مستحکم ہوجاتی ہے حکومت و سلطنت کے ترغیب دینے والے ایلچیوں کا کام بھی باقاعدہ
چل نکلتا ہے اور شاہی تزک و احتشام وغیرہ کی مناسب رویہ سے مہیا موجود ہوجاتا ہے
اس اثنا میں ۱۹۷ھ کا دور آجاتا ہے بقصد جہاد مصامدہ فوجیں آراستہ کرکے نکل کھڑا ہوتا ہے
چنانچہ اسکے اکثر شہروں کو مفتوح کرلیتا ہے اور اہل مصامدہ اسکی حکومت کے سایہ میں انکے پناہ
گزیں ہو جاتے ہیں بعد اسکے تلمسان پر چڑھائی کرتا ہے مسجد کو دوبارہ بنواتا ہے اور منبر کو
بھی درست کراتا ہے ۔ یہاں اسکا تین برس تک مسلسل قیام رہتا ہے بربریوں اور زناتہ
کا انتظام درست ہو جاتا ہے ۔ خوارج کے ایلچی منہ کی کھا کے نکل جاتے ہیں ۔ ۔ سوس الاقصیٰ
سے شلف تک خلافت عباسیہ کی حکومت منقطع ہو جاتی ہے لیکن چند ہی دنوں بعد ابراہیم
بن اغلب نے اپنی مدبرانہ چالوں اور حکمت عملیوں سے ادریس کے اولیائے دولت وارکین
سلطنت کو ملا لیا ۔ چنانچہ بہلول بن عبدالواحد مظفری نے معہ اپنی قوم کے ادریس کی اطاعت
سے منحرف ہو کے خلیفہ ہارون الرشید کے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکا دی اور ایک
وفد طیار کرکے اسکے پاس قیروان میں آیا ۔ ادریس کو ان واقعات نے بربریوں کی طرف سے

مشتبہ کر دیا مصلحتہً ابراہیم بن اغلب سے مصالحت کر لی۔ فتنہ و فساد فرو ہو گیا اس مصالحت کا نتیجہ آیندہ یہ ہوا کہ ہوا خواہان ابراہیم بن اغلب، ادریسیوں کی مدافعت نکر سکے اور ان ادریسیوں نے آہستہ آہستہ حکومت عباسیہ کو المغرب الاقصیٰ سے معدوم کر دیا۔ خلفاء عباس سے اور تو کچھ نہ بن پڑا ادریس پر طرح طرح کے طعن و تشنیع کرنے لگے اور ادریس اول کے نسب میں جرح و قدح شروع کر دی جو مکڑی کے جالے سے بھی کمزور ہے۔

بعد اسکے ادریس سنہ ۲۱۳ھ میں وفات پائی اسکا بیٹا محمد بجائے اسکے سریر حکومت پر بعہد ولیعہدی اپنے باپ کے متمکن ہوا لیکن اسکی دادی کنزہ مادر ادریس کی یہ رائے ہوئی کہ محمد کے اور دوسرے بھائی بھی حکومت و سلطنت میں شریک و سہیم کیئے جائیں۔ چنانچہ اس رائے کی مطابق محمد کے باپ کے ممالک مقبوضہ اس طور پر تقسیم کر دیئے گئے قاسم کو طنجہ ،بلہ[۵] بصرہ، سبتہ، تیطاوین ... قلعہ حجر النسر اور اسکے مضافات ... اور قبائل دیئے گئے عمر کو ... تبکیسان، ترغہ اور وہ قبائل جو مابین اسکے صنہاجہ اور غمارہ تھے ملے ... داؤد بلاد ہوارہ، التسول ... تازی اور قبائل مکناسہ اور غیاسہ پر قابض ہوا۔ عبد اللہ باغمات، نفیس، جبال مصامدہ، بلاد لمطہ اور السوس الاقصیٰ پر حکمرانی کے لئے مخصوص و مختص کیا گیا باصیلا، عرایش اور بلاد روغہ وغیرہا یحییٰ کے قبضہ و تصرف میں دیئے گئے۔ عیسیٰ کو ستالہ، سلا، ازمور اور تامسنا وغیرہ ملے۔ حمزہ بولیلی اور اسکے صوبہ پر متصرف ہوا ادریس کے اور بقیہ لڑکے بوجہ کم سنی کے انہیں لوگوں اور نیز اپنی دادی کنزہ کی کفالت و نگرانی میں رہے۔ باقی رہا تلمسان اسپر سلیمان بن عبد اللہ قابض ہو گیا اس حصہ بخرہ کرنے کے چند دنوں بعد عیسیٰ نے ازمور سے اپنے بھائی محمد پر حکومت و سلطنت حاصل کرنے کی غرض سے فوج کشی کی۔ محمد نے پہلے اپنے بھائی قاسم کو اس مہم پر جانیکا حکم دیا قاسم نے انکار کیا تب عمر کو روانہ کیا۔ عمر کو اس مہم میں کامیابی حاصل ہوئی عیسیٰ کو شکست دے کے اسکے کل مقبوضہ ممالک کو باجازت اپنے بھائی محمد اپنے محروسہ ممالک میں شامل کر لیا۔

---

[۵] ابن خلدون ... مقام ... اسکے بعد جسقدر جگہہ چھوٹی ہے اصل مسودہ کتاب میں بھی یونہی جگہہ چھوٹی ہے۔ مترجم

چونکہ محمد کو قاسم سے اس وجہ سے کہ اسنے عیسیٰ کے جنگ پر جانے سے انکار کیا تھا دلی ناراضی پیدا ہو چکی تھی لہٰذا عیسیٰ پر فتحیاب ہونے کے بعد ہی محمد نے عمر کو قاسم پر حملہ کرنے کی ہدایت کی عمر نے نہایت تیزی سے سامان جنگ درست کر کے قاسم پر فوج کشی کر دی دونوں بھائیوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ قاسم نے شکست کھائی میدان جنگ عمر کے ہاتھ رہا اور اسکے بھی کل صوبہ جات عمر کے صوبہ میں شامل و ملحق کر دیئے گئے۔ پس کل دریائی زمین مکسان اور بلاد غمارہ سے سبتہ و طنجہ ساحل بحر روم تک اور اصیلا سلا ازمور اور بلاد تامسنا یعنی ساحل بحر کبیر تک عمر کے قبضہ اقتدار میں آگئے قاسم نے شکست کھانے کے بعد ترک دنیا کر کے زہد اختیار کر لیا ساحل اصیلا پر ایک مکان بنوا کے عبادت الٰہی میں مصروف ہو گیا تا آنکہ اسی حالت سے اس مقام پر جان بحق تسلیم کر دی۔ عمر کا دائرہ حکومت عیسیٰ اور قاسم کے مقبوضات کے ملحق ہو جانے سے بہت زیادہ وسیع ہو گیا مگر اپنے بھائی محمد کی اطاعت سے ذرا بھی منحرف نہ ہوا۔ بالآخر اپنے بھائی محمد ہی کے زمانہ امارت میں شہر صنہاجہ بمقام فج الفرس سنہ ۲۲۰ھ میں راہی ملک عدم ہو گیا اور فاس میں مدفون ہوا۔ یہی عمر ان محمودیوں کا مورث اور جد اعلیٰ ہے جو اندلس میں بنو امیہ کے مقابل بنے تھے جیسا کہ ہم آئندہ بیان کرینگے۔

امیر محمد نے عمر کی وفات کے بعد اُسکے بیٹے علی بن عمر کو سند حکومت عطا کی اور عمر کے انتقال کے ساتویں مہینے سنہ ۲۲۱ھ میں خود بھی اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گیا۔ اسنے بحالت مرض الموت اپنے بیٹے علی کو جسکی عمر اسوقت نو سال کی تھی اپنا جانشین اور ولیعہد بنایا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بعد انتقال امیر محمد علی بن محمد سریر حکومت پر رونق افروز ہوا ارکین دولت اور امرا، ملک و ملت عرب اور بربر اور کل بربر نے نہایت خوشی و مسرت سے اس نوعمر کے ہاتھ پر سلطنت کی بیعت کی اور کمال مستعدی سے کاروبار سلطنت کو انجام دینے لگے۔ اسکا عہد حکومت رعایا کے لئے بھی مفید تھا اسنے اپنی حکومت کے تیرہویں برس سنہ ۲۳۴ھ میں وفات پائی بوقت وفات اپنے بھائی یحییٰ بن محمد کو اپنا جانشین بنایا پس اسکے بعد

وفات علی بن محمد زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی - اس کا دور حکومت نہایت مبارک ہوا -
عظیم الشان دولتوں میں اسکا شمار رہا - اسکے زمانہ کی ترقیاں اسوقت تک خوبی اور نیکی
کے ساتھ یاد کیجاتی ہیں فاس کی آبادی میں بیحد ترقی ہوئی - متعدد حمامات اور منڈیاں کاروبار
تجارت کے لئے بنائی گئیں دور و دراز ممالک سے تجارت پیشہ اور ذی علم اصحاب فاس
میں آ آکے مجتمع ہوئے اتفاق وقت سے اہل قیروان کی ایک عورت موسوم بہ ام البنین بنت
محمد فہری یہاں آگئی تھی ابن ابی زرع کہتا ہے کہ اس کا نام فاطمہ تھا اور یہ ہوارہ کی رہنے والی
تھی اسکو کسی ذریعہ سے وراثۃً بہت سا مال ملگیا تھا اس نے یہ نیت کرلی تھی کہ اس مال
کو کسی کار خیر میں صرف کردیگی چنانچہ اس عورت نے سرحد قرویین پر بمقام میضا میں ایک جامع
مسجد کی سنہ ۲۴۵ھ میں بنا ڈالی - اس مقام کو امام ادریس نے اس عورت کو جاگیر میں دیا تھا
جامع مسجد کے طیار ہونیکے بعد بوجہ تنگی جامع ادریس سے جمعہ موقوف ہوکر اس جامع مسجد میں خطبہ
اور جمعہ ہونے لگا - بعد اسکے احمد بن سعید بن ابو بکر یحصبی نے سنہ ۳۴۵ھ میں جامع مسجد کے پورے
ایک صدی بعد اپنا خانقاہ بنوایا جیسا کہ اوس تحریر سے جو اسکے رکن شرقی پر منقوش ہے ظاہر
ہورہا ہے بعد ازاں منصور بن ابی عامر نے اسکی تعمیر میں اور زیادتی کی - پہاڑ پر سے بذریعہ نہر
پانی لایا حوض درست کرایا - بابِ شماتین دروازے لگوائے پھر ملوک ملتونہ موحدین
اور بنی مرین نے اسکی عمارت میں بہت زیادہ اضافہ کیا اور اپنی ہمتوں کو برابر اسکی مضبوطی اور
تعمیر میں صرف کرتے آئے تا آنکہ رفتہ رفتہ بہت بڑی عمارت بنگئی - جیسا کہ کتب تاریخ مغرب میں مذکور ہے
یحییٰ بن محمد نے سنہ ؁ میں وفات پائی بجائے اسکے اسکا بیٹا یحییٰ بن یحییٰ کرسی امارت
پر متمکن ہوا - اسنے نہایت کج خلقی سے کام لیا بدچلنی بد اطواری اور بدرنگی اسکے خمیر میں تھی
اسکے ایک فعل شنیع اور زشت کی وجہ سے عوام الناس نے بغاوت کردی - اس بغاوت کا بانی
مبانی عبد الرحمن بن ابی سہل جزامی تھا باغیوں نے یحییٰ بن یحییٰ کو سرحد قرویین سے سرحد اندلس

سنہ اصل کتاب میں خالی جگہہ ہے - مترجم -

کی طرف نکال باہر کیا دو شب تک روپوش رہا آخر کار شرم و غیرت سے مر گیا۔ اسکے مرتے ہی محمد بن ادریس کے خاندان سے حکومت و سلطنت کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ شدہ شدہ یحییٰ کی موت کی خبر علی بن عمر تک پہونچی۔ ملک گیری کے شوق نے پُر ارمان دل میں چٹکیاں لینی شروع کر دی مگر ہنوز اُسنے کوئی قصد نہیں کیا تھا کہ یحییٰ کے ارکین دولت عرب، بربر اور نیز اسکے خادموں نے علی کو طلبی کے خطوط بھیجے۔ چنانچہ علی مع اپنے عباد و حشم کے فاس میں آیا۔ خواص اور عوام نے بطیب خاطر بیعت کی اور اسنے کل صوبجات مغرب پر بلا مزاحمت و مخاصمت غیرے قبضہ حاصل کر لیا تا آنکہ عبد الرزاق خارجی نے جبال مدیونہ سے اسپر خروج کیا عبد الرزاق عقائد صفریہ کا پابند و معتقد تھا علی شکست کھا کے اوربہ بھاگ گیا عبد الرزاق نے فاس اور سرحد اندلس پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ باقی رہا سرحد قرویین۔ وہاں والوں نے یحییٰ بن قاسم بن ادریس معروف بہ "صرام" کو اپنا امیر بنا لیا یحییٰ نے ان لوگوں کو مرتب و مسلح کر کے عبد الرزاق خارجی پر دھاوا کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے عبد الرزاق کو سرحد اندلس سے نکال کے ثعلبہ بن محارب بن عبد اللہ رہبی قرطبی کو جو مہلب بن ابی صفرہ کی اولاد سے تھا متعین کیا بعد اسکے عبد اللہ معروف بہ عبود کو جو اسکا بیٹا تھا بعدہ محارب بن ثعلبہ کو یکے بعد دیگرے حسب ترتیب سند امارت عطا کرتا گیا تا آنکہ ربیع بن سلیمان نے ۲۹۲ھ میں اسکو زک دی۔ تب بجائے اسکے یحییٰ بن ادریس بن عمر (یہ علی بن عمر کا برادر زادہ تھا) حکمرانی کرنے لگا اور کل ممالک مقبوضہ ادراسہ پر قابض و متصرف ہوگیا تمام صوبجات مغرب کے ممبروں پر اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ یہ ملوک بنی ادریس کا ایک نامور حکمراں تھا۔ باعتبار سیاست کے بھی کامیابی کے ساتھ حکمرانی کی ۔ فقیہ اور محدث تھا اور ادریسیوں میں کوئی بادشاہ اسکی بادشاہی اور دولت کی برابری نہیں کر سکتا۔

اسی اثناء میں شیعہ بھی افریقہ کی حکومت و سلطنت میں شریک و سہیم ہو گئے۔ اسکے مدیہ کو دبا لیا۔ مہدیہ کی حد بندی کی جیسا کہ اخبار دولت کتامہ میں بیان کیا جائے گا۔ بعد ازاں

شیعی حکمران ممالک مغرب کے تاخت وتاراج کرنے کو بڑھے چنانچہ مصالہ بن حبوس سردار مکناسہ و والی تاہرت کو ملوک مغرب کے جنگ پر سنہ ۳۰۵ھ میں ایک عظیم الشان فوج کا سردار بنا کے روانہ کیا مکناسہ اور کتامہ کی فوجیں دریا کی طرح بڑھیں یحییٰ بن ادریس بادشاہ مغرب اپنا مغربی لشکر مرتب کرکے مدافعت کی غرض سے مقابلہ پر آیا۔ اور بربر کی فوجیں اور اسکے کل خدام اسکے رکاب میں تھے ۔ دونوں حریف کا ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا۔ اتفاق یہ کہ یحییٰ کو ہزیمت ہوئی شکست کھاکے فاس واپس آیا مصالحت کے نامہ وپیام شروع ہوئے۔ آخرالامر یہ طے پایا کہ یحییٰ کچھ زرنقد سالانہ بطور خراج ادا کیا کرے اور نیز عبداللہ شیعی کی اطاعت قبول کرلے فریقین نے ان شرائط مصالحت کو منظور وقبول کیا باہم مصالحت ہوگئی۔ اسکے بعد ہی عبیداللہ شیعی نے اپنے آپ کو معزول کرلیا زمام حکومت عبیداللہ مہدی کے قبضہ اقتدار میں گئی ۔ عبیداللہ اور یحییٰ میں بدستور سابق مصالحت قائم رہی اُسنے اسکو اسکے مقبوضات پر بحال رکھا اور اپنے برادر عم زاد موسیٰ بن ابوالعافیہ امیر مکناسہ دستور وتازیر کو کل صوبجات بربر کی سند حکومت عطا کی جیسا کہ ہم اخبار مکناسہ وحکومت موسیٰ میں اسکو بیان کرینگے۔

موسیٰ بن ابوالعافیہ اور یحییٰ ابن ادریس میں باہم عداوت اور دشمنی چلی آرہی تھی جسکی وجہ سے ایک دوسرے کو مبغوض سمجھتا تھا جسوقت مصالہ جنگ ثانی سے سنہ ۳۰۹ھ میں مغرب کو واپس آیا موسیٰ بن ابوالعافیہ نے اشارہ کردیا مصالہ نے طلحہ بن یحییٰ بن ادریس والی فاس کو گرفتار کرکے اسکے مال، اسباب، اور خزانہ کو بھی ضبط کرلیا اور بجائے اسکے ریحان کتامی کو فاس کی حکومت پر مامور کیا۔ بعد چندے طلحہ کو قید سے رہا کرکے اصیلا کی طرف جلاوطن کردیا۔ بعد اسکے یحییٰ نے بقصد افریقہ فوجیں آراستہ کرکے خروج کیا۔ موسیٰ بن ابوالعافیہ نے اسکو اثناء راہ سے گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا پھر بعد دو برس کے رہا کردیا۔ بیچارہ یحییٰ قید سے رہائی پاکے سنہ ۳۲۳ھ مہدیہ چلا گیا اور سنہ ...... ۵[1] میں بوشت نیاحرہ الویزید مرگیا۔

---

[1] نوٹ۔ اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔ مترجم

یحییٰ کے مرتے پر موسیٰ بن ابو العافیہ کی حکومت کو استحکام و استقلال کامل طور سے حاصل ہو گیا

قبل اس واقعہ کے ۳۱۰ھ میں حسن بن محمد بن قاسم بن ادریس ملقب بہ حجام نے فاس میں ریحان کتامی کے خلاف علم مخالفت بلند کیا تھا اور لڑ بھڑ کر ریحان کو فاس سے نکال باہر کر دیا تھا۔ دو برس تک فاس پر قابض رہا بعد ازاں موسیٰ بن ابو العافیہ نے حسن پر فوج کشی کی۔ دونوں حریف میں متعدد اور سخت لڑائیاں ہوئیں۔ انہیں لڑائیوں میں منہال بن موسیٰ مارا گیا اور آخر کار ایک ہزار سے زاید جانوں کے تلف ہونے پر لڑائی کا سلسلہ منقطع ہوا۔ حسن شکست کھا کے فاس کی طرف بھاگا حامد بن حمدان اوربی نے اس سے بدعہدی کی لیکن حامد کو حسن پر کسی قسم کی دسترس نہ حاصل ہوئی موسیٰ کے پاس فاس پر قبضہ کرنیکا پیام بھیجا۔ چنانچہ موسیٰ نے فاس پر پہونچکے قبضہ حاصل کر لیا اور بعد قبضہ و تصرف حاصل کرنے کے حامد پر حسن کے حاضر لانے کا دباؤ ڈالنا شروع کیا حامد حیلہ و حوالہ کرنے لگا رفتہ رفتہ موسیٰ کو حسن کا سراغ ملگیا گرفتار کرا کے شہرپناہ کی دیوار پر سے لٹکا دیا گر پڑا اور اسی صدمہ سے اسی شب کو مر گیا۔ حامد بن حمدان بخوف جان مہدیہ بھاگ گیا عبد اللہ بن ثعلبہ بن محارب اور اسکے دونوں لڑکے محمد اور یوسف موسیٰ کے ہاتھ پڑ گئے موسیٰ نے ان لوگوں کی زندگانی کا خاتمہ کر دیا اسی واقعہ سے ادارسہ کی حکومت ملک مغرب سے جاتی رہتی ہے اور موسیٰ بن ابو العافیہ کل بلاد مغرب پر قابض و متصرف ہو جاتا ہے محمد بن قاسم بن ادریس کے لڑکے اور اسکے بھائی حسن بلاد ساحلیہ کی طرف جلا وطن ہو کر بھاگ جاتے ہیں بصرہ میں پہونچکے اپنے بزرگ خاندان ابراہیم بن محمد بن قاسم (حسن کے بھائی) کے پاس مجتمع ہوتے ہیں اور سب کے سب متفق ہو کے اسکو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ ابراہیم نے ان لوگوں کے لئے حجر النسر نامی مشہور و معروف قلعہ ۳۱۷ھ میں بنوایا اور ان لوگوں کو اس میں ٹھہرایا۔ بنو عمر بن ادریس اندلس غمارہ میں تھیا۔ سبتہ اور طنجہ تک پھیلے ہوئے تھے اور ابراہیم حجر النسر پر تھا ۳۱۹ھ میں علی بن ادریس نے ابو العیش بن ادریس بن عمر سے سبتہ چھین لیا اور ایک دستہ فوج کو محافظت کی غرض سے اس میں ٹھہرایا۔ اس اثنا میں ابراہیم بن محمد بھی مر گیا

سردار راہی ملک عدم ہو گیا بجائے اسکے اسکا بھائی قاسم ملقب بہ کالون حسن حجام کا بھائی حکمرانی کرنے لگا۔ یہ قاسم، محمد بن قاسم کا لڑکا تھا اس نے موسیٰ بن ابو العافیہ اور اسکے مذہب سے منحرف ہو کر شیعہ کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی اسی کے زمانہ سے حکومت وسلطنت کا سلسلہ اس کے خاندان میں جاری ہوتا ہے اور غمارہ اسکی دولت کے ارکان اور اسکی سلطنت کے بازو بنے رہتے ہیں جیسا کہ غمارہ کے حالات میں ہم اسکو بیان کرینگے۔

ان واقعات کے بعد خلفاء مروانیہ حکمرانان قرطبہ کے ایلچی بلاد مغرب میں پھیل جاتے ہیں اور زناتہ کو بزور تیغ دبالیتے ہیں بعد ازاں بنی ایوب اور بعد اسکے معراوہ، فاس پر متولی ومتصرف ہوتے ہیں اور اسمعہ غمارہ کے ریف میں جاکے ٹھہر جاتے ہیں شہر بصرہ، حجر النسر، سبتہ اور اصیلا میں انکی حکومت وسلطنت بنی محمد اور بنی عمر کے ذریعہ سے قایم ہوتی ہے بعد چند دنوں کے مروانیوں کو ان پر قابو مل جاتا ہے اور یہ اون کو اندلس تک پائمال کرتے جاتے ہیں اور بالآخر ان لوگوں کو اسکندریہ کی طرف جلاوطن کر دیتے ہیں۔ حزیر بلبیدی بن کالون اپنی بادشاہ کی جستجو میں اپنے ایلچی ملک مغرب روانہ کرتا ہے منصور بن ابی عامر ان پر غالب ومستولی ہو کر انکو قتل کر ڈالتا ہے۔ اسی کے زمانہ میں انکی حکومت وسلطنت اور نیز ملک مغرب کے سلطان اور یہ کی دولت کا انقطاع اور انقراض ہو جاتا ہے۔ یہ اُن ادریسیوں کی نسل سے تھا جنہوں نے غمارہ میں آکے پناہ لی تھی اور ملوک امویہ اندلس کے مزاحم ومعاصر تھے پس جس وقت ان ادریسیوں کی حکومت وسلطنت جاتی رہی اور وہ لوگ بحالِ پریشان بلاد غمارہ میں آکے پناہ گزین ہوئے اور وہاں پہونچے ان لوگوں نے ایک جدید حکومت کی بنا ڈالی جو ایک مدت تک بنی محمد اور بنی عمر اولاد ادریس بن ادریس میں قایم رہی یہی وجہ تھی کہ بربریوں کو ان سے میل جول تھا اور وہ انکی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف مائل وراغب تھے بنو حمود بھی ....[1] غمارہ ہی سے تھے جنگ مستعین میں بربریوں کے ساتھ ملک مغرب میں چلے آئے تھے اور بحکمت عملی زمام حکومت اپنے

لوٹ [1] اصل کتاب میں یہ جگہہ خالی ہے۔ مترجم۔

ہاتھ میں لے لی تھی اور ملک اندلس کے حکمراں ہو گئے تھے جیسا کہ تم ان کے حالات میں ان واقعات کو پڑھو گے ۔

سلیمان، ادریس اکبر کا بھائی عباسیوں کے زمانہ میں ملک مغرب بھاگ گیا تھا ادریس کے مرنے کے بعد اطراف تاہرت میں مقیم ہوا اور وہیں حکومت وسلطنت کا دعویدار بنا اور بربریوں نے اسکو منظور کیا ادھر اغالبہ کے اراکین دولت پنجے جھاڑ کے اسکے پیچھے پڑے ۔ اسی تنگ و دو میں اسکے نسب کی تصحیح ہو گئی مرتا کھپتا تلمسان پہونچا اور اپنی مدبرانہ چالوں اور حکمت عملیوں سے اسپر قابض ہو گیا زناتہ اور کل قبائل بربر نے اسکو خاندان حکومت کا ایک ممبر تصور کر کے اسکی اطاعت قبول کر لی ۔ بعد اسکے اسکا بیٹا محمد بن سلیمان حکمراں ہوا تھوڑے دنوں بعد اسکے لڑکوں میں نفاق پیدا ہوا خود سر حکومت کرنیکی غرض سے المغرب الاوسط میں پھیل گئے آپس میں حکومت وسلطنت کے حصے بخرے کر لئے ۔ تلمسان پر محمد بن احمد بن قاسم بن محمد بن احمد قابض ومتصرف ہوا میرا خیال یہ ہے کہ یہ قاسم وہی ہے جسکے نسب کا بنو عبد الود دعویٰ کرتے ہیں کیونکہ یہ قاسم بن ادریس سے اس دعویٰ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے ۔

ارشکول کی زمام حکومت عیسیٰ بن محمد بن سلیمان کے قبضہ میں رہی یہ شخص شیعیت کی طرف مائل تھا جراوہ کی حکمرانی ادریس بن محمد بن سلیمان کے قبضہ میں گئی ۔ بعد اسکے ابو العیش عیسیٰ اس کا بیٹا حکمراں ہوا ۔ اسی زمانہ سے اس صوبہ کی امارت کی کرسی پر اسکی آیندہ نسلیں متمکن ہوتی چلی آئیں چنانچہ اسکے بعد اسکا بیٹا ابراہیم بن عیسیٰ پھر اسکا بیٹا یحییٰ بن ابراہیم بعدہ اسکا بھائی ادریس بن ابراہیم سریر حکومت پر یکے بعد دیگرے جلوہ افروز ہوا ۔ ادریس بن ابراہیم والی ارشکول اور خلیفہ عبد الرحمن ناصر سے دوستانہ مراسم تھے ۔ علی ہذا یحییٰ کو بھی اسی قسم کا اس سے تعلق تھا ۔ میسور سپہ سالار دولت شیعہ کو اسکی طرف سے شبہہ پیدا ہوا موقع پا کے ۳۲۳ھ میں گرفتار کر لیا ۔ پھر جب موسیٰ بن ابو العافیہ نے اراکین دولت شیعہ کی ہمسفری چھوڑ کے دعوت خلافت علویہ کی بنا ڈالی اور حسن بن ابو العیش عیسیٰ پر جراوہ میں محاصرہ ڈالا اور جزو رجنگ جراوہ کو حسن سے چھین لیا تو

حسن بھاگ کر ادریس بن ابراہیم والی ارشکول کے پاس چلا گیا۔ بلوری بن موسیٰ بن ابو العافیہ نے تعاقب کیا اور ارشکول پہ پہونچکے دونوں پر محاصرہ ڈالدیا۔ آخر کار بلوری نے بزور تیغ ان دونوں کو مغلوب کر کے گرفتار کر لیا اور پابزنجیر خلیفہ ناصر کے پاس بھیجدیا۔ خلیفہ ناصر نے ان دونوں کو قرطبہ میں ٹھہرایا۔

تنس کا صوبہ ابراہیم بن محمد بن سلیمان کے قبضہ میں تھا اسکے بعد اسکا بیٹا محمد بعد ازاں اسکا بیٹا یحییٰ بن محمد پھر اسکا بیٹا علی بن یحییٰ جانشین ہوا۔ اسی کے زمانہ میں زیری بن مناد ۳۴۲ھ میں تنس پر مستولی ہو گیا تھا اور یحییٰ اپنی جان بچا کے جبر بن محمد بن خزر کے پاس بھاگ گیا۔ اس کے دونوں بیٹے حمزہ اور یحییٰ ناصر کے پاس چلے گئے ناصر نے عزت و احترام سے ملاقات کی۔ بعد چندے یحییٰ اپنی سقیم حالت درست کر کے تنس پر قبضہ کرنے کو پھر آیا مگر کامیاب نہوا۔

اسی ابراہیم والی تنس کی اولاد سے احمد بن عیسیٰ بن ابراہیم والی سوق (ابراہیم) اور سلیمان بن محمد بن ابراہیم رؤسا المغرب الاوسط تھے۔ اور بنی محمد بن سلیمان کی نسل سے یہ ابو العیش بن حنانش بن حسن بن محمد بن سلیمان تھا۔ ابن حزم کہتا ہے کہ یہ لوگ ملک مغرب میں کثرت سے تھے اور بلاد مغرب کی زمام حکومت انہیں کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ جنکی ریاستیں اور حکومتیں زائل اور منقطع ہو گئیں اور انمیں کا اب کوئی رئیس اطراف بجایہ میں باقی نرہ گیا۔ بنی حمزہ میں سے جوہر قیروان چلا آیا تھا اور انہیں سے کچھ لوگ پہاڑوں اور اسکے قرب و جوار کے دیہاتوں میں باقی رہ گئے جنسے اس مقام کے بربری واقف اور آگاہ ہیں واللہ وارث الارض ومن علیہا۔

انحسار تعاقب تاریخ

ابتداہی سے اس حکومت و دولت میں ایک کیفیت اضطراب و تذبذب کی پیدا ہو گئی تھی جسکی وجہ سے اسکے بانی کی حکومت مستقل و مستحکم نہیں ہوئی۔

عہد خلافت معتصم میں علویہ زیدیہ کے ایلچیوں نے جسکی حکومت و سلطنت کی ترغیب دینا شروع کی تھی اور جسکے ہوا خواہ کثرت سے تمام ممالک میں پیدا ہو گئے تھے: ہ علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید شہید تھے جسوقت انکی شہرت ہوئی اور خلافت کو انکی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ کا احساس ہوا اور خلافت عباسیہ کا تاجدار اسکے ہر طرف تھام کی طرف متوجہ ہوا افضل بن محمد

بھاگ گیا اور انکے چچا کا بیٹا علی بن محمد بن حسن بن علی بن عیسیٰ اسی ہنگامہ میں قتل کر ڈالا گیا علی بن
محمد اس ہنگامہ کے بعد روپوش ہوگئے پس صاحب زنج نے ۲۵۵ھ میں یہ دعویٰ کر دیا کہ میں ہی
علی بن محمد ہوں۔ بعد چندے انہوں نے ظاہر ہو کر جب بصرہ پر قبضہ حاصل کیا تو صاحب زنج کی
قلعی کھل گئی فوراً اس دعویٰ سے دست کش ہو کر یحییٰ بن زید شہید جون کیجانب اپنے کو نسباً منسوب
کر دیا مسعودی اسکو طاہر بن حسین بن علی کی طرف نسباً منسوب کرتا ہے اور بعضے علی بن محمد بن جعفر
بن حسین بن طاہر کی طرف۔ بہرکیف اس نسب کے صحیح ماننے میں یہ دقت پڑتی ہے کہ حسین بن فاطمہ
بنت رسول اللہ صلعم کا سلسلۂ نسل صرف زین العابدین ہی سے چلا ہے۔ ابن حزم کہتا ہے کہ اس
ظاہر ہے اگر طاہر بن یحییٰ محدث بن حسن بن عبید اللہ بن حسن اصغر بن زین العابدین مراد لیا جائے
تو سلسلۂ نسب طویل ہو جاتا ہے اور حسین بن فاطمہ تک بارہ پشتیں ہو جاتی ہیں اور یہ دور از
قیاس و عقل معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں صاحب زنج ظاہر ہوا ہے اس وقت تک اسکی بارہ
پشتیں ہو چکی ہوں۔ علماء محققین طبری اور ابن حزم وغیرہما اس امر کے معترف ہیں کہ یہ شخص قبیلہ
عبد القیس سے تھا موضع ورزنین مضافات رے میں پیدا ہوا تھا علی بن عبد الرحیم اسکا نام تھا
چونکہ مزاج میں چل پھر زیادہ تھی دل میں سرداری اور گروہ بندی کا خیال پیدا ہوا۔ اتفاق سے
انہیں دنوں زیدیہ و فاطمیہ بکثرت دعویدار حکومت و خلافت ہو رہے تھے جھٹ پٹ اس لئے
ایک نسب نامہ درست کر کے علوی ہونے کا دعویٰ کر دیا حالانکہ اُس خاندان سے اسکو ذرا بھی
تعلق نہ تھا۔ ہمارے اس بیان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ خارجی المذہب یا بعقائد
ازارقہ تھا۔ دونوں گروہوں یعنی اصحاب جمل اور صفین پر لعن کیا کرتا تھا پھر کیونکر یہ شخص علوی
صحیح النسب ہو سکتا ہے۔ اور اسی وجہ سے کہ اسنے اپنے کو غلط طور سے نسباً علوی بیان کیا اور
اپنے دعویٰ کو سچائی کے ساتھ ثابت نہ کر سکا اسکا سارا کارخانہ درہم و برہم ہو گیا اور مار ڈالا گیا
اور اسکی حکومت کا کوئی سلسلہ قائم نہ ہوا اگرچہ اسنے بیحد زیادتیاں کیں اطراف بصرہ میں غارتگری
کی بلاد اسلامیہ کو ویران اور پامال کیا عساکر اسلامی کو شکست بھی دی امراء و اکابرین

اسلام کو شہید بھی کیا اور اپنے لئے قلعہ بھی بنوایا جسمیں وہ خود مارا گیا جبکہ اسکا پیالہ حیات لبریز ہو گیا جیسا کہ عادت اللہ اسکے بندوں میں جاری ہے۔

یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا اب پھر ہم صاحب زنج کا حال تحریر کرتے ہیں کہ اسنے پہلے اُن لوگوں سے میل جول پیدا کیا جو دربار خلافت کے حاجب اور خلیفہ مستنصر کے محلسرا کے خدام تھے۔ جب اسکے متبعین کی ایک خاص جماعت ہو گئی تو یہ معہ اُن لوگوں کے ۲۴۹ھ میں بحرین کی طرف گیا اور یہ دعویٰ کیا کہ میں علوی ہوں اور حسین بن عبید اللہ بن عباس بن علی کی نسل سے ہوں لوگوں کو اپنی اطاعت کی ترغیب دی اہل ہجر کا ایک گروہ کثیر اسکا ساتھی و طرفدار ہو گیا بعد ازاں یہ احساء گیا اور بنی تمیم کے قبیلہ میں فروکش ہوا یحییٰ بن محمد ازراق اور سلیمان بن جامع اسکے ہمراہ تھا۔ اہل بحرین سے بعد اس سے لڑائی ہوئی اہل بحرین نے اسکو شکست دی۔ عرب کا گروہ جو اس کے رکاب میں تھا تتر بتر ہو گیا بحال پریشان بھاگ کر بصرہ پہونچا۔ ان دنوں بصرہ میں مابین بلالیہ اور سعدیہ جھگڑا و فساد ہو رہا تھا اسکے آنے کی خبر محمد بن رجاء والی بصرہ کو ہوئی اسنے اسکی گرفتاری اور جستجو پر پولیس کو تعینات کیا یہ تو ہاتھ نہ آیا مگر اسکا لڑکا اسکی بیوی اور اسکے بعض ہمراہی گرفتار کر لئے گئے۔ یہ بعد چند دنوں کے دربار خلافت بغداد میں داخل ہوا اور اپنے کو عیسیٰ بن زید شہید کی اولاد سے ظاہر کرنے لگا جیسا کہ ہم ابھی اوپر بیان کر آئے ہیں بعد چندے یہ خبر پاکے کہ بلالیہ اور سعدیہ نے محمد بن رجاء والی بصرہ کو بصرہ سے نکال دیا ہے اور اسکے اہل و عیال کو قید کی مصیبت سے رہائی مل گئی ہے۔ دار الخلافت بغداد سے بصرہ کیجانب ماہ رمضان ۲۵۵ھ میں مراجعت کی یحییٰ بن محمد، سلیمان بن جامع اور اہل بغداد کے بعض سربرآوردہ افراد جنکو اسنے بحکمت عملی ملا لیا تھا مثلاً جعفر بن محمد صوحانی، علی بن ابان اور محمد بن مسلم وغیرہم اسکے ہمراہ تھے۔ بصرہ کے قریب پہونچکے پڑاؤ کیا اور زنگی غلاموں میں اپنے خیالات کو پھیلانے اور انکو اپنی اطاعت کی ترغیب دینے لگا۔ زیادہ زمانہ گزرنے نہ پایا تھا کہ اُن زنگی غلاموں کو انکے آقاؤں کی طرف سے برگشتہ اور بد دل کرکے آزادی اور حریت کی طرف مائل کر دیا اور جب یہ

خیالات اُنکے دماغ میں متمکن ہوگئے تو اُنکو حکومت اور ملکداری کی طمع دلائی اور ایک جھنڈا بنایا جسپر آیۂ کریمہ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم تا آخر آیۃ لکھی تھی۔ ان زنگی غلاموں کے آقا انکی جستجو اور تلاش میں آئے۔ صاحب زنج نے اشارہ کردیا وہ سیاہ بخت غلام اپنے آقاؤں کو لپٹ گئے باہم خوب لپاڈگی ہوئی۔ بصرہ اور ابلہ کی فوجیں سرکوبی کو آئیں مگر ناکام واپس گئیں۔ اس واقعہ کے بعد صاحب زنج قادسیہ چلا گیا۔ اسی عرصہ میں دربار خلافت بغداد سے ایک تازہ دم فوج اہل بصرہ کی کمک پر آگئی صاحب زنج سے یہ بھی گھونگھٹ کھاگئی۔ تب ایک دوسری فوج بافسری جعلان ترکی، سپہ سالار بصرہ کی حمایت پر آئی۔ باہم لڑائیاں ہوئیں آخر کار یہ بھی شکست کھاگئی اور صاحب زنج نے ابلہ وغیرہ پر قبضہ حاصل کرکے اہواز کا قصد کیا۔ اہواز میں ان دنوں ابراہیم بن مدبر خوارج پر حکومت کر رہا تھا۔ پس اُس نے اسکو بھی بزور تیغ فتح کرکے ابراہیم کو قید کرلیا۔ یہ واقعہ ۲۵۶ھ کا ہے۔ بعد چند دنوں کے ابراہیم زنگیوں کے قید سے نکل بھاگا۔ ۲۵۷ھ میں دارالخلافت بغداد سے سعید بن صالح جوان دنوں عامل بصرہ تھا زنگیوں کی لڑائی پر بھیجا گیا۔ چنانچہ واسطے سے فوج آرائی کرکے زنگیوں کی طرف بڑھا علی بن ابان سپہ سالار زنگیاں مقابلہ پر آیا ایک سخت اور خونریز جنگ کے بعد سعید شکست کھاکے بحرین کی طرف بھاگا اور بصرہ میں پہونچکے قلعہ بندی کرلی علی بن ابان نے پہونچکے محاصرہ کرلیا تا آنکہ سعید نے امان حاصل کرکے شہر پناہ کے دروازے کھولدیئے علی بن ابان نے شہر میں داخل ہوکے لُوٹ لیا۔ جامع مسجد کو جلاکے خاک وسیاہ کردیا۔ صاحب زنج کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی۔ اسکو بصرہ سے واپس بلاکے بجائے اسکے بصرہ پر یحییٰ بن محمد بحرانی کو مامور کیا۔ خلیفہ معتمد نے محمد بن مولد کو بصرہ کی طرف زنگیوں کے طوفان بےتمیزی کے روک تھام کو روانہ فرمایا چنانچہ محمد کو اس مہم میں کامیابی حاصل ہوئی اور بصرہ سے زنگیوں کو اسنے نکال باہر کیا۔ اسکے تھوڑے دنوں بعد زنگیوں نے محمد پر بحالت غفلت شبخون مارا۔ محمد کو اس معرکہ میں ہزیمت ہوئی زنگیوں نے محمد کو ہزیمت دے کے اہواز کی جانب قدم بڑھائے منصور خیاط والی اہواز مقابلہ پر آیا لیکن اپنی ناعاقبت اندیشی سے مغلوب ہوکر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

قبل ان واقعات کے خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی ابو احمد موفق کو مکہ معظمہ سے طلب کر کے کوفہ، حرمین، طریق مکہ اور یمن کی سند حکومت عطا فرمائی تھی بعدہ بغداد، سواد، واسط، کور دجلہ، بصرہ اور اھواز کا نظم و نسق بھی اسی کے قبضہ اقتدار میں دے دیا تھا اور یہ ہدایت کر دی تھی کہ بصرہ، کور دجلہ، یمامہ، اور بحرین پر بجائے سعید بن صالح کے یارجوج کو مامور کرنا پس جب سعید بن صالح کو زنگیوں کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی تو یارجوج نے اپنی طرف سے بجائے سعید بن صالح کے منصور بن جعفر کو متعین کیا۔ چنانچہ زنگیوں نے اسکو شکست دے کے مار ڈالا جیسا کہ ہم تحریر کر آئے ہیں تب خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی موفق کو ۲۵۸ھ میں زنگیوں کے مقابلہ پر روانہ فرمایا۔ اسکے مقدمۃ الجیش پر مفلح تھا۔ زنگیوں نے یہ خبر پا کے بصرہ سے نکلکے مفلح کا مقابلہ کیا۔ علی بن ابان زنگیوں کے اس لشکر کا سردار تھا۔ مفلح کو اس معرکہ میں ہزیمت ہوئی اثناء دار و گیر میں مارا گیا۔ اسکے رکاب کی فوج ادھر ادھر منتشر ہو گئی۔ موفق بھی سامرا لوٹ آیا۔

منصور خیاط کے شکست کھانے کے بعد اھواز کی حکومت اصطیخور کو مرحمت ہوئی ہے یحییٰ بن محمد بحرانی سپہ سالار زنگیان جنگی کشتیوں کا بیڑہ لے کے اھواز پر قبضہ کرنے کو آیا ہوا تھا مگر یہ خبر پا کے کہ موفق ایک فوج عظیم کے ساتھ آیا ہوا ہے بلا جدال و قتال مراجعت کر دی اصطیخور نے تعاقب کیا اور اسکو گرفتار کر کے سامرا لایا اور وہیں مار ڈالا۔ صاحب زنج نے بجائے یحییٰ، علی بن ابان اور سلیمان شعرانی کو روانہ کیا ان لوگوں نے ۲۵۹ھ میں اھواز کو اصطیخور کے قبضہ سے نکال لیا۔ اصطیخور ہزیمت کے بعد ایک کشتی پر سوار ہو کر بھاگا۔ لیکن چونکہ اسکا وقت آ گیا تھا اتفاق سے کشتی ڈوب گئی مر گیا۔ خلیفہ معتمد نے ان لوگوں کی سرکوبی پر موسیٰ بن بغا کو صوبجات مذکورہ بالا کی سند حکومت عطا فرما کے روانہ کیا اسنے اپنی طرف سے بطور نائب کے اھواز پر عبد الرحمن بن مفلح کو، بصرہ پر اسحاق بن کنداجق کو، باد آورد پر ابراہیم بن سیما کو بھیجا اور ہر چہار طرف سے سیاہ بخت زنگیوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ڈیڑھ برس تک مسلسل لڑائی جاری رہی مگر کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ بعد اسکے موسیٰ بن بغا نے استعفا دے دیا تب خلیفہ معتمد نے بجائے اسکے ان صوبجات پر [illegible]

کو مامور کیا اور زنگیوں کے سر کرنے کو اپنے بھائی ابو احمد موفق کو روانہ فرمایا۔ اس روانگی سے پہلے
خلیفہ معتمد نے موفق کی ولیعہدی کا اعلان کر دیا تھا کہ میرے بعد تاج و تخت اور خلافت کا مالک
یہی ہوگا اور "الناصر لدین اللہ الموفق" کا مبارک لقب دیا تھا اور کل مشرقی صوبجات کی مہمات
تک کی اور نیز حجاز کی سند حکومت عطا کی تھی۔ چنانچہ موفق اس مہم کے سر کرنے کو ۲۶۲ھ میں
روانہ ہوا۔ اتفاق یہ کہ یعقوب صفار کا معاملہ پیش آگیا یہ ایک فوج عظیم لئے ہوئے بغداد پہ
چڑھا آرہا تھا۔ اسوجہ سے موفق، یعقوب کی لڑائی میں مصروف ہو گیا۔ اس معرکہ میں یعقوب
صفار کو ہزیمت ہوئی جسقدر ملک اہواز اسکے قبضہ میں تھا نکل گیا مسرور بلخی بھی اس معرکہ میں
شریک ہونے کو بغداد چلا آیا تھا۔ صاحب زنج کو موقع ملگیا اسکے زمانہ غیر حاضری کو اپنی کامیابی کا
ذریعہ سمجھکے لوٹ مار شروع کر دی قادسیہ تک تاخت و تاراج کرتا چلا گیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر دار الخلافت
بغداد تک پہنچی دربار خلافت سے شاہی فوجیں بسرافسری اغرتمش اور خشتمش، صاحب زنج کو
ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کی گئیں زنگیوں نے پہلے ہی معرکہ میں شاہی فوجوں کو ہزیمت
دے دی۔ اس جنگ میں زنگیوں کا سپہ سالار سلیمان بن جامع تھا خشتمش شاہی فوج کا سپہ سالار
مارا گیا۔ علی بن ابان سپہ سالار زنگیان ایک فوج لیکے اہواز گیا ہوا تھا ان دنوں اس صوبہ کی
حکومت محمد بن ہزارمرد کردی کے قبضہ اقتدار میں تھی مسرور بلخی نے علی بن ابان کے قصد سے مطلع
ہو کے اہواز کے بچانے کی غرض سے احمد بن نیونہ کو روانہ کیا دونوں حریف میں سخت اور خونریز لڑائیاں
ہوئیں ابتداً علی بن ابان نے اہواز پر کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کیا لیکن جب محمد بن ہزارمرد نے
کردوں کو مجتمع کر کے دوبارہ حملہ کیا تو علی بن ابان کے پاؤں میدان جنگ سے اوکھڑ گئے تستر میں پہونچ
قیام کیا اور محمد بن ہزارمرد، سوس کیطرف لوٹ آیا۔ صاحب زنج کا یہ خیال تھا کہ علی بن ابان میرے
نام کا خطبہ پڑھے گا مگر یہ خیال خام نکلا یعقوب صفار سے سازش کر کے اسکے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔
اسوجہ سے مابین علی بن ابان اور صاحب زنج نا صافی پیدا ہو گئی نوبت بجنگ رسید کا مضمون ہوا۔
فتحیابی صاحب زنج کے ہاتھ رہا علی بن ابان کو ہزیمت ہوئی تستر چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اس وقت

ملک فارس فتنہ و فساد سے بھرا ہوا تھا جس طرف آنکھ اُٹھتی تھی جنگ اور خونریزی کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ان واقعات کے بعد یعقوب صفار اہواز پر قابض و متصرف ہو گیا اور زنگیوں سے مراسم اتحاد پیدا کر لئے سلیمان بن جامع زنگیوں کا نامور سپہ سالار فوجیں مرتب کر کے ملک گیری کو بڑھا۔ موفق نے شہر واسط پر احمد بن مولد کو مامور کیا۔ زنگیوں کی طرف سے خلیل بن ابان واسط پر حملہ آور ہوا احمد بن مولد سینہ سپر ہو کے مقابلہ پر آیا خلیل نے اسکو ہزیمت دے کے واسط کو قتل و غارت سے معمور کر کے قتل عام کا بازار گرم کر دیا۔ یہ واقعہ ۲۶۴ھ کا ہے فتحمند گروہ نے کامیابی کے بعد اطراف سواد میں لغمانیہ اور جرجرایا تک اپنے خیمے نصب کئے اور ان مقامات کے رہنے والوں کا عام طور سے خون مباح کر دیا۔ علی بن ابان ان دنوں بجہر اہواز کی طرف گیا ہوا تھا اور اہل اہواز پر محاصرہ ڈال رکھا تھا۔ موفق نے مسرور بلخی کو مامور کر کے اہواز کی جانب روانہ کیا مسرور نے اپنی جانب سے تکید بخاری کو تستر روانہ کیا علی بن ابان اور اسکے ہمراہی زنگیوں نے تکید کی فوج کو پسپا کر دیا مگر اس واقعہ کے بعد تکید اور علی بن ابان میں مصالحت ہو گئی مسرور بلخی کو اس سے شبہہ پیدا ہوا۔ بہ الزام سازش تکید کو گرفتار کر لیا اور بجائے اسکے اغرتمش کو مامور کیا۔ اغرتمش نے پہلے حملہ میں تو زنگیوں کو شکست دے دی مگر دوسرے معرکہ میں خود شکست کھا کے بھاگا علی ابن ابان نے محمد بن ہزار مرد کردی پر فوج کشی کر دی اور رامہرمز کو اسکے قبضہ سے نکال لیا۔ محمد بن ہزار مرد نے دو لاکھ درہم سالانہ پر مصالحت کر لی اور یہ بھی اقرار کر لیا کہ میرے کل صوبہ میں علی بن ابان کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ علی بن ابان اس مہم سے فراغت حاصل کر کے اہواز کے دوسرے قلعوں کے سر کرنے کو بڑھا۔ مسرور بلخی کو اسکی خبر لگی اسنے بھی فوجیں مرتب کر کے علی بن ابان کے لشکر پر دھاوا کر دیا دونوں میں خوب گھماگھمی کی لڑائی ہوئی آخر کار علی بن ابان شکست کھا کے بھاگا اور اسکا سارا لشکرگاہ لوٹ لیا گیا

قبل اس واقعہ کے موفق نے اپنے بیٹے ابوالعباس کو ۲۶۶ھ میں دس ہزار فوج کی جمعیت سے جسوقت کہ زنگیوں نے شہر واسط کو تاخت و تاراج کیا تھا براہ دریا واسط کیطرف

روانہ کیا تھا جنگی کشتیوں کا ایک بہت بڑا بیڑہ اسکے ہمراہ تھا ابو حمزہ نصیر امیر البحر، ان جنگی
کشتیوں کا انچارج تھا۔ نصیر نے موفق کو تحریر کیا کہ سلیمان بن جامع زنگیوں کی طرف سے فوج
عظیم کے ساتھ مقابلہ پر آیا ہوا ہے بری اور بحری لڑائی کا سامان ہے اور اس کے مقدمۃ الجیش پر
جبائی ہے۔ سلیمان بن موسیٰ شعرانی بھی مع اپنے لشکر کے آگیا ہے اور نشیبی واسط میں خیمہ زن
ہوا ہے۔ ابو العباس نے اپنی فوجوں کو مرتب کر کے زنگیوں پر حملہ کیا۔ سیاہ بخت زنگی لشکر مقابلہ
نہ کر سکا پیچھے ہٹا ابو العباس کی فوج نے بڑھ کے ان کے مورچوں پر قبضہ کر لیا اور زنگی فوجیں
واسط میں ٹھہری ہوئی شاہی لشکر کا مقابلہ کرتی رہیں۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں اور ہر لڑائی میں
زنگیوں ہی کو ہزیمت ہوا کی۔ صاحب زنج نے اپنی پیہم شکست سے متاثر اور خائف ہو کے علی
بن ابان اور سلیمان بن جامع کو متفق ہو کے ابو العباس بن موفق سے جنگ کرنے کا حکم دیا جاسوسوں
نے موفق تک یہ خبر پہونچادی۔ چنانچہ موفق ماہ ربیع الاول ۲۶۷ھ میں بغداد سے واسط کی طرف
روانہ ہوا اور منیعہ پہنچ کے زنگیوں پر حملہ کر دیا۔ زنگی فوجیں اس اچانک حملہ سے گھبرا کے بھاگ
کھڑی ہوئیں ابو العباس بن موفق کے لشکر نے تعاقب کیا۔ منیعہ کا میدان کشت و خون سے لالہ زار
بن گیا تھا مقتولوں اور قیدیوں کی کوئی صحیح تعداد بیان نہیں کی جا سکتی جس طرف آنکھ اٹھتی تھی مقتول
ہی مقتول نظر آتے تھے فیجہ گروہ کا جو سپاہی دکھائی دیتا تھا وہ دو چار قیدیوں کو ضرور گرفتار کئے لاتا تھا
منیعہ کا شہر پناہ منہدم و مسمار کر دیا گیا۔ خندق جو شہر پناہ کے اردگرد تھی پاٹ دی گئی۔ سلیمان
بن موسیٰ شعرانی اور سلیمان بن جامع کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچا کے بھاگ کھڑے ہوئے ابو العباس
نے منصورہ و طہشا کی طرف قدم بڑھائے اور پہونچتے ہی اس پر قبضہ کر لیا مال اسباب اور خزانہ وغیرہ
جو کچھ تھا سب کو لوٹ لیا شہر پناہ کو منہدم کرا دیا خندق پٹوا دی سلیمان ابن جامع بھاگ کر واسط
پہونچا ابو العباس نے بھی منصورہ کو سر کرنے کے بعد واسط کی طرف مراجعت کی۔ بعد اسکے موفق نے
اپنی فوج کو دو حصوں پر تقسیم کیا ایک حصہ پر اپنے بیٹے ہارون کو واسط میں چھوڑا اور دوسرے
حصہ کو مرتب اور مسلح کر کے زنگیوں کی سرکوبی کو اہواز کی طرف بڑھا۔ اتنے میں یہ خبر مسموع ہوئی

کہ زنگیوں نے طہثا اور منصورہ کیجانب مراجعت کی ہے۔ اسیوقت اپنی رکاب کی فوج سے چند دستہ
فوج کو چند کارآزمودہ سرداران کی ماتحتی میں ان زنگیوں کے سرکرنے کو روانہ کیا جو طہثا اور منصورہ
کیطرف لوٹ آئے تھے اور خود جس قصد و عزیمت سے نکلا تھا اسی ارادہ کی تکمیل کو مدنظر رکھ کے
کوچ کر دیا۔ رفتہ رفتہ سوس پہونچا۔ اسوقت تک علی بن ابان اہواز ہی میں مقیم تھا۔ موفق کے آنے
کی خبر پاکے چند دستہ فوج اہواز کی حفاظت پر چھوڑ کے اپنے سردار صاحب زنج کے پاس چلا گیا۔
زنگیوں میں سے جو لوگ اہواز میں باقی رہ گئے تھے انہوں نے موفق سے امن کی درخواست کی موفق
نے انکی درخواستیں منظور کرلیں اور انکو امن دے کے تستر کی طرف چلا گیا۔ محمد بن عبداللہ کردی
بھی شاہی امن حاصل کرکے اہواز چلا آیا۔ موفق نے اپنے ایک بیٹے ہارون کو فرات بصرہ سے نہر
مبارک پر معہ فوج کے ملنے کو لکھ بھیجا اور دوسرے بیٹے ابوالعباس کو نہر ابی الخصیب پر خبیث سے
جنگ کرنے کو روانہ کیا خبیث کے سرداران لشکر کے ایک گروہ نے امن کی درخواست کی ابوالعباس
نے منظور کرلی اور امان دے کے انکے عذرات قبول کرلئے بعد اسکے لشکر مرتب کرکے شہر مختارہ پر
چڑھائی کی براہ دریا بھی فوج بھیجی پچاس ہزار شاہی فوج تھی اور زنگیوں کی فوج کی تعداد تین لاکھ
تھی۔ ابوالعباس نے جابجا دمدمے اور مورچے بنوائے موقع موقع سے منجنیقیں نصب کرائیں
مورچے قائم کئے اور رہنے کے لئے شہر موفقیہ کا بنیادی پتھر رکھا۔ قرب وجوار کے شہروں سے رسد
و [illegible] طلب کی فرمان بھیجا اور مختارہ کی رسد و غلہ کی آمد و رفت بند کردی۔ یہ تو خشکی کا انتظام تھا
دریا سے محاصرہ کی غرض سے جنگی کشتیوں کے متعدد بیڑے ہر وقت دریا میں [illegible] رہتے تھے۔ ۲۵
شعبان ۲۶۶ھ سے ۱۵ صفر ۲۶۷ھ تک نہایت شدت کے ساتھ مختارہ کا محاصرہ [illegible] رہا بعد
[illegible] سے [illegible] ایک [illegible] مختارہ [illegible] کا [illegible] کے ساتھ قبضہ کرلیا خبیث معہ اپنے بیٹے
[illegible] سے [illegible] کے [illegible] پہلے سے تجویز کیا گیا تھا
شاہی [illegible] ایک دستہ نے تعاقب کیا خبیث [illegible] قلعہ [illegible] پہونچنے پایا تھا کہ شاہی لشکر نے
بڑھکے اسکو گھیر لیا۔ [illegible] دو دو ہاتھ دونوں حریفوں میں چلنے پائے خبیث شکست کھا کے بھاگا۔ اکثر ہمراہی

مارے گئے سلیمان بن جامع گرفتار کر دیا گیا بعد اس کے صاحب زنج بھی مارا گیا دار وگیر میں مارا گیا سر اُتار کر کے موفق کے پاس لایا گیا۔ انکلائے معہ پانچہزار زنگیوں کے بھاگ کر دیناری پہونچا۔ شاہی لشکر نے تعاقب کیا اور اُن سبھوں کو گرفتار کر لایا۔ اسکے سپہ سالاروں میں سے درمونہ نامی ایک سپہ سالار شاہی لشکر کے رسد و غلہ بند کرنے کو بطیحہ چلا گیا تھا پس جب اسکو اپنے سردار کے مارے جانے کی خبر پہونچی تو اس نے بھی موفق سے امن کی درخواست کی موفق نے اسکو بھی امن دے دی۔

اس خداداد کامیابی کے بعد موفق چند دنوں اپنے شہر میں مقیم رہا بعد ازاں بصرہ، ابلہ اور کور دجلہ پر ایک شخص کو مقرر کر کے دار الخلافت بغداد کی جانب مراجعت کی۔ چنانچہ ماہ جمادی الاول ۲۷۰ھ میں بغداد آپہونچا۔

صاحب زنج کا صرف ایک لڑکا محمد نامی ملقب بہ "انکلائے" تھا۔ زنگی زبان میں اسکے معنی شاہزادہ کے ہیں۔ یحیی، سلیمان، اور فضل گرفتار ہو کر مطبق میں قید کر دیئے گئے تاآنکہ مرگئے۔ وَاللہُ وَارِثُ الْاَرْضِ وَمَنْ عَلَیْھَا۔

علویہ کے دعاۃ دیلم وجبل کے حالات

ابو جعفر منصور نے علویہ میں سے بنی حسن سبط کو اور بنی حسن سبط میں سے حسن بن زید بن حسن کو منتخب کر کے مدینہ منورہ کی گورنری مرحمت فرمائی تھی یہ وہی شخص ہے جس نے امام مالک رحمۃ اللہ کی آزمائش کی تھی جیسا کہ مشہور ہے اور اسی نے خلیفہ منصور کو بنی حسن کی جانب سے بدظن و مشتبہ کیا تھا۔ محمد مہدی اور اسکے بیٹے عبداللہ کی سازش اور مخالفت کی اطلاع منصور تک اسی نے کی تھی تاآنکہ منصور نے ان لوگوں کو گرفتار کر کے عراق بھیجدیا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں انکے متقارب رہے ہیں تھے اسی خاندان سے حسن بن زید بن محمد بن اسمعیل بن حسن والی مدینہ منورہ تھا۔

جسوقت محمد بن اوس (جو سلیمان بن عبداللہ بن طاہر نائب محمد بن طاہر کی طرف سے عامل طبرستان تھا) اور محمد و جعفر پسران رستم والیان اطراف طبرستان میں نزاع پیدا ہوئی

جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے اسوقت طبرستان کے قرب و جوار کے رہنے والوں نے اسکو دیلم سے
امداد کی درخواست کرنے کی ترغیب دی یہ لوگ اسوقت مجوسی المذہب تھے اور انکا بادشاہ
اہشوذار بن حسان تھا - ان لوگوں نے پسران رستم کی درخواست منظور کر لی اور محمد بن اوس
سے جنگ کرنے کو اوٹھ کھڑے ہوئے اس عداوت سے کہ محمد بن اوس نے دیلم کے شہروں کو خوب
خوب پامال اور تاخت و تاراج کیا تھا - پسران رستم نے محمد بن ابراہیم کو طبرستان سے حکومت
کرنے کی غرض سے بلا بھیجا - محمد بن ابراہیم نے خود تو منظور نہ کیا لیکن حسن بن زید کا پتہ بتا دیا کہ وہ
رے میں ہیں اور اس امر کے مستحق ہیں ان لوگوں نے محمد بن ابراہیم کے خط کے ذریعہ سے حسن بن
زید کو طلبی کا خط لکھا اور دلانے کی غرض سے اپنے خاص اور معتمد علیہ آدمی روانہ کیے چنانچہ حسن
بن زید رے سے دیلم میں تشریف لائے اسوقت صرف دیلم اور پسران رستم نہیں بلکہ طبرستان کے کل
اطراف و جوانب کے امیروں نے متفق ہو کے حسن بن زید کی حکومت کی بیعت کی - علاوہ انکے
اہل جبال طبرستان نے بھی اسکے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی - حسن بن زید نے ان سبھوں کو
فوجی ترتیب دیکر شہر آمد پر فوجکشی کر دی محمد بن اوس بھی اپنی فوجیں آراستہ کر کے مقابلہ
پر آیا اور آمد کے باہر لڑائی چھڑ گئی حسن بن زید نے چند دستہ فوج اپنی فوج سے علیحدہ کر کے آمد پر
دوسری جانب سے حملہ کر دیا اسوقت آمد میں جز معدودے چند سپاہیوں کے جو انتظام
اور حفاظت کی غرض سے شہر میں رہ گئے تھے اور کوئی سردار موجود نہ تھا حسن بن زید نے بکمال
آسانی آمد پر قبضہ کر کے اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا - محمد بن اوس گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ
کھڑا ہوا اور بہزار دقت و خرابی بسیار اپنی جان بچا کے سلیمان بن عبداللہ بن طاہر کے پاس ساریہ
پہونچا - حسن بن زید نے تعاقب کیا سلیمان اپنا لشکر آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا - گھمسان لڑائی ہونے لگی
حسن نے اپنے ایک سپہ سالار کو چند دستہ فوج کے ساتھ دوسری طرف سے ساریہ پر حملہ کرنے کو روانہ
کیا جسکی خبر اسکی حمایت کرنے والے سلیمان بن عبداللہ کو نہ تھی اس سپہ سالار نے پہونچتے ہی ساریہ پر
قبضہ کر لیا - سلیمان اس غیر متوقع ہزیمت سے گھبرا گئے جرجان کی طرف بھاگا حسن نے اسکے لشکرگاہ

اور کل اُن چیزوں پر جو وہاں تھیں معہ اسکے حرم اور اولاد کے قبضہ کرلیا۔ حرم اور اولاد کو کشتیوں پر سوار کرکے سلیمان کے پاس بھیجدیا۔ باقی رہا مال و اسباب وغیرہ اسکو دبا بیٹھا۔

بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ سلیمان نے بوجہ اس تشیع کے جو بنی طاہر میں تھی قصداً یہ ہزیمت اوٹھائی تھی۔

بعد اسکے حسن بن زید نے طبرستان کا رخ کیا اور اسپر قابض و متصرف ہو گیا سلیمان لوٹ کر طبرستان سے بھاگ گیا پھر کیا تھا حسن کے حوصلے بڑھ گئے تمام صوبہ طبرستان میں اپنے ایلچیوں کو پھیلا دیا اور اپنے آپ کو "داعی علوی" کے لقب سے مشہور کیا۔ رے کی طرف اپنے برادر عم زاد قاسم بن علی بن اسماعیل کو روانہ کیا ان دنوں رے میں قاسم بن علی بن زین العابدین سیمری تھا۔ چنانچہ قاسم نے رے پر قبضہ کرکے اپنی طرف سے بطور اپنے نائب کے محمد بن جعفر بن احمد بن عیسی ابن حسین صغیر بن زین العابدین کو مامور کیا۔

قزوین کی جانب حسین معروف بہ کوکبی بن احمد بن محمد بن اسمعیل بن محمد بن جعفر کو بھیجا والی قزوین نے اسکو ہزیمت دے دی تب حسن بن زید نے اپنے مامور سپہ سالار دواجن کو محمد بن میکال والی قزوین کی سرکوبی کو روانہ کیا چنانچہ دواجن نے محمد کو ہزیمت دے کے قتل کر ڈالا اور قزوین پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کرلیا۔ یہ واقعہ ۲۵۰ھ کا ہے۔

ان واقعات کے بعد سلیمان بن عبداللہ بن طاہر نے فوجیں آراستہ و مرتب کرکے جرجان سے طبرستان پر فوجکشی کی۔ حسن بن زید نے یہ خبر پاکے طبرستان چھوڑ کے دیلم چلے گئے۔ سلیمان نے طبرستان میں داخل ہوکے قبضہ کرلیا بعد ازاں ساریہ کے طرف بڑھا۔ قارن بن شہرزاد کے لڑکے اور اہل آمد نے حاضر ہوکے علم خلافت کی اطاعت قبول کرلی۔ سلیمان نے انکی تقصیر معاف کردی۔ بعد اس کے محمد بن طاہر نے بقصد جنگ حسن بن زید فوج کشی کی۔ محمد اور حسن میں سخت و خونریز لڑائیاں ہوئیں آخر کار حسن کو ہزیمت ہوئی تین سو چالیس نامی سردار مارے گئے۔ پھر ۲۵۳ھ میں موسی بن بغا ان لوگوں سے جنگ کرنے کو فوجیں

مرتب کرکے دارالخلافت بغداد سے چلا مقام قزوین میں حسین کوکبی سے مڈبھیڑ ہوئی حسین شکست کھاکے دیلم بھاگ گیا اور موسیٰ بن بغا نے قزوین پر قبضہ کرلیا۔ بعد اس کے حسین کوکبی نے سنہ ۲۵۶ھ میں بلاد دیلم سے مراجعت کی اور بلا کسی مزاحمت اور جنگ کے رے پر قبضہ کرلیا اور قاسم بن علی اس کے بعد ہی سنہ ۲۵۸ھ میں کرخ پر قابض ہوگیا۔ اور حسن بن زید نے جرجان پر چڑھائی کی۔ محمد بن طاہر والی خراسان نے جرجان کے بچانے کو فوجیں روانہ کیں۔ لیکن حسن بن زید نے انکو پسپا کرکے جرجان پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر ہی لیا۔ اسی واقعہ سے بنی طاہر کی حکومت خراسان سے جاتی رہتی ہے اور طوائف الملوکی کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے آج اسکو خراسان پر حکومت کا اعزاز حاصل ہے تو کل اوسکو۔ غرض یہی دائمی خراسان کی حکمرانی اولٹ پلٹ کرتا ہے تاآنکہ یعقوب صفار خراسان کو اسکے قبضہ و تصرف سے نکال لیتا ہے۔ بعد اس کے حسین سنہ ۲۵۹ھ میں قومس پر اس سے قبضہ حاصل کرلیتا ہے۔

طبرستان پر صفار کا قبضہ

عبداللہ سجزی اور یعقوب بن لیث صفار میں دربارہ ریاست سجستان ایک مدت سے چل رہی تھی پس جس وقت یعقوب کو سجستان کی حکومت ملگئی عبداللہ سجزی نے نیشاپور میں جاکے محمد بن طاہر سے پناہ طلب کی۔ محمد بن طاہر نے پناہ دی۔ بعد چندے جب یعقوب صفار نے نیشاپور پر فوجکشی کی تو عبداللہ سجزی حسن بن زید کے پاس بھاگ گیا اور ساریہ میں جاکے قیام پذیر ہوا۔ یعقوب صفار نے حسن بن زید سے عبداللہ کو طلب کیا حسن بن زید نے دینے سے انکار کیا۔ اس بناء پر یعقوب نے سنہ ۲۶۰ھ میں حسن پر فوجکشی کی اور حسن کو لڑکر ہزیمت دیدی حسن شکست کھاکے دیلم کے ملک میں چلا گیا اور عبداللہ سجزی نے رے میں جاکے دم لیا۔ یعقوب نے کامیابی کے ساتھ ساریہ اور آمد پر قبضہ حاصل کرلیا اور سال بھر کی مالگذاری بھی وصول کرلی۔ بعد ازاں حسن کے تعاقب میں روانہ ہوا اتفاق وقت سے راستہ بھول کے طبرستان کے پہاڑوں میں جا پڑا مینھ اور راستہ کے کیچڑ سے بہزار دقت و خرابی بسیار اپنی جان بچاکے واپس آیا دربار خلافت میں حسن کے حالات اور جو کچھ اس کے ساتھ اسنے کیے تھے ان سب کو اطلاعاً لکھ بھیجا۔ اور عبداللہ

سجزی کے تعاقب کو رے کی جانب کوچ کیا والی رے نے یہ خبر پاکے عبد اللہ کو گرفتار کرکے یعقوب کے پاس بھیجدیا یعقوب نے اسکو قتل کر ڈالا۔

بعد اس واقعہ کے ۲۶۱ھ میں حسن بن زید نے اپنی جمعیت درست کرکے طبرستان کی جانب پھر مراجعت کی اور یعقوب صفار کے عمال سے چھین لیا بعد اس کے سجستانی نے یعقوب بن لیث صفار سے خراسان میں بغاوت کی اور خراسان کو اسکے قبضہ سے نکال لیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ ابوطلحہ بن شرکب نے اس واقعہ سے مطلع ہو کے سجستانی پر چڑھائی کردی۔ سجستانی بھی خم ٹھونک کے میدان جنگ میں آگیا۔ ۲۶۵ھ میں گھمسان لڑائی ہوئی اور آخر کار سجستانی نے جرجان کو ابوطلحہ کے قبضہ سے نکال لیا بعد اسکے یعقوب صفار کے انتقال کے بعد اسکے بھائی عمرو بن لیث سے جنگ کرنے کو خروج کیا جیسا کہ انکے حالات میں بیان کیا جائے گا۔ ۲۶۶ھ میں حسن بن زید اور سجستانی سے چلگئی۔ حسن نے سجستانی پر فوجکشی کردی اس معرکہ میں سجستانی کو ہزیمت ہوئی۔ حسن نے جرجان پر قبضہ کرلیا سجستانی بھاگ کر آمد پہونچا۔ حسن نے بڑھ کے ساریہ پر قبضہ کرلیا اور حسن بن محمد بن جعفر بن عبد اللہ علیعی بن حسین اصغر بن زین العابدین کو مامور کرکے مراجعت کردی بعد اس کے حسن بن محمد نے حسن بن زید کی مرنے کی خبر مشہور کردی اور حکومت وسلطنت کا دعویدار ہو گیا۔ ایک جماعت نے اسکے ہاتھ پر بیعت کرلی اسکے تھوڑے ہی دنوں بعد حسن بن زید ساریہ میں آگیا اور حسن بن محمد کو گرفتار کرکے قتل کر ڈالا۔

حسن کی وفات محمد کی حکومت ماہ رجب ۲۷۰ھ میں حسن بن زید والی طبرستان نے وفات پائی بجائے اس کے اسکا بھائی محمد بن زید جانشین ہوا۔

پہلے یہ لوگ ابن طاہر کی وجہ سے خراسان میں رہتے تھے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں بعد ازاں یعقوب صفار نے خراسان پر قبضہ و تصرف حاصل کیا بعد چندے احمد سجستانی نے اس سے بغاوت کی اور لڑ کر خراسان کو یعقوب کے قبضہ سے نکال لیا۔ بعد اس واقعہ کے یعقوب ۲۶۵ھ میں مرگیا بجائے اسکے اسکا بھائی عمرو کرسی حکومت پر متمکن ہوا اور فوجیں مرتب کرکے خراسان

چڑھائی کر دی سجستانی اندنوں خراسان میں تھا۔ دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوتی رہیں اور حسن داعی طبرستان ان دونوں کا مقابلہ کر رہا تھا تا آنکہ اس نے بھی وفات پائی بجائے اسکے اسکا بھائی محمد بن زید سریر حکومت پر جلوہ افروز ہوا جیسا کہ تم ابھی اوپر پڑھ آئے ہو۔

انہیں واقعات کے اثنا میں موفق نے قزوین پر قبضہ کر لیا اور انتظاماً اپنے خادموں میں سے اذکوتکین کو متعین کیا اذکوتکین نے ۲۷۲ھ میں رے پر فوجکشی کی محمد بن زید، دیلم اور اہل طبرستان وخراسان کی ایک بہت بڑی فوج مرتب کر کے مقابلہ پر آیا۔ مگر باوجود کثرت فوج کے شکست کھا کے بھاگا چھ ہزار فوج کھیت رہی اور دو ہزار گرفتار کر لی گئی۔ لشکرگاہ لوٹ لیا گیا اور رے پر علم خلافت کا قبضہ ہو گیا اذکوتکین نے اپنے عمال کو صوبہ رے کے شہروں پر مقرر ومتعین کیا۔

پھر سجستانی کا جام حیات لبریز ہوا۔ داعی اجل کو لبیک کہہ کے ملک عدم کی طرف کوچ کیا۔ بجائے اس کے خراسان میں رافع بن لیث نامی ایک شخص سپہ سالاران طاہریہ سے متمکن ہوا محمد بن زید اور رافع سے اَن بَن ہو گئی۔ کچھ دنوں تک باہم لڑائیاں ہوتی رہیں آخرکار ۲۸۱ھ میں باہم مصالحت ہو گئی ۲۸۲ھ میں رافع نے اس شرط سے محمد بن زید کے نام کا خطبہ خراسان میں پڑھوایا کہ محمد بن زید بمقابلہ عمرو بن لیث کے رافع کا معین ومددگار ہو چنانچہ محمد بن زید نے عمرو بن لیث کو رافع بن لیث سے لڑنے کی بابت ملامتانہ اور دھمکی کا خط تحریر کیا اسوقت تو کسی مصلحت سے عمرو بن لیث خاموش ہو رہا لیکن بعد چندے عمرو بن لیث نے رافع دبا لیا مگر پھر بھی محمد بن زید کی ہیبت وقیری روا نہ رکھی اسکو اس قدر موقع دے دیا کہ یہ اسکے لئے طبرستان چھوڑ کے دیلم چلا گیا۔

محمد بن زید کی وفات

عمرو بن لیث نے خراسان پر قابض ہوتے اور رافع کو قتل کرنے کے بعد خلیفہ معتضد کی خدمت میں ماوراء النہر کی سند حکومت عطا ہونیکی درخواست بھیجی دربار خلافت سے اس درخواست کی منظوری ہو گئی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر اسماعیل بن احمد

سامانی تک پہونچی جو اس اطراف کے ممالک کا حکمران تھا۔ فوراً فوجیں آراستہ کرکے دریائے جیحون کو عبور کیا اور عمرو بن لیث سے جا بھڑا عمرو بن لیث کو اس معرکہ میں ہزیمت ہوئی لوٹ کر بخارے گیا اور وہاں سے نیشا پور کو روانہ ہوا نیشا پور میں پہونچکے فوجیں درست کیں سامان جنگ فراہم کیا اور بقصد جنگ اسماعیل سامانی نیشا پور سے بلخ کی طرف روانہ ہوا نہر بلخ پر پہونچکے کشتیوں کی عدم موجودگی سے کنارے پر رک رہا۔ اسماعیل سامانی کو اسکی خبر لگی۔ جھٹ پٹ نہر بلخ کو عبور کرکے ہر چہار طرف سے شب ہی کیوقت ناکہ بندی کرلی۔ صبح ہوئی تو عمرو بن لیث نے اپنے کو اسمٰعیل سامانی کے محاصرہ میں پایا۔ عمرو بن لیث نے محاصرہ توڑکر نکلجانے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہا۔ بہت بڑی خونریز لڑائی ہوئی آخر الامر اسماعیل سامانی نے ایک طرف سے راستہ دے دیا عمرو بن لیث اسکو غنیمت تصور کرکے اس طرف بڑھا۔ اسماعیل کے آدمیوں نے پہونچکے گرفتار کرلیا اور پابزنجیر اسماعیل کے پاس لائے۔ اسماعیل نے ۲۸۸ھ میں خلیفہ معتضد کی خدمت میں روانہ کردیا۔ خلافت مآب نے جیل میں ڈالدیا اور اسماعیل کو ان شہروں کی بھی سند حکومت عطا فرمائی جو عمرو بن لیث کے قبضہ و تصرف میں تھے۔

جسوقت عمرو بن لیث کی گرفتاری اور اسماعیل سامانی کی کامیابی کی خبر محمد بن زید تک پہونچی اس خیال سے کہ مبادا اسماعیل مجھ پر حملہ آور ہو فوجیں آراستہ کرکے طبرستان سے بقصد جنگ اسماعیل نکل کھڑا ہوا۔ سفر و قیام کرتا ہوا جرجان پہونچا اسماعیل نے نصیحتانہ اس لاحاصل خونریزی سے باز آنے کا خط لکھا۔ لیکن غیب محمد نے انکاری جواب دیا تو اسماعیل نے محمد بن ہارون کو بسر افسری ایک عظیم الشان فوج کے محمد بن زید کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ (محمد بن ہارون پہلے رافع بن ہرثمہ کے سپہ سالاروں سے تھا رافع کے قتل ہونے پر عمرو بن لیث کی خدمت میں رہا اور بعد عمرو بن لیث کی گرفتاری کے اسماعیل سامانی کا مطیع اور ملازم ہوگیا) محمد بن زید اور محمد بن ہارون میں جرجان کے میدان میں ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ پہلی لڑائی میں تو محمد بن ہارون کو ہزیمت ہوئی لیکن شکست کھانیکے بعد محمد نے اپنے پُرزور حملہ سے محمد بن زید کو پسپا کردیا اسکا سارا لشکر بے ترتیبی کے

ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ ایک گروہ کثیر اسکے لشکر کا کام آگیا۔ اسکا بیٹا زید گرفتار کر لیا گیا اور یہ خود بھی زخمی ہوا جسکے صدمہ سے تھوڑے ہی دنوں بعد مر گیا۔ محمد بن ہارون اسکے لشکر گاہ کو لوٹ کے طبرستان کی جانب بڑھا اور اسپر قابض و متصرف ہوگیا۔ نامہ بشارت فتح بزید کی معرفت اسماعیل کی خدمت میں روانہ کیا۔ اسماعیل نے خوش ہو کے بخارے ہی میں قیام کرنے کا حکم دیا اور اس کی تنخواہ بڑھادی منصب اور جاگیر عطا کی۔

پھر ۲۸۹ھ میں اسماعیل سامانی نے دیلم پر فوجکشی کی اسوقت اسکی زمام حکومت ابن حسان کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ اسماعیل کو اس مہم میں بھی کامیابی نصیب ہوئی اور اسیوقت سے خراسان کے علاوہ طبرستان اور جرجان پر بھی سامانی پھریرہ کامیابی کی ہوا میں اُڑنے لگا تا آنکہ اطروش اس ملک میں ظاہر ہوا جیسا کہ آئندہ تم پڑھو گے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بعد اس واقعہ کے زید بن محمد بن زید نے طبرستان پر حکمرانی کی تھی اور اسکے مرنے کے بعد اسکا بیٹا حسن بن زید کرسی حکومت پر جلوہ افروز ہوا تھا۔

اطروش کا طبرستان پر قبضہ

اطروش ۔ عمر بن زین العابدین کی اولاد سے تھا جو زمانہ خلیفہ معتصم میں طالقان کا داعی تھا۔ اسکا تذکرہ تم اوپر پڑھ آئے ہو اطروش کا نام حسن تھا اعلی بن حسین بن علی بن عمر بن زین العابدین کا بیٹا تھا، بعد شہادت محمد بن زید، دیلم چلا گیا۔ تیرہ برس تک وہیں ٹھہرا ہوا اسلام کی دعوت اور تعلیم دیتا رہا اور محض ان لوگوں سے عشر لینے پر اکتفا و قناعت کرتا رہا۔ اگرچہ دیلم کا بادشاہ (ابن حسان) اسکی مدافعت اور روک تھام کرتا جاتا تھا مگر پھر بھی دیلم کا ایک گروہ کثیر اسکے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا اور اسکی اطاعت قبول کرلی۔ اطروش نے دیلم کے بلاد میں مسجدیں بنوائیں اور انکو مذہب شیعہ زیدیہ کی تلقین و تعلیم دی پس وہ لوگ اسی مذہب کے پابند ہوئے۔ بعد اس کے اطروش نے ان لوگوں کو طبرستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی چونکہ احمد بن اسمٰعیل بن سامان کی طرف سے محمد بن نوح طبرستان پر حکمرانی کر رہا تھا اور دیلم پر اسکے بہت احسانات تھے اسوجہ سے اہل

دیلم نے اطروش سے طبرستان پر حملہ آور ہونے کی بابت عذر کیا چند دنوں بعد احمد سامانی نے محمد بن نوح کو حکومت طبرستان سے معزول کرکے ایک دوسرے شخص کو مامور کیا اس نے اہل طبرستان کے ساتھ بہت بُرے برتاؤ کئے ظلم وستم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ احمد سامانی نے اسکو معزول کرکے محمد بن نوح کو پھر حکومت طبرستان پر واپس بھیجا۔ پھر بعد انتقال محمد بن نوح کے ابو العباس محمد بن ابراہیم صعلوک کو متعین کیا۔ اسنے بھی اہل دیلم اور رؤسا طبرستان کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کئے جس سے ان لوگوں کو ناراضی پیدا ہوئی۔ حسن اطروش کو طبرستان پر قبضہ کرلینے کو بلا بھیجا حسن کی مانگی مراد برآئی۔ لشکر آراستہ کرکے طبرستان پر چڑھ آیا۔ ابو العباس یہ خبر پاکے مقابلہ پر آیا۔ سالوس سے ایک منزل کے فاصلہ پر دریا کے کنارے صف آرائی کی نوبت آئی ابو العباس کو ہزیمت ہوئی چار ہزار لشکر اس معرکہ میں کام آگیا بقیۃ السیف پر اطروش نے سالوس میں محاصرہ ڈالدیا تاآنکہ محصوروں نے امن کی درخواست کی اطروش نے ان لوگوں کو امن دیدی اور آمدمیں پہونچکے پڑاؤ کردیا بعد اسکے حسن بن قاسم بن علی بن عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بطحانی بن قاسم بن حسن بن زید والی مدینہ (اطروش کا داماد) آپہونچا اور کل پناہ گزینوں کو قتل کرڈالا اطروش اسوقت موجود تھا۔

اطروش نے اس مہم سے فارغ ہوکے طبرستان کے پورے صوبہ پر قبضہ کرلیا اور حسن بن قاسم اپنے کو "ناصر" کے لقب سے ملقب کرنے لگا۔ یہ واقعہ ۳۰۱ھ کا ہے۔

ابو العباس شکست کھاکے رے چلا گیا اور پھر رے سے بغداد کی طرف کوچ کیا بعد اس کے ۳۰۲ھ میں ناصر نے آمد سے نکلکے سالوس میں پڑاؤ کیا ابو العباس کو اسکی خبر لگی فوجیں مرتب کرکے پھر مقابلہ پر آگیا دونوں حریفوں میں گھمسان لڑائی ہوئی حسن داعی یعنی حسن بن زید نے اسکو ہزیمت دیدی بعد ازاں سعید بن نصر بن احمد نے بسر افسری عساکر خراسان اطروش پر ۳۰۴ھ میں حملہ کیا اور شکست دیکے اسکو قتل کرڈالا۔

اطروش کے مارے جانے کے بعد اسکا داماد اور اسکے بیٹے حکمرانی کرنے لگے۔ ان لوگوں میں باہم متعدد لڑائیاں ہوئیں جیساکہ آئندہ بیان کیا جائیگا۔

اطروش کے تین بیٹے تھے ابوالقاسم ، حسن ، اور حسین ، اسکے لشکر کے کل سپہ سالار اور سردار
دیلمی تھے - ازانجملہ لیلی بن نعمان (اسکو اطروش کے داماد حسن نے بعد اطروش کے جرجان پر
مامور کیا تھا) اور ماکان بن کالی تھا (یہ استرآباد میں حکمرانی کرتا تھا) اسکے دیلمی سرداروں کے دوسرے
گروہ سے اسفار بن شیرویہ (- ماکان کے ہمراہیوں سے تھا) سبکری اور مرداویج تھا (یہ دونوں
اسفار کے ہمراہیوں سے تھے) اور سولویہ مرداویج کا ہمراہی اور مصاحب تھا -- ان سبھوں کے حالات
آیندہ تحریر کئے جائیں گے -

حسن بن قاسم ، اطروش کا داماد ، ہر کام میں اطروش کا پیرو اور مقلد تھا اسی وجہ سے یہ "داعی
صغیر" کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا - اس نے ۳۰۸ھ میں سپہ سالاران دیلم سے لیلی بن نعمان
کو جرجان پر مامور کیا - اسکو اسکی قوم میں بہت بڑا اعزاز و افتخار حاصل تھا اطروش اور اولاد اطروش
اسکو "المؤید لدین اللہ المنتصر لآل رسول اللہ" کے لقب سے یاد کرتے تھے ان دنوں خراسان
کی زمام حکومت نصر بن احمد سامانی کے قبضہ اقتدار میں تھی - اسکی سرحد طبرستان کی طرف سے دامغان
تک تھی بنی سامان کا ایک غلام قراتگین نامی اس سرحد پر مامور تھا اس سے اور لیلی بن نعمان سے
جھگڑا ہوا متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر کار لیلی نے اسکو شکست دیدی اس واقعہ سے اسکی عظمت و
شوکت بڑھ گئی قراتگین کا غلام فارس بھی اسکے پاس چلا گیا اسنے فارس کی بڑی آؤ بھگت کی اور
اپنی بہن کا عقد اس سے کرکے رشتہ مصاہرت قائم کر لیا بعد ازاں ابوالقاسم بن حفص ہمشیر زادہ
احمد بن سہل سپہ سالار ملوک سامانیہ نے جبکہ اسکے ماموں (احمد) کا کارخانہ درہم برہم ہوا امن
کی درخواست کی لیلی نے امن دیکے اپنے پاس بلا لیا - اسکے بعد حسن بن قاسم داعی صغیر نے
نیشاپور پر فوج کشی کرنے کی طیاری کی چنانچہ ابوالقاسم بھی اس کے ہمراہ اس مہم پر گیا - قراتگین
نیشاپور سے اور اس سے لڑائی ہوئی - قراتگین شکست [illegible] حسن بن قاسم نے ۳۰۹ھ
میں کامیابی سے مقام نیشاپور پہنچ ... حاصل کرکے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا - سکہ جاری کیا - اسی
سنہ میں سعید بن نصر نے بخارا سے اپنی فوجیں بسر کردگی اپنے نامور سپہ سالار حمویہ بن علی سلمی

بن النعمان کو اطروش میں لانے کی غرض سے روانہ کیں - محمد بن عبید اللہ بلعمی ابو جعفر صعلوک امیر خوارزم
شاہ سیمجور دواتی اور بقراخان وغیرہم نامی نامی سپہ سالار اس مہم پر حمویہ کے ساتھ گئے تھے مقام
طوس میں لیلی کی فوج سے مقابلہ ہوا دونوں حریفوں میں گھمسان لڑائی ہوئی کھیت حمویہ کے ہاتھ
رہا لیلی شکست کھا کے آمد پہونچا اور اس بے سروسامانی و پریشانی سے آمد میں داخل ہوا کر قلعہ بندی
نہ کر سکا بقراخان نے پہونچکے گرفتار کر لیا - دیلمی فوج نے مجبورانہ امن کی درخواست پیش کی امن دیدی
گئی مگر بعد کو حمویہ نے ان لوگوں کے قتل کا اشارہ کر دیا تب ان لوگوں سے اسکے سپہ سالاروں کے دامن
عاطفت میں جاکے پناہ لی - بعد ازاں لیلی پیش کیا گیا حمویہ نے اسکا سر اوتار کے ماہ ربیع الاول ۳۰۹ھ
میں دارالخلافت بغداد کو نامہ بشارت فتح کے ساتھ روانہ کر دیا باقی رہا فارس، قراتکین کا غلام وہ
بدستور جرجان میں رہا -

طبرستان میں علویہ کی امارت

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ ۳۰۴ھ میں حسن اطروش کے قتل کے بعد طبرستان میں اسکا داماد حسن بن قاسم موسوم بہ "داعی صغیر" ملقب بہ ناصر
سریر حکومت پر متمکن ہوا -

بعضے کہتے ہیں کہ حسن بن قاسم، حسن بن اطروش کا بھائی تھا جیسا کہ ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے
لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ حسن بن قاسم، اطروش کا داماد اور حسین بن زید والی مدینہ کے خاندان سے تھا
اسکا نبیرہ محمد بطحانی بن قاسم بن حسن، حسن بن قاسم کا مورث و جد اعلیٰ تھا -

حسن بن اطروش بوقت قتل اپنے باپ اطروش کے استرآباد میں تھا اس واقعہ کے بعد
ماکان بن کالی نے حکومت و سلطنت کی اسکے ہاتھ پر بیعت کی اور اسکی طرف سے ملک کا نظم و نسق
کرنے لگا - پس جب لیلی بن نعمان والی جرجان نے قراتکین کو ہزیمت دی اور قراتکین کا غلام فارس
نامی لیلی کے پاس چلا آیا اور ابو القاسم بن حفص بھی پناہ حاصل کر کے لیلی کی خدمت میں آگیا اسوقت
سعید بن نصر سامانی والی خراسان نے اپنے نامور سپہ سالار سیمجور دواتی کو چار ہزار سوار کی جمعیت
سے جرجان کے محاصرہ پر روانہ کیا چنانچہ سیمجور کئی مہینے جرجان کا محاصرہ کئے رہے - جرجان نہ فتح ہو سکے

ساتھ حسن اور سرخاب بن وہشودان برادر عم زاد ماکان بن کالی امیر لشکر بھی تھا۔ جسوقت محاصرین نے محصوروں پر شدت شروع کی اسوقت حسن و سرخاب آٹھ ہزار دیلمی فوج لیکے محاصرہ توڑ کے نکل آئے۔ سیجور کو اولا ہزیمت ہوئی محصوروں نے جوش کامیابی میں تعاقب کیا ادھر کمینگاہ سے سیجور کے لشکریوں نے نکلکے دیلمی فوج پر حملہ کر دیا اُدھر سیجور نے بھی پلٹ کے یلغار کیا۔ دیلمی فوج پھر محاصرہ میں آگئی تقریباً چار ہزار دیلمی فوج کام آگئی حسن براہ دریا بھاگ کے استرآباد پہونچا بعد ازاں سرخاب بھی بحال پریشان استرآباد میں آیا دونوں ایک دوسرے کو لپٹ کے اپنی اپنی قسمتوں کو پھوٹ پھوٹ کر روئے اور سیجور فتحمند گروہ کو لئے ہوئے جرجان میں ٹھہرا رہا۔ بعد چندے سرخاب مرگیا حسن نے ماکان بن کالی کو استرآباد میں اپنا نائب مقرر کرکے ساریہ کا راستہ لیا۔

حسن کے چلے آنے کے بعد دیلمیوں نے مجتمع ہوکے ماکان بن کالی کو اپنا امیر بنایا سعید بن نصر سامانی کو اسکی خبر لگ گئی ایک عظیم الشان فوج ان لوگوں کے محاصرہ اور سرکوبی کو بھیجدی چنانچہ یہ فوج ایک مدت تک ماکان بن کالی کا محاصرہ کئے رہی آخرکار ماکان بن کالی استرآباد کو اسکے محاصروں کے حوالہ کرکے ساریہ کی طرف چلتا پھرتا نظر آیا۔ فوج محاصر نے استرآباد میں داخل ہوکے قبضہ حاصل کرلیا۔ اور بقراخان کو استرآباد کی حکومت پر مامور کرکے جرجان اور پھر جرجان سے نیشاپور کی طرف معاودت کی بعد اسکے سنہ ۳۱۳ھ میں ماکان بن کالی نے استرآباد کو بقراخان کے قبضہ سے نکال لیا بعدہ جرجان پر بھی قابض و متصرف ہوگیا اور ایک مدت تک اسی شان و شوکت سے ٹھہرا رہا۔

پھر بعد اس کے اسفار بن شیرویہ جرجان پر قابض ہوکے استقلال و استحکام کے ساتھ حکومت کرنے لگا سبب یہ پیدا ہوا کہ اسفار بن شیرویہ ماکان بن کالی کے مصاحبوں اور رجال نثار سپہ سالاروں سے تھا مگر کسی وجہ سے ماکان بن کالی کو اسفار سے ناراضی اور کشیدگی پیدا ہوئی اپنے لشکر سے نکال دیا۔ اسفار بن شیرویہ ملوک سامانیہ میں سے ابوبکر بن محمد بن الیسع کے پاس نیشاپور چلا گیا اور اسکی خدمت میں رہنے لگا۔ بعد چندے ابوبکر نے اسفار کو بسرافسری ایک فوج کے جرجان کے فتح کرنے

کو روانہ کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ ماکان طبرستان چلا گیا تھا اور جرجان میں اپنے بھائی ابوالحسن علی کو
مامور کر گیا تھا ایک روز شب کیوقت ابوالحسن نے ابوعلی حسین بن اطروش کے مار ڈالنے کا قصد کیا
اتفاق یہ کہ ابوعلی کو اسکا احساس ہوگیا ابوالحسن کو گرفتار کرکے قتل کر ڈالا اور مکان سے نکلکے ایک
گوشہ عافیت میں روپوش ہوگیا۔ اگلے دن سپہ سالاران لشکر اور اراکین دولت کو طلب کرکے اس
واقعہ سے مطلع کیا ان لوگوں نے ابوعلی حسین کو اس حادثہ جانکاہ سے محفوظ رہنے کی مبارکباد دی اور
بطیب خاطر اسکی حکومت وسلطنت کی بیعت کی۔ علی بن خورشید کو فوج کی سرداری عنایت ہوئی۔ بعد
اسکے ان لوگوں نے متفق ہوکے اسفار بن شیرویہ کو اپنی امداد واعانت کی غرض سے بلا بھیجا۔ چنانچہ
اسفار ابوبکر بن محمد سے اجازت حاصل کرکے ان لوگوں کے پاس آیا۔ شدہ شدہ اسکی خبر ماکان بن
کالی تک پہونچگئی فوجیں مرتب کرکے چڑھائی کردی دونوں فریق میں متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر کار ماکان
کو شکست ہوئی اور اسفار وعلی بن خورشید وغیرہما نے طبرستان پر قبضہ کرکے ابوعلی حسین کو لاکے
وہیں ٹھہرایا۔ چندے ابوعلی حسین طبرستان میں مقیم رہا۔
اس واقعہ کے بعد ہی علی بن خورشید نے وفات پائی۔ ماکان بن کالی کو مناسب موقع ہاتھ آگیا
لشکر آراستہ کرکے دوبارہ اسفار پر فوجکشی کردی مقام طبرستان میں صف آرائی کی نوبت آئی۔ اسفار
نے شکست کھاکے ابوبکر بن محمد کے پاس جرجان میں جاکے دم لیا اور وہیں ٹھیرا رہا تاآنکہ ۳۱۵ھ میں
اسنے انتقال کیا۔ پس نصر بن احمد بن سامان نے اسفار کو جرجان کی عنان حکومت عنایت کی۔ اسنے
زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیکے مرداویج بن زینار (زیازیار) جیلی کو سردار لشکر مقرر کرکے طبرستان
کی طرف بڑھنے کا حکم دیا مرداویج نے نہایت مستعدی اور مردانگی سے اس مہم کو انجام دیا اور ایک
مدت قلیل میں طبرستان پر کامیابی کے ساتھ قابض ومتصرف ہوگیا۔ اسی زمانہ میں حسن بن قاسم
داعی اور اسکا سپہ سالار لشکر ماکان بن کالی دیلمی رے، قزوین، زنجار، ابہر اور قم وغیرہا پر قابض
اور دخیل ہوچکا تھا حسن اور ماکان یہ خبر پاکے مرداویج کے قبضہ سے طبرستان کے چھڑانے کو دوڑ پڑے
اسفار بھی فوجیں آراستہ کرکے میدان جنگ میں آگیا۔ ماکان اور حسن بن قاسم داعی شکست کھا کے

بھاگا چونکہ اسکی سختی مزاج اور ذرا ذراسی بھول چوک پر مواخذہ کرنیکی وجہ سے ہمراہیوں میں بددلی پیدا ہوگئی تھی اسوجہ سے ہمراہیوں نے اسی بھگدڑ میں ساتھ چھوڑ دیا۔ اور دشمن گروہ نے پہونچکر مارڈالا۔ بعدازاں ہزیمت خوردہ لشکری ایک مقام پر مجتمع ہوگئے۔ وُساء جبل سے ہزرسیدان کو امیر لشکر اور حسن داعی کی گرفتاری اور بجائے اسکے ابوالحسن بن اطروش کی تقرری کا مشورہ کیا ہزر سیدان مرداویج اور وشکین کا ماموں تھا۔ کسی ذریعہ سے یہ خبر داعی تک پہونچگئی۔ داعی معہ اپنے سپہ سالاروں کے ابوالحسن سے ملا اور اسکو معہ ان لوگوں کے جو شریک جلسہ شوریٰ تھے اپنے محلسرا میں جو جرجان میں تھا دعوت کے بہانہ سے لے گیا۔ جوں ہی یہ لوگ داخل ہوئے ایک سرے سے سب کو قتل کرکے ڈھیر کردیا۔ اس باعث سے دیلمیوں کو اس سے نفرت وکشیدگی پیدا ہوئی اور موقع پاکے دھوکے سے قتل کرڈالا۔ اسفار نے بلامزاحمت ومخاصمت طبرستان، رے، جرجان، قزوین، زنجان، ابہر، قم اور کرج پر قبضہ حاصل کرلیا اور ملوک بنی سامان والی خراسان کی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا خود توساریہ میں خیمہ زن رہا اور ہارون بن بہرام کو سند امارت عطا کرکے آمد روانہ کیا ہارون کا میلان طبعی ابوجعفر کی طرف تھا جو ناصر بن اطروش کی اولاد سے تھا اسنے آمد میں پہونچکے ابوجعفر کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ ابوجعفر نے خوش ہوکے اپنے سرداروں میں سے ایک سردار کی لڑکی سے اسکا عقد کردیا اور جلسہ عقد میں خود بھی معہ اور علویوں کے شریک ہوا۔ اسفار کو ان واقعات کی اطلاع ہوگئی۔ عین عقد کے روز دفعۃً آمد پر حملہ کردیا اور ابوجعفر کو معہ اور سرداران علویہ کے گرفتار کرکے بخارا لایا اور وہیں پران سبھوں کو قید کردیا تاآنکہ اس کے ایک مدت کے بعد قید کی مصیبت سے ان لوگوں نے رہائی پائی۔

بعض مورخین متاخرین تحریر کرتے ہیں کہ حسن بن قاسم داعی (اطروش کے داماد) کی بیعت اطروش کی وفات کے بعد کی گئی اور "الناصر" کا لقب دیا گیا اسنے اپنی حکومت کے بیعت لینے کے بعد جرجان پر قبضہ حاصل کیا اور اس سے پیشتر دیلم نے جعفر بن اطروش کا ثانیہ اطاعت اپنے دوش پر رکھ لیا تھا۔ اور اسکے مطیع ہوگئے تھے پس داعی مذکور نے طبرستان پر چڑھائی کی اور جعفر کے قبضہ

سے اسکو نکال لیا۔ جعفر بھاگ کر دباوند پہونچا۔ علی بن احمد بن نصر نے گرفتار کرکے علی بن وہشودان بن
حسان والی دیلم کے پاس بھیجدیا یہ اُسکے ایک صوبہ کا والی تھا۔ چنانچہ علی نے جعفر کو قید میں ڈالدیا پس
جب علی بن احمد مارا گیا تو علی بن وہشودان نے جعفر کو رہا کردیا۔ جعفر نے دیلم میں پہونچکے فوجیں مرتب
کیں اور اسکو مسلح و آراستہ کرکے پھر طبرستان کیطرف بقصد فتح و قبضہ معاودت کی۔ حسن یہ خبر پاکے
بھاگ گیا اور جعفر نے طبرستان پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کرلیا بعدہ جعفر نے وفات پائی تب ابوالحسن کی
حکومت کی بیعت لی گئی جو اسکے بھائی حسن کا بیٹا تھا پس جب ماکان بن کالی پر یہ امر منکشف ہوا
تب اسنے حسن داعی کی بیعت کرلی۔ اسنے حسن بن احمد (یہ جعفر کے بھائی کا بیٹا تھا) کو گرفتار کرکے
جرجان میں قتل کرنے کی غرض سے نظربند کردیا جہانپر کہ اسکا بھائی ابوعلی قید تھا۔ حسن نے ایک
روز ابوعلی کو قتل کرکے جرجان کے سپہ سالاروں سے اپنی امارت کی بیعت لیلی۔ اس بنا پر
ماکان سے اور اس سے لڑائیاں ہوئیں آخرکار حسن بھاگ کر آمد پہونچا اور وہیں داعی اجل کو لبیک
کہکے ملک عدم کا راستہ لیا بعد اسکے اسکے بھائی ابوجعفر بن محمد بن احمد کی بیعت حکومت منعقد ہوئی
ماکان نے ذرے سے اسپر فوج کشی کی ابوجعفر نے آمد کو خیرآباد کہکے ساریہ کی طرف کوچ کیا۔ اسوقت
ساریہ میں اسفار بن شیرویہ موجود تھا ابوجعفر اور اسفار میں معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ شکست ابوجعفر
کے ہاتھ رہا میدان جنگ سے اسفار بھاگ نکلا جرجان میں جاکے ابوبکر بن محمد بن الیاس کے پاس
پناہ لی۔ بعدازاں ماکان نے ابوالقاسم داعی کے ہاتھ پر حکومت و امارت کی بیعت کی حسن داعی
نے یہ خبر پاکے مرداویج سے اپنے ماموں سیداب بن بندار کا بدلہ لینے کو رے پر فوجکشی کی (یہ شخص ۳۱۲ھ
میں جرجان کا داعی تھا) اور ماکان نے دیلم کیطرف مراجعت کی طبرستان پر قبضہ کیا۔ یہیں پر ابوعلی
ناصر بن اسمٰعیل بن جعفر اطروش کی حکومت کی اسنے بیعت کی زیادہ زمانہ گذرنے نہ پایا تھا کہ ابوعلی نے
وفات پائی ابوجعفر بن محمد بن ابوالحسن احمد بن اطروش اس واقعہ کے بعد ہی دیلم کی طرف چلا گیا
تاآنکہ مرداویج نے رے پر قبضہ کرلیا۔ پس اسنے ابوجعفر کو دیلم سے خط و کتابت کرکے بلا بھیجا اور بڑی
آؤبھگت سے ٹھہرایا۔ پھر جب اسنے طبرستان پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑا اور ماکان کو جب

سے نکال باہر کیا تو استے اسی ابوجعفر کی امارت کی بیعت کی اور "صاحب القلنسوہ" کے لقب سے ملقب کیا پھر جب یہ مرگیا تو اسکے بھائی کے ہاتھ پر امارت وحکومت کی بیعت کی" اور "الثائر" کا لقب دیا یہ ایک مدت تک دیلمیوں میں مقیم رہا۔ ۳۳۶ھ میں اسنے جرجان پر چڑھائی کی اسوقت جرجان کی عنان حکومت۔ رکن الدولہ بن بویہ کے قبضہ اقتدار میں تھی اس نے اس طوفان کے روک تھام کرنے کو ابن عمید کو مامور کیا۔ چنانچہ ابن عمید اور الثائر سے معرکہ آرائیاں ہوئیں ایک سخت اور عام خونریزی کے بعد ابن عمید کو فتحیابی نصیب ہوئی۔ الثائر شکست کھاکے پہاڑوں میں جاچھپا اور وہیں پر دیلمیوں کے ساتھ ٹھیرا رہا۔ اور ملوک عجم اسکے نام کا خطبہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ ۳۵۰ھ میں اپنی حکومت کے تیس برس بعد اس نے وفات پائی تب اسکے بھائی حسن بن جعفر کی امارت کی بیعت لیگئی۔ "الناصر" کا لقب دیا گیا۔ بعد چندے لیکوبن وشکس بادشاہ جبل نے اسکو گرفتار کرکے خلفاء بغداد کے سپہ سالاروں کے حوالہ کردیا۔ الناصر کی گرفتاری سے فاطمیین کی حکومت وامارت ان ممالک وجبال سے منقرض ومعدوم ہوگئی والبقاء للہ وحدہ۔

دولت اسماعیلیہ پہلے ہم ان میں سے اُن عبیدیوں کے حالات احاطہ تحریر میں لائینگے جنہوں نے قیروان اور قاہرہ میں حکمرانی کی اور انکی اُس دولت وحکومت کے تذکرے تحریر کرینگے جو مشرق ومغرب میں تھی۔

ان عبیدیوں کی اصل شیعہ امامیہ سے ہے۔ ہم اوپر انکے مذہب کی داستان شیخین اور کل صحابہ سے برات کرنیکی وجہ اس سبب سے کہ ان لوگوں نے حسب زعم انکے باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت کی وصیت علی کے حق میں کرگئے تھے، علی کو چھوڑکے شیخین کی امامت کی بیعت کرلی تھی بالتفصیل بیان کرآئے ہیں۔ اسی سے شیعہ امامیہ اور شیعوں سے علیحدہ سمجھے جاتے ہیں ورنہ شیعوں کے کل فرقے تفضیل علی کے قائل ہیں۔ اس اعتقاد سے زیدیہ کو امامت ابوبکر سے کوئی دقت نہیں واقع ہوتی کیونکہ زیدیہ کے نزدیک امامت مفضول بحالت موجودگی شخص افضل کے جائز ہے۔ اور نہ کیسانیہ کے اعتقادیات میں اس اعتقاد سے کچھ فرق پڑتا ہے۔ اس سبب سے

کہ وہ اس وصیت کے قائل نہیں ہیں پس کوئی دقّت ابوبکر کی امامت سے واقع نہوئی۔ اہل
نقل وارباب سیر اس وصیت سے انکار کرتے ہیں درحقیقت یہ امامیہ کی موضوعات اور انکی
مفتریات سے ہے۔ اور کبھی امامیہ رافضی کے نام سے بھی موسوم کئے جاتے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ بیان
کی جاتی ہے کہ جسوقت زید شہید نے کوفہ میں علم حکومت کے خلاف خروج کیا اور شیعوں نے ان کے
پاس آمد و رفت شروع کی اسی زمانہ میں ایک روز شیعوں نے شیخین کی بابت جناب موصوف سے
بحث و مباحثہ شروع کیا اور یہ کہتے گئے کہ شیخین نے علی پر بڑا ظلم کیا کہ خلافت سے انکو محروم کرکے آپ
خلیفہ و امیر بن بیٹھے جناب موصوف نے اس خیال پر ان لوگوں سے ناراضی اور بیزاری ظاہر کی شیعہ
بولے" اچھا تو آپ پر بھی کسی نے ظلم نہیں کیا اور خلافت و امارت میں آپ کا کوئی حق نہیں ہے" شیعہ
یہ کہکر چلے آئے اور انکی رفاقت ترک کر دی۔ پس اسیوجہ سے رافضی کے نام سے موسوم ہوئے (رفض
کے معنی چھوڑنے کے ہیں) اور جو لوگ زید شہید کے ساتھ اور رفاقت میں رہے وہ لوگ زیدیہ کہلائے۔
امامیہ کے نزدیک علی کے بعد حسن امام ہوئے بعد ازاں حسین پھر انکے بیٹے علی زین العابدین
بعدہ انکے بیٹے محمد الباقر بعدہ جعفر الصادق یکے بعد دیگرے وصیت کے مطابق عہدۂ امامت سے
ممتاز ہوتے گئے یہ پانچ آئمہ ہیں جنکی امامت پر رافضیوں میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔
پھر بعد جعفر صادق کے دو گروہ ہوگئے ایک گروہ اثنا عشریہ کہلایا اور دوسرا فرقہ اسماعیلیہ اثنا عشریہ
اسوقت تک امامیہ کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں اور انکا مذہب یہ ہے کہ جعفر صادق سے امامت
منتقل ہوکر انکے بیٹے موسیٰ کاظم کی طرف آئی۔ بعد انتقال انکے باپ (جعفر صادق) کے ایلچیوں نے خروج
کیا۔ ہارون الرشید کو اسکی خبر لگی چنانچہ انکو مدینہ منورہ سے گرفتار کرکے عیسیٰ بن جعفر کے پاس قید
کیا۔ پھر بغداد بھیجدیا اور ابن شاہک کی نگرانی میں محبوس رکھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یحییٰ بن
خالد نے موسیٰ کاظم کو انگور میں زہر دیدیا تھا جس سے انکی موت وقوع میں آئی یہ واقعہ ۱۸۳ھ کا
ہے۔ شیعوں نے موسیٰ کاظم کے بعد انکے بیٹے علی رضا کو امام برحق تسلیم کیا۔ علی رضا بنی ہاشم میں ایک
ممتاز اور باوقار شخص تھے انکا زمانہ زیادہ تر خلیفہ مامون کی صحبت میں منقضی ہوا ۲۰۳ھ میں جبکہ

طالبیوں کے دُعاۃ (ایلچی) ظاہر ہوئے اور ہر چہار طرف سے ان لوگوں نے خروج کرنا شروع کیا اُس وقت خلیفہ مامون نے علی رضا کو بوجہ ان پولیٹکل پیچیدگیوں کے اپنا ولی عہد بنایا ان دنوں خلیفہ مامون خراسان ہی میں تھا اپنے بھائی امین کے قتل کے بعد عراق نہیں گیا تھا عباسیہ کو یہ امر ناگوار گزرا۔ خلیفہ مامون کے چچا ابراہیم بن مہدی کے ہاتھ پر لوگوں نے خلافت کی بغداد میں بیعت کی اور خلیفہ مامون سے منحرف ہوگئے خلیفہ مامون کو اسکی اطلاع ہوئی خراسان سے عراق کیجانب کوچ کیا اور علی رضا ہمراہ تھے اثنائے راہ میں اتفاق وقت سے ۲۰۳ھ میں علی رضا انتقال کر گئے۔ طوس میں مدفون ہوئے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ مامون نے ان کو زہر دلا دیا تھا۔ روایت کیجاتی ہے کہ خلیفہ مامون اندرون بحالت علالت علی رضا کی عیادت کرنے کو گیا تھا علی رضا نے مخاطب کر کے بولا "آپ مجھے کچھ وصیت کیجئے" جواب دیا "دیکھو تم کوئی چیز مجھے ایسی نہ دینا کہ جسپر تمکو آیندہ ندامت ہو" امیر کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ خلیفہ مامون خونریزی ناحق علی الخصوص اہل بیت کی خونریزی سے بالکل مبرا اور پاک و صاف ہے الغرض شیعوں نے بعد وفات علی رضا یہ گمان کیا کہ ان کے بعد انکے بیٹے محمد تقی امامت پر مامور ہوئے خلیفہ مامون کے دربار میں انکی بھی رسائی تھی آؤ بھگت ہوتی تھی ۲۰۵ھ میں اپنی لڑکی کا ان سے عقد کر دیا تھا ۲۲۰ھ میں انہوں نے وفات پائی اور مقابر قریش بغداد میں دفن کئے گئے۔ اثنا عشریہ شیعہ نے یہ زعم کیا کہ انکے بعد انکے بیٹے علی ملقب بہ ہادی امام ہوئے جو جواد کے نام سے بھی پکارے جاتے ہیں ۲۵۴ھ میں انہوں نے بھی انتقال کیا قم میں مدفون ہوئے ابن سعید کا یہ خیال ہے کہ خلیفہ معتمد نے انکو زہر دلوادیا تھا انکے بعد شیعہ اثنا عشریہ نے یہ اعتقاد جمایا کہ انکے بیٹے حسن ملقب بہ عسکری امامت کے عہدہ سے ممتاز ہوئے۔ کیونکہ یہ سُرمن رائے میں پیدا ہوئے تھے اور اس وقت یہ عسکر کے نام سے موسوم ہوتا تھا حکام وقت کو ان سے خطرہ پیدا ہوا گرفتار کئے گئے۔ وہیں قید کر دیا تا آنکہ ۲۶۰ھ میں مر گئے اور مشہد میں اپنے باپ کے پہلو میں مدفون ہوئے حسن عسکری بوقت وفات اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ گئے تھے جس سے بعد وفات حسن عسکری محمد پیدا ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اپنی ماں کے ساتھ سرداب میں اپنے باپ کے مکان میں داخل ہوئے تھے اور پھر غائب ہو گئے شیعوں نے یہ گمان کیا

پیشتر انتقال کر گئے تھے اسماعیلیہ کے نزدیک نص کا مرجع سوائے انکے کوئی نہیں ہے کیونکہ کسی کام کا از سر نو آغاز کرنا اللہ تعالی پر محال ہے ۔ محمد بن اسماعیل کے بارے میں اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ آئمہ طاہرین کی ساتویں عدد کو یہ پورا کرتے ہیں اور آئمہ مستورین میں سب سے پہلے ہیں ۔ اسماعیلیہ کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ آئمہ کبھی روپوش ہو جاتے ہیں اور انکے دُعاۃ (ایلچی) ظاہر اتبلیغ احکام کیا کرتے ہیں ۔

آئمہ مستورین تین ہیں ۔ دنیا کسیوقت امام سے خالی نہیں رہتی ۔ امام وقت خواہ ظاہر بذاتہ ہو یا مستور و روپوش ۔ اگر روپوش و مستور ہوگا تو اسکی نشانیاں ظاہر ہونگی اور اسکے دُعاۃ بظاہر تبلیغ احکام کرتے ہونگے ۔ فرقہ اسماعیلیہ کا یہ خیال بھی ہے کہ بلحاظ عدد ایام ہفتہ اور آسمانوں اور ستاروں کے آئمہ بھی سات ہی ہونگے اور نقیبوں کی تعداد بارہ ہوگی ۔

اسماعیلیہ کے نزدیک اول آئمہ مستورین محمد بن اسماعیل معروف بہ محمد المکتوم ہیں بعد ازاں ان کے بیٹے جعفر المصدق بعدہ انکے بیٹے محمد الحبیب پھر انکے بیٹے عبید اللہ المہدی صاحب حکومت افریقیہ و مغرب ہے جسکی حکومت و سلطنت کا بانی اور قایم کرنے والا ابو عبد اللہ شیعی ہے جو کتامہ میں ظاہر ہوا تھا اسی فرقہ اسماعیلیہ سے قرامطہ بھی ہیں جنکی حکومت و دولت بحرین میں تھی جسکا سردار ابو سعید جنابی تھا بعد ازاں ابوالقاسم حسین بن فرح بن حوشب کوفی ہوا جو محمد الحبیب اور اسکے بیٹے عبد اللہ موسوم بہ منصور کی طرف سے یمن کا داعی تھا یہ شخص پہلے فرقہ اثنا عشریہ سے تھا جسوقت ان کے ہاتھوں سے حکومت نکل گئی تب یہ اسماعیلیہ کے عقاید کا پابند ہوگیا ۔

محمد الحبیب نے ابو عبد اللہ کو اپنا ایلچی بنا کے یمن روانہ کیا تھا پس جب اسکو یہ معلوم ہوا کہ محمد بن یعفر بادشاہ صنعاء نے ملکداری سے توبہ کرکے زہد و گوشہ نشینی اختیار کرلی ہے تو یہ یمن میں داخل ہوا ۔ اسوقت یمن میں ایک بہت بڑا گروہ بنی موسیٰ نامی قبیلہ عدن لاعہ کا تھا ۔ علی بن فضل یمن کا رہنے والا اور شیعوں کا رئیس و سردار تھا ۔ طاہر بن حوشب اسکی حکومت کا ناظم و منصرم تھا امام محمد نے اسکو ایک خط لکھا جسمیں اپنے بیٹے عبد اللہ کو اپنا ولیعہد بنانا تحریر کیا تھا اور اسکو جنگ کرنے کی اجازت دی تھی ۔ چنانچہ وہ امام محمد کی امامت کی دعوت دینے لگا اور تمام سرزمین یمن

میں اس اعتقاد کو پھیلا دیا۔ فوجیں مرتب کیں۔ مدائن اور صنعاء کو مفتوح کیا بنی یعین کو وہاں سے مار کر نکال دیا اور اپنے ایلچیوں کو یمن، یمامہ، بحرین، سندھ، ہند، مصر اور مغرب کیطرف روانہ کیا۔ بظاہر آل محمد کی حمایت کی دعوت دیتا تھا اور در پردہ کہا کرتا تھا کہ محمد بن الحبیب امام زماں روپوش ہیں تا آنکہ رفتہ رفتہ کل ملک یمن پر مستولی و غالب ہو گیا۔ عبید اللہ المہدی کے ایلچیوں میں سے ابو عبد اللہ شیعی صاحب کتامہ تھا اور اسی کی صحبت سے رخصت ہو کے افریقیہ گیا تھا۔ کتامہ میں پہونچکے فرقہ باطنیہ کا ایک گروہ عظیم پایا۔ یہ مذہب، کتامہ میں اسوقت سے تھا جب سے کہ جعفر صادق نے اپنے ایلچیوں کو سرزمین مغرب کی طرف روانہ کیا تھا چنانچہ ان لوگوں نے افریقیہ میں پہونچکے قیام کیا اور اس دعوت و مذہب کو خاطر خواہ پھیلا یا بربریوں کا ایک گروہ جو زیادہ تر کتامہ سے تھے اس دعوت و مذہب میں شریک و داخل ہو گیا پس جب ابو عبد اللہ شیعی، عبید اللہ المہدی کا ایلچی سرزمین افریقیہ میں داخل ہوا اور اس مذہب سے کتامہ کو متمذہب پایا تو وہ انکی تعلیم میں مصروف ہوا اور اس مذہب کو زندہ کرنے اور پھیلانے لگا تا آنکہ اسکا مقصود حاصل ہو گیا اور عبید اللہ المہدی کی امامت و امارت کی بیعت لی گئی جیسا کہ ابھی انکے حالات بیان کئے جائینگے۔

دولت عبیدیہ خاندان حکومت عبیدیوں کا پہلا حکمراں عبید اللہ المہدی بن محمد الحبیب بن جعفر مصدق بن محمد المکتوم بن جعفر صادق تھا اہل قیروان وغیرہم میں سے جن لوگوں نے اس نسب سے انکار کیا ہے اسکا کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ وہ محضر قابل وثوق ہے جو دار الخلافت بغداد میں عہد خلافت خلیفہ قادر میں اس نسب کے قدح و طعن کی بابت طیار کیا گیا تھا اور اسپر نامی نامی علماء کے دستخط ثبت کئے گئے تھے۔ اس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں خلیفہ معتضد کا فرمان جو ابن اغلب کے پاس قیروان اور ابن مدرار کے پاس سجلماسہ اسکی گرفتاری کی بابت روانہ کیا گیا تھا جبکہ یہ مغرب کی طرف چلا گیا تھا اس نسب کی صحت کی شہادت دیتا ہے اور شریف رضی کے اشعار اسپر رجسٹری کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے محضر پر بطور شہادت اپنا اپنا دستخط کر دیا تھا وہ شہادت سمعی ہے اور سمعی شہادتوں کی وقعت جیسی ہوتی ہے تم سے مخفی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ عرصہ ایک صدی سے شیعان بنی عباس، جو ان

عبیدیوں کے حریف مقابل تھے لہٰذا یہ بھی ان عبیدیوں کے نسب کی بابت بوجہ مخالفت و عداوت
رد و قدح کرتے رہتے تھے۔ پس عوام الناس نے حکومت و سلطنت کا یہ [illegible] اختیار کرلیا اور اسی بنا پر
بحکم [illegible] گرفتہ و زر انگور پیشہ است [illegible] بطور شہادت کے
محضر نسب پر دستخط بھی ہوگئے۔ باوجودیکہ یہ شہادت لغو تھی مگر پھر بھی فطرتاً بوقت ظہور ان عبیدیوں
کے لوگ [illegible] کہ اہل مکہ و مدینہ نے بھی انکی اطاعت قبول کیا اور یہ امر ان کے صحت نسب کی قوی
دلائل سے ہے اور جن لوگوں نے ان کو [illegible] یہودی یا نصرانی بنایا ہے [illegible] کی
جانب ان کو منسوب کیا ہے ان کو اس افترا پردازی [illegible] کا گناہ کافی ہے۔

ان عبیدیوں کے ہوا خواہ [illegible] گروہ [illegible] مشرق [illegible] افریقیہ [illegible] ظہور انکا
ظہور افریقیہ میں حلوانی اور ابو سفیان کے جانے سے ہوا تھا [illegible] تھے
صادق نے افریقیہ روانہ کیا تھا اور یہ ارشاد کیا تھا کہ [illegible] زمین شور ہے تم لوگ جا کر اس کو قابل
زراعت بناؤ یہاں تک کہ کاشتکار اصلی بیج لیکر آئے چنانچہ حلوانی اور ابو سفیان سرزمین مغرب میں
گئے ایک نے شہر مرغہ میں قیام کیا دوسرے نے سوق حمار میں - یہ دونوں شہر کتامہ کے مضافات سے
تھے۔ انہیں دونوں کے توسط سے ان بلاد میں اس مذہب کا شیوع ہوا۔ اس وقت تک محمد الحبیب
مقام سلمیہ زمین حمص میں قیام پذیر تھا اس کے گروہ والے جس وقت حسین بن علی کی قبر کی زیارت کو آیا
کرتے تھے تو اس کی بھی زیارت ضرور کیا کرتے تھے ایک مرتبہ یمن سے محمد بن فضل قبیلہ عدان لاعہ سے محمد الحبیب
کی زیارت کو آیا واپسی کے وقت محمد الحبیب نے اپنے ہمراہیوں میں سے رستم بن حسن بن حوشب کو یمن
میں دعوت [illegible] عبیدیہ کے قائم کرنے اور پھیلانے کی غرض سے محمد بن فضل کے ساتھ کر دیا اور
یہ ہدایت کر دی کہ عنقریب مہدی موعود ظاہر ہونے والا ہے جس قدر جلد ممکن ہو اس دعوت کو لوگوں
میں پھیلاؤ۔ رستم نے اس ہدایت کے مطابق یمن میں پہنچ کے آل محمد کے مہدی کی اول اوصاف
کے ساتھ [illegible] یہاں مشہور اور معروف ہیں دعوت دینے لگا رفتہ رفتہ اکثر بلاد یمن پر مستولی ہو گیا
اور اپنے کو منصور کے لقب سے ملقب و موسوم کیا کوہ لاعہ میں ایک قلعہ بنوایا بعض سے صنعاء کو

چھین لیا۔ یہاں بیٹھا ہوا بحرین، سندھ، ہند، مصر اور مغرب کی طرف اپنے ایلچیوں کو روانہ کیا
ابوعبداللہ حسین بن محمد بن زکریا معروف بہ "محتسب" (یہ بصرہ میں محتسب تھا اور بعضے کہتے ہیں
کہ یہ محتسب نہیں تھا بلکہ اس کا بھائی ابوالعباس مخطوم محتسب تھا اور یہ ابوعبداللہ "معلم" کے
نام سے یاد کیا جاتا ہے اس وجہ سے کہ یہ لوگوں کو مذہب امامیہ کی تعلیم دیا کرتا تھا) ابن حوشب
کی خدمت میں یمن میں حاضر ہوا ابن حوشب نے ابوعبداللہ کو لائق اور اہلیت کا آدمی دیکھ کے
کے پاس تحصیل علم کی غرض سے بھیج دیا اور یہ ہدایت کر دی کہ جب تحصیل علم کر چکے مصر میں مغرب
میں جا کر شہر کتامہ میں اس مذہب کو پھیلاؤ۔ چنانچہ ابوعبداللہ نے ایک مدت تک صحبت میں رہ کر
رہ کر علم و کمال حاصل کیا بعد ازاں حاجیان یمن کے ساتھ مکہ معظمہ آیا اور موسم حج میں کتامہ کے
اور سرداروں موسیٰ بن حریث سردار بنی سکان (جو اہل کتامہ کی ایک شاخ ہے) ابوالقاسم
(جو ان کے اطراف سے تھا) مسعود بن عیسیٰ بن ملال مساکنی اور موسیٰ بن مکاد وغیرہم سے ملاقات کی۔
یہ لوگ اس کی مذہبی باتیں سننے لگے اور اسکی عبادت و ریاضت کو دیکھ کے کچھ ایسا گرویدہ خاطر ہو گئے
کہ اس کی صحبت کو فلاح دارین و نجات کا وسیلہ تصور کر کے روانگی کے وقت بمنت و خوشامد اپنے
ہمراہ ملک مغرب لیجانے کی درخواست کی ابوعبداللہ ایک چلتا پرزہ آدمی تھا اس نے چپکے ان لوگوں
سے انکی قوم کی حالت دریافت کی انکے گروہ بندیوں کے حالات پوچھے، شہروں کی کیفیت استفسار
کی اور دریافت کیا کہ وہاں کا حکمران کون ہے اسکی کیا کیفیت ہے۔ ان لوگوں نے کل حالات بتلائے
بعد ازاں ان لوگوں سے اپنے مذہب کے پھیلانے اور دولت علویہ کی دعوت دینے کا اقرار لیا۔ ان
لوگوں نے بخوشی خاطر ان سب شرائط کو قبول کر کے بادشاہ وقت سے بھی اسکی اجازت دلا دینے
کا وعدہ کیا۔ ابوعبداللہ نے یہ خیال کر کے کہ میرا کام ان لوگوں میں انہیں لوگوں کے ذریعہ سے
انجام کو پہونچ جائے گا سامان سفر درست کر کے ان لوگوں کے ساتھ ملک مغرب کی طرف کوچ کر دیا۔
ان لوگوں نے قیروان کا راستہ چھوڑ کے جنگل و بیابان کی راہ اختیار کی رفتہ رفتہ شہر سوماتہ پہونچے اس
وقت شہر سوماتہ میں محمد بن حمدون بن سماک اندلسی بجایہ اندلس کی جانب سے ٹھہرا ہوا تھا۔

ابوعبداللہ شیعی نے اسی کے پاس قیام کیا چونکہ محمد بن حمدون نے اس سے پیشتر حلوانی سے اس
مذہب کی تعلیم حاصل کر لی تھی اسوجہ سے یہ سمجھ گئے کہ ہو نہو یہی صاحب امر ہے ابوعبداللہ کی بڑی آؤ
بھگت کی۔ دو چار روز قیام کرنے کے بعد ابوعبداللہ نے معہ اپنے ہمراہیوں کے کوچ کیا۔ محمد بن حمدون
بھی ہمرکاب ہوا رفتہ رفتہ پندرہویں ربیع الاول ۲۸۸ھ کو شہر کتامہ پہونچا اور موسیٰ بن حریث کے
مکان پر شہر انکجان میں جو بنی سکتان کی ایک پہاڑی پر واقع تھا قیام پذیر ہوا۔ بعد ازاں ابوعبداللہ
کے قیام کے لیے ایک مکان مقام فج الاخیار میں مخصوص اور معین کر دیا گیا اس نے ان لوگوں کو
یہ تعلیم دینی شروع کی کہ میرے پاس امام زماں مہدی کی یہاں پر قیام کرنے کی نص موجود ہے اور عنقریب
وہ بھی ہجرت کر کے اسی مقام پر چلے آئینگے اور ان کے انصار و معاون اپنے زمانہ کے بہترین لوگوں
میں سے ہونگے اور وہ لوگ اس شہر کے رہنے والے ہونگے جنکا نام کتمان سے مشتق ہوگا تھوڑے دنوں
میں اہل کتامہ کا ایک گروہ کثیر اسکے پاس مجتمع ہو گیا۔ بعض بعض علما بھی اس کے دام تزویر میں آ گئے
اب آہستہ آہستہ اسکا مذہب بڑھ چلا اور امامت اہل بیت کے علانیہ تذکرے ہونے لگے ایک دوسرے
کو کھلم کھلا حمایت آل محمد کی تلقین اور ہدایت کرنے لگا۔ اس وقت کتامہ میں کم ایسے آدمی باقی رہ
گئے تھے جو اس مذہب اور اس خیال سے علیحدہ رہے ہوں وہ لوگ اسکو ابوعبداللہ شیعی مشرقی
کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ ان واقعات کی اطلاع امیر افریقیہ ابراہیم بن احمد بن اغلب کو ہوئی
دھمکی اور تہدید کا خط تحریر کیا ابوعبداللہ نے ابراہیم کے ایلچی کو نہایت سخت جواب دے کے لوٹا دیا
مگر رؤسا و کتامہ کو ابراہیم کی مخالفت سے خطرہ پیدا ہوا موسیٰ بن عیاش والی مسیلہ، علی بن حفص
بن عسلوجہ والی سطیف اور ابن القیم صاحب بلزمہ وغیرہم عمال بلاد کتامہ ابوعبداللہ کے معاملہ
میں پس و پیش کرنے لگے۔ اتنے میں یحییٰ مساکتی (جو امیر کے لقب سے پکارا جاتا تھا) مہدی بن
ابی کمارہ رئیس لہیصہ، فرج بن حیران رئیس اجانہ اور تمل بن بجل رئیس لطانہ آ پہونچا ان لوگوں نے
صلاح و مشورہ کر کے بیان بن صقلان رئیس بنی سکتان سے اس بابت خط و کتابت کی کہ ابوعبداللہ
شیعی کو ہم لوگ اپنے شہر سے نکال دیں یا کہ ابراہیم والی افریقیہ کے حوالہ کر دیں اس وقت تک

ابوعبداللہ شیعی مقام انکجان ہی میں مقیم تھا۔ حیان بن صقلان نے اس امر کو اہل علم کے شوریٰ میں
محول کیا چنانچہ وہ لوگ نظار کے خدمت میں حاضر ہوئے [illegible] ہو الیکن کوئی امر طے نہ ہوا۔
ابوعبداللہ اور اسکے ہمراہیوں کو اسکی اطلاع ہوگئی حسن بن ہارون غسانی کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور
انکجان سے ہجرت کرکے اسکے پاس چلے جانے کی درخواست کی حسن نے اس درخواست کو منظور کرلیا۔
ابوعبداللہ معہ اپنے ہمراہیوں کے انکجان سے نکل کر شہر تازروت چلا آیا ابوحسن کے [illegible]
ایک شہر تھا۔ تھوڑے دنوں میں غسانی [illegible]
کتامہ کے اُن خاندان والوں نے ابوعبداللہ کی امداد و اعانت پر کمر [illegible]
[illegible] اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اس سے ابوعبداللہ [illegible]
حالت سے بسر کرنے لگا۔ بعد اس کے حسن بن ہارون اور اسکے [illegible]
ریاست نزاع پیدا ہوگئی تھی اور [illegible]
ابوعبداللہ کو قرار دے گئے تھے کو ابوعبداللہ سے [illegible] غسانی [illegible]
میں جھگڑا پڑ گیا ابوعبداللہ اس وقت تک ظاہر نہیں ہوا تھا لہیعہ [illegible]
کے سر کرنے کی تحریک کی مہدی بن ابی کمارہ سردار لہیعہ کا بھائی ابو مدینی نامی ابوعبداللہ کے
معتقدوں سے تھا اس نے موقع پاکے مہدی کو مار ڈالا اور خود بجائے اسکے لہیعہ پر حکومت کرنے
لگا۔ مہدی کے مارے جانے سے لہیعہ بھی ابوعبداللہ کے مطیع و منقاد ہوگئے۔

ان واقعات کے بعد کتامہ نے مجتمع ہوکے ابوعبداللہ سے جنگ کرنے کا مشورہ کیا اور
مرتب و مسلح ہوکے تازروت پر چڑھ آئے۔ ابوعبداللہ نے سہیل بن نوکاش کو شمل بن بجل رئیس لطانہ
کے پاس امداد طلب کرنے کو بھیجا شمل اور ابوعبداللہ میں رشتہ مصاہرت (سسرالی) قائم ہوگیا
تھا شمل نے کتامہ کو ابوعبداللہ کی جنگ سے روکا مگر وہ نہ رکے۔ چنانچہ ابوعبداللہ اور کتامہ میں متعدد
لڑائیاں ہوئیں آخر کار ابوعبداللہ کو فتح نصیب ہوئی کتامہ شکست کھا کے بھاگے عروبہ بن یوسف
ملوشی اس معرکہ میں سخت مصائب میں مبتلا ہوگیا تھا اسی لڑائی سے سہول کے ہوش و حواس درست

ہوگئے غسان، یلزمہ، لہیصہ اور کل اجانہ نے ابوعبداللہ کی اطاعت قبول کرلی ان دونوں ان سہولیا
کی عنان حکومت اکنون بن ضیارہ اور ابوزاکی تمام بن معارک کے قبضہ اقتدار میں تھی اجانہ سے
فرج بن حیران اور بطانہ سے شمال بن بجل وغیرہم جمیلہ چلے گئے۔ جو باقی رہ گئے وہ ابوعبداللہ کے
مطیع وفرمانبردار ہوگئے۔ بعدازاں فتح بن یحییٰ اپنی قوم کو مجتمع کرکے ابوعبداللہ سے لڑنے کو نکلا
ابوعبداللہ بھی یہ خبر پاکے آمادہ جنگ ہوگیا ہرہ و مزلیف میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس معرکہ میں بھی ابو
عبداللہ کو فتحیابی حاصل ہوئی فتح بن یحییٰ شکست کھاکے بھاگا۔ اسکی فوج کا حصہ کثیر کام آگیا۔
باقی ماندہ جان بچاکے سطیف پہونچے اور جب وہاں بھی ان کو امن کی صورت نظر نہ آئی تو انہوں
نے ابوعبداللہ سے امن کی درخواست کی ابوعبداللہ نے منظور کرلی اور وہ لوگ اس کے سایہ
عاطفت میں آکے امن وچین سے بسر کرنے لگے۔ فتح بن یحییٰ بعد ہزیمت عجیسہ چلا گیا تھا اور اپنی
گئی گذری حالت کی درستی میں مصروف تھا۔ چند دنوں بعد جب اسکی حالت درست ہوگئی
تو اس نے ابوعبداللہ سے جنگ کرنے کی غرض سے دوبارہ فوج کشی کی اور ہارون بن یونس کو
سردار لشکر مقرر کرکے روانہ کیا۔ ابوعبداللہ بھی اپنی فوج آراستہ کرکے میدان جنگ میں
آگیا ہارون پہلے ہی حملہ میں شکست کھاکے بھاگا اور ایک قلعہ میں داخل ہوکے قلعہ بند ہوگیا
ابوعبداللہ شیعی نے تعاقب کیا اور اس قلعہ پر پہونچکے اسکا محاصرہ کرلیا۔ آخرالامر محصوروں
نے اطاعت کی گردنیں جھکادیں اور ابوعبداللہ نے اس قلعہ کو مفتوح کرلیا۔ اس کامیابی سے
ابوعبداللہ کا رعب وداب بڑھ گیا۔ عجیسہ، زواوہ اور کل قبایل کتامہ مطیع وفرمانبردار ہوگئے
ابوعبداللہ لوٹکر تازروت آیا اور اپنے ایلچیوں کو تمام ملک مغرب میں پھیلادیا لوگوں نے طوعاً
وکرہاً اسکی اطاعت قبول کی اور اس کے نظم حکومت کے مطیع ہوئے فتح بن یحییٰ بھاگ کر ابراہیم
بن احمد امیر تونس کے پاس پہونچا اور اسکو ابوعبداللہ سے جنگ کرنے کی ترغیب دینے لگا۔
بعدہ ابوعبداللہ نے اہل مسیلہ کی سازش سے مسیلہ کو مفتوح کیا اور اسکے امیر موسیٰ بن عیاش کو
قتل کرکے اکنون بن ضیارہ جانی کو مسیلہ کی کرسی امارت پر بٹھایا ابراہیم بن موسیٰ بن عیاش نے

ابوالعباس ابراہیم بن اغلب کے پاس تونس میں جاکے دم لیا۔

۲۸۹ھ میں ابراہیم نے فتح بن یحییٰ اور ابراہیم بن موسیٰ کی ترغیب وتحریک سے اپنے بیٹے ابوخوال کو ایک فوج عظیم کا سردار بناکے ابوعبداللہ کے سر کرنے کو روانہ کیا۔ پس اس نے کتامہ کو بھی کھول کے پامال کیا اور بعد اس کے تازروت کی طرف بڑھا۔ ابوعبداللہ شیعی نے اپنی فوجوں کو آراستہ کرکے شہر ملوسہ میں ابوخوال سے مقابلہ کیا۔ اتفاق یہ کہ پہلے ہی حملہ میں ابوخوال نے ابوعبداللہ کو ہزیمت دے دی ابوعبداللہ میدان جنگ سے بھاگ کر انکجان پہونچا اور اپنے ہوش وحواس درست کرکے قلعہ بندی کرلی اور ابوخوال کامیابی حاصل کرکے قصر تازروت میں داخل ہوا اور اس کو مسمار ومنہدم کراکے ابوعبداللہ کے تعاقب میں روانہ ہوا اس گیر ودار اور تعاقب میں بلاد کتامہ نہایت بری طور سے پامال کیا گیا ابوخوال کی حکومت میں بھی ایک گونہ ضعف واضمحلال پیدا ہوچلا۔ ابراہیم بن موسیٰ بن عیاش ابوخوال کے لشکر سے میلہ کی جانب ابوعبداللہ کے حالات دریافت کرنے کو گیا ہوا تھا۔ ایک موقع پر ابوعبداللہ کے ہمراہیوں سے اور اس سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ ابوعبداللہ کے ہمراہی، ابراہیم کو ہزیمت دیکے لشکرگاہ تک تعاقب کرتے چلے آئے۔ اس سے بھی ابوخوال کے رعب وداب میں نقصان صریح پہونچا۔ مجبوراً بلاد کتامہ سے نکل کھڑا ہوا اور ابوعبداللہ نے انکجان میں طرح اقامت ڈالدی اور وہیں پر ایک شہر موسوم بہ "دارالہجرت" آباد کیا۔ لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دینے لگا۔ رفتہ رفتہ لوگ اس کے مذہب میں داخل ہوگئے اور اسکی جماعت پھر بڑھ گئی اسی اثنا میں حسن بن ہارون کا انتقال ہوگیا۔ ابوالعباس نے دوبارہ فوجیں مرتب کیں اور اپنے بیٹے ابوخوال کو امیر لشکر بناکے ابوعبداللہ شیعی اور اہل کتامہ سے جنگ کرنے کو روانہ کیا چنانچہ ابوخوال لڑائی کا نیزہ لئے ہوئے بلاد کتامہ میں داخل ہوا مگر الٹے پاؤں شکست کھاکے واپس ہوا۔ اور بلاد کتامہ کی سرحد ہی پہ قیام کرکے انکی مدافعت کرتا اور پیش قدمی سے روکتا رہا اتنے میں ابراہیم بن احمد بن اغلب والی افریقیہ کو اسکے بیٹے زیادۃ اللہ نے قتل کرڈالا اور خود مسند حکومت پر متمکن ہوکے حکمرانی کرنے لگا اس وقت ابوخوال سرحد کتامہ پہ

پڑاؤ کئے ہوئے پڑا ہوا تھا۔ طلبی کا خط بھیجا اور جب وہ اسکی پر طلبی پر آ گیا تو قتل کر ڈالا اور تونس سے
نکل کے رقادہ چلا آیا۔ لہو لعب اور عیاشی میں مصروف ہو گیا۔ ابو عبداللہ کو موقع مل گیا۔ کوئی
مزاحمت کرنے والا باقی نہ رہ گیا اپنے لشکر کو تمام بلاد افریقیہ میں پھیلا دیا تھوڑے ہی دنوں میں اسکی
حکومت کا سکہ بیٹھ گیا اور یہ اپنے معتقدوں کو یہ سمجھانے لگا کہ مہدی کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے
پس آئندہ جیسا کہ اس نے کہا تھا وہی وقوع میں آیا۔

مہدی مغرب میں

محمد الحبیب بن جعفر بن محمد بن اسمٰعیل نے اپنے انتقال کے وقت اپنے
بیٹے عبیداللہ کو اپنا ولیعہد بنایا تھا اور یہ ارشاد کیا تھا کہ تم ہی مہدی موعود ہو اور میرے بعد تم
یہاں سے دور دراز ملک کی جانب ہجرت کروگے اور بڑے بڑے مصائب کا تمکو سامنا کرنا پڑے گا۔
چنانچہ بعد وفات اس واقعہ کی خبر ان کے کل ایلچیاں اور معتقدان افریقیہ و یمن میں مشہور ہو گئی۔
ابو عبداللہ نے چند لوگوں کو بطور وفد (ڈیپوٹیشن) اس خداداد کامیابی کی خبر کرنے کو بلاد کتامہ سے
روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا تھا کہ ہم لوگ ہمہ تن آپکا انتظار کر رہے ہیں۔ شدہ شدہ یہ خبریں دارالخلافت
بغداد تک پہونچیں۔ اس وقت سریر خلافت پر خلیفہ مکتفی جلوہ افروز تھا۔ عبیداللہ مہدی کی
گرفتاری اور اسکی بڑھتی ہوئی قوت کے روک تھام کا حکم صادر فرمایا۔ عبیداللہ یہ خبر پاکے
ملک شام سے عراق کی طرف چلا گیا پھر عراق سے مصر میں جا کے دم لیا اس کے ہمراہ اسکا بیٹا
ابو القاسم اور ایک نوعمر غلام تھا۔ علاوہ ان کے چند مصاحب اور خاص خاص اس کے آزاد
غلام بھی تھے۔ مصر میں پہونچکے عبیداللہ مہدی نے یمن کا قصد کیا مگر یہ سنکے کہ علی بن فضل نے
بعد ابن حوشب کے اپنی بد ادائی سے اہل یمن کو برانگیختہ کر دیا ہے ابو عبداللہ شیعی کے پاس
مغرب چلے جانے کا عازم ہوا اور سامان سفر درست کر کے مصر سے اسکندریہ کی جانب کوچ کیا۔
اسکندریہ پہونچکے کچھ سامان و اسباب تجارت خرید کئے اور سوداگروں کے لباس میں بلاد مغرب
کی طرف روانہ ہوا اس اثناء میں خلیفہ مکتفی کا فرمان مشعر گرفتاری عبیداللہ مہدی والی مصر کے
نام صادر ہوا جس میں اسکا حلیہ اور نام لکھا ہوا تھا۔ ان دنوں مصر کی گورنری پر عیسیٰ نوشری

مامور تھا چنانچہ شیعی نے عبید اللہ مہدی کی جستجو میں لوگوں کو روانہ کیا اور ایک گونہ اسکو عبید اللہ مہدی کی جستجو میں کامیابی بھی ہوئی لیکن اسکو اس امر کا یقین نہوا کہ یہی شخص عبید اللہ مہدی ہے اسوجہ سے باوجود مطلع ہوجانے اور گرفتار کرلینے کے رہا کردیا۔ عبید اللہ مہدی رہائی پاکے نہایت تیزی سے طے مسافت کرنے لگا۔ اثنا راہ میں اسکی کتابیں چوری گئیں جنمیں اس کے آباء واجداد کے منقولات تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بیٹے ابوالقاسم نے ان کتابوں کو برقہ سے برآمد کیا تھا جبکہ اس نے مصر پر خروج کیا تھا الغرض جس وقت عبید اللہ مہدی طرابلس پہونچا اور اس کے ہمراہی تجار اس سے علیحدہ ہوگئے اس وقت عبید اللہ مہدی نے ابوالعباس برادر ابو عبید اللہ شیعی کو ابو عبید اللہ شیعی کے پاس انہیں تاجروں کے ہمراہ قافلہ کے روانہ کیا۔ ابوالعباس طرابلس سے روانہ ہوکے قیروان پہونچا لیکن پہونچنے سے پیشتر زیادۃ اللہ کو عبید اللہ مہدی اور اسکے ہمراہیوں کی خبر پہونچ گئی تھی اور یہ ان کی جستجو اور سراغ میں تھا۔ چنانچہ ابوالعباس کو قیروان میں پہونچتے ہی گرفتار کرلیا اور عبید اللہ مہدی کے حالات اس سے دریافت کئے۔ ابوالعباس نے لاعلمی ظاہر کی زیادۃ اللہ نے جھلا کے جیل میں ڈالدیا اور والی طرابلس کو لکھ بھیجا کہ عبید اللہ مہدی کو جسکا حلیہ اس طرح کا ہے فوراً گرفتار کرلو۔ اتفاق سے عبید اللہ مہدی کو اسکی خبر لگ گئی طرابلس سے قسطنطنیہ چلا گیا پھر وہاں سے بخیال ابوالعباس برادر ابو عبید اللہ شیعی جو قیروان میں قید تھا نکلکے سجلماسہ جاکے قیام کیا ان دنوں سجلماسہ کی زمام حکومت الیسع بن مدرار کے قبضہ اقتدار میں تھی الیسع نے عبید اللہ مہدی کی بیحد توقیر اور عزت کی اس کے بعد ہی زیادۃ اللہ کا خط (کہا جاتا ہے کہ یہ خلیفہ مکتفی کا فرمان تھا) الیسع کے پاس آپہونچا جسمیں یہ لکھا ہوا تھا کہ یہی شخص مہدی ہے اور حکومت وخلافت کا دعویدار ہے اور کتامہ کا داعی ہے۔ الیسع نے عبید اللہ مہدی کو فوراً گرفتار کرلیا۔

ان واقعات کے بعد ابو عبید اللہ شیعی نے ابو حوال کے مارے جانے پر جو اس سے لڑ بھڑ رہا تھا کتامہ کو جمع کیا اور ان کو آلات حرب سے مسلح وآراستہ کرکے سطیف پر فوج کشی کی سطیف میں ان دنوں علی بن جعفر بن عسلوجہ حکمرانی کررہا تھا اور اسکا بھائی

ابوحبیب بھی وہیں موجود تھا۔ ابوعبداللہ ایک سال تک سطیف کا محاصرہ کئے رہا آخرکار بزور تیغ اس پر قبضہ حاصل کرلیا۔ داؤد بن جاشہ سردار بھی اس وقت سطیف ہی میں ٹھہرا ہوا تھا یہ اس زمانہ سے یہاں چلا آیا تھا جس وقت بعض سرداران کتامہ یہاں چلے آئے تھے۔ اہل سطیف کے ساتھ اس نے بھی ابوعبداللہ شیعی سے امن کی درخواست کی تھی اور ابوعبداللہ شیعی نے امن دیدی تھی ابوعبداللہ نے شہر سطیف میں فتحیابی کے ساتھ داخل ہوکے شہر کو منہدم کرادیا قلعہ کو مسمار کراکے زمین دوش بنادیا۔ زیادۃ اللہ کو اسکی خبر لگی فوجیں مرتب کرکے بسر گروہی اپنے ایک عزیز و قریب ابراہیم بن خنشش نامی کے کتامہ کے سر کرنے کو روانہ کیا۔ اس فوج کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ کوچ او قیام کرتی ہوئی قسنطینہ پہونچی۔۔ اور وہیں مقیم ہوگئی اس وقت فوج مخالف اونچے اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ گزین تھے ابراہیم نے اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیا۔ پہاڑ کی چڑھائی تھی کامیابی نہوئی پسپا ہوکر لوٹی۔ شہر بلزمہ کے میدان میں دونوں حریف بھر گتھ گئے۔۔ ابراہیم کی فوج کو ہزیمت ہوئی شکست کھاکے باغایہ پہونچی اور وہاں سے قیروان چلی آئی۔ ابوعبداللہ شیعی نے کتامہ کے چند معتبر و معتمد علیہ آدمیوں کو نامہ بشارت فتح دے کے مہدی کے پاس روانہ کیا۔ یہ لوگ طے مسافت کرکے خفیہ طور سے مہدی کے خدمت میں حاضر ہوئے اور کل واقعات لڑائی اور فتحیابی کے بالتفصیل عرض کئے۔

اس کامیابی کے بعد ابوعبداللہ شیعی نے شہر طنبہ پر فوجکشی کی اور ایک مدت تک محاصرہ کئے رہا آخرکار فتح بن یحییٰ مسالتی کے مارے جانے پر شہر طنبہ امان کے ساتھ مفتوح ہوگیا بعدازاں ابوعبداللہ نے شہر بلزمہ کی طرف قدم بڑھایا جہاں پر کہ ابراہیم کی فوج سے اور اس سے مقابلہ ہوا تھا۔ چنانچہ ابوعبداللہ نے بزور تیغ اسکو بھی مفتوح کرلیا۔ زیادۃ اللہ اس طوفان کے روک تھام اور فرو کرنے کی غرض سے ہارون طبنی والی باغایہ کو بسرافسری ایک فوج کے روانہ کیا ہارون زیادۃ اللہ سے رخصت ہوکے شہر ازمول پہونچا اہل ازمول ابوعبداللہ کے علم حکومت کے نیچے تھے مقابلہ پر آئے ۔۔ ہارون نے انکو ہزیمت دیکے ازمول کے شہر پناہ کو منہدم اور شہر کو لوٹ کے تاخت و تاراج کردیا عروبہ بن یوسف (یہ ابوعبداللہ کے ہواخواہوں سے تھا)

سنے یہ خبر پاکے ہارون پر حملہ کر دیا۔ ہارون کو عروبہ کے حملہ کی کچھ خبر نہ تھی۔ ہزیمت کھا کر بھاگا اور اثنا ء دار و گیر میں مارا گیا۔

بعد اسکے ابوعبداللہ شیعی نے شہر تیجبست کو یوسف غسانی کے ذریعہ سے مفتوح کیا شہر تیجبست کا لشکر بھاگ کر قیروان پہونچا۔ ابوعبداللہ کی حکمت عملیوں اور عاقلانہ تدبیروں سے عوام الناس میں اسکی انصاف پسندی ایفاء وعدہ اور امان دہی کی خبریں بھی مشہور ہوئی قرب و جوار کے رہنے والوں نے حاضر ہو ہو کے امن حاصل کر لی۔ بازاریوں اور اوباشوں نے زیادۃ اللہ کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ زیادۃ اللہ نے ان بغاوتوں اور شورشوں کے فرو کرنے پر فوجوں کو متعین کیا اور جس قدر روپیہ خزانہ میں تھا رعایا کی اصلاح اور ترتیب لشکر میں صرف کر کے ۲۹۵ھ میں بذاتہ ابوعبداللہ کے سرکوبی کو نکل کھڑا ہوا۔ اربس پہونچکے پڑاؤ کیا مگر پھر کچھ سوچ سمجھ کے مقابلہ کرنے میں متامل ہوا ہمراہیوں نے قیروان واپس چلنے کی رائے دی چنانچہ بلا کسی مقابلہ اور لڑائی کے منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا قیروان واپس آیا۔ قیروان پہونچکے جب ذرا اس کے ہوش درست ہوئے تو اس نے ابراہیم بن ابی اغلب نامی ایک شخص کو جو اسکے عزیزوں سے تھا لشکر کا سردار بنا کے اربس کی جانب روانہ کیا اور وہیں پر قیام کرنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ کے بعد ابوعبداللہ شیعی نے باغایہ پر حملہ کیا والی باغایہ یہ خبر پاکے بھاگ گیا اہل باغایہ نے اطاعت قبول کر لی مصالحت کے ساتھ مفتوح ہو گیا۔ ابوعبداللہ شیعی نے اسی اثنا میں ایک فوج شہر قرطاجنہ کے فتح کرنے کو روانہ کیا۔ پس یہ بھی بزور تیغ مفتوح ہوا والی قرطاجنہ مارا گیا۔ بازار لوٹ لئے گئے ان مقامات کے فتح ہو جانے سے ابوعبداللہ کی قوت بہت بڑھ گئی فوجیں بھی باقاعدہ ہو گئیں حوصلے بھی بڑھ گئے مفتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کے خیال سے اپنی فوج کو تمام بلاد افریقیہ میں پھیلا دیا۔ نفزہ کے قبائل کو ایک قیامت کا سامنا تھا خونریزی اور غارتگری کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ تنگ اور مجبور ہو کر اہل نقاش نے امن کی درخواست کی ابوعبداللہ شیعی نے انکو امن دے کے ان پر صواب بن ابوالقاسم سکتانی کو مامور کیا۔ اتنے

میں ابراہیم بن ابی اغلب (زیادۃ اللہ کا سپہ سالار) آپہونچا۔ ایک دوسرے سے گتھ گیا مگر وہی ایک لڑائی لڑکے دونوں فریق جدا ہوگئے۔ ابراہیم کے علٰحدہ ہونے پر ابوعبداللہ نے اپنی فوج کو متعدد حصوں پر تقسیم کرکے باغایہ اسکتانہ اور تبسہ کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ امان کے ساتھ یہ شہر مفتوح ہوگئے۔ بعدازاں قمودہ کے قصرین پر فوج کو حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ اہل قصرین نے امن حاصل کرکے شہر کو اپنے حملہ آور حریف کے حوالہ کردیا۔ ابوعبداللہ شیعی ان مقامات کو فتح کرکے رقادہ کی جانب بڑھا۔ ابراہیم بن ابی اغلب کو زیادۃ اللہ کی فوج سے خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا ابوعبداللہ سے اسکو نیچا دیکھنا پڑے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا اور نہایت عجلت سے ابوعبداللہ شیعی کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے مقابلہ کرنے کو میدان جنگ میں آگیا۔ ابوعبداللہ اور ابراہیم سے متعدد اور سخت لڑائیاں ہوئیں مگر آخری فیصلہ کسی لڑائی میں نہ ہوا۔ ایک دوسرے سے علٰحدہ ہوگیا ابوعبداللہ شیعی نے انکجان کی جانب مراجعت کی اور ابراہیم اربس کی طرف لوٹا۔

پھر دوبارہ ابوعبداللہ شیعی نے اپنی فوجوں کو آراستہ کرکے قسطیلیہ پر چڑھائی کی ایک مدت محاصرہ اور متعدد لڑائیوں کے بعد امان کے ساتھ مفتوح ہوا۔ بعدہ قفصہ کو بھی اسی طور سے فتح کرکے باغایہ واپس آیا۔ اور باغایہ میں اپنی فوج کے حصہ کثیر کو ابومکدولہ جیلی کی ماتحتی میں چھوڑ کر انکجان کی جانب روانہ ہوگیا ابراہیم بن ابی اغلب کو اسکی خبر لگی۔ فوراً باغایہ کا قصد کردیا ابوعبداللہ شیعی نے اس سے مطلع ہوکے ابو یوسف بن فرخ لیمی کو معہ عروبہ بن یوسف طوشی اور رجاء بن ابی قنہ کے بارہ ہزار فوج کی جمعیت سے باغایہ کی حمایت کو روانہ کیا چنانچہ ابراہیم بن ابی اغلب سے اور ابوعبداللہ شیعی کی فوج سے لڑائی چھڑ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم بن ابی اغلب بے نیل مرام باغایہ سے واپس ہوا اور ابوعبداللہ شیعی کا لشکر فج العرعر تک تعاقب کرکے واپس آیا۔

۲۹۶ھ میں ابوعبداللہ شیعی نے دولاکھ فوج کے ساتھ ابراہیم بن ابی اغلب پر اربس میں حملہ کیا۔ مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخرکار ابراہیم شکست کھاکر قیروان کی جانب بھاگا اسکا لشکرگاہ لوٹ لیا گیا۔ ابوعبداللہ شیعی اربس میں قتل و غارت کرتا ہوا داخل ہوا اور جی کھول کے

پائمال کیا - دو چار روز قیام کرکے اربس سے کوچ کیا قمودہ پہونچا - اسکی خبر زیادۃ اللہ تک
پہونچی - اس وقت یہ رقادہ میں تھا - گھبرا کر مشرق کی طرف بھاگا عوام الناس اور بازاریوں
نے اس کے محلسراؤں کو لوٹ لیا اور اہل رقادہ پریشان ہو کر قیروان اور سوسہ کی طرف چلے گئے
بعد اس کے ابراہیم بن ابی الاغلب قیروان میں داخل ہوا دارالامارت میں جا کے ٹھہرا لوگوں کو مجتمع
کرکے سمجھایا بوجھایا اور ان لوگوں سے مالی امداد دینے کی بیعت لینے کا قصد ظاہر کیا - خواص تو خاموش
رہے مگر عوام الناس شور وغل مچانے لگے ابراہیم بن ابی الاغلب اہل قیروان کا یہ رنگ دیکھ کے
قیروان سے نکلکے اپنے آقائے نعمت کے پاس چلا گیا اور عبداللہ شیعی کو ان لوگوں کے بھاگنے کی
خبر سبیبہ میں پہونچی اسیوقت رقادہ کی طرف کوچ کر دیا عروبہ بن یوسف اور حسن بن ابی خنزیر
ونیز ہماہمی یہیں پہلے آئے اہل رقادہ اور قیروان نے بکمال گرمجوشی سے اپنے جدید حکمران کا استقبال
کیا - دعوتیں کیں - خوشیاں منائیں شہر کو چراغاں کیا - ابوعبداللہ شیعی نے بھی ان لوگوں کو جان
ومال کی امان دی - عزت افزائی کی یہ واقعہ ماہ رجب سنہ ۲۹۶ھ کا ہے - غرض فرحاں وشاداں
قصر امارت میں جاکے مقیم ہوا اپنے بھائی ابوالعباس کو قید کی مصیبت سے رہائی دی اور امن و
امان کی منادی کرادی - امراء، رؤساء اور عوام الناس جو خوف جنگ ادھر ادھر بھاگ گئے
تھے واپس ہو ہو کر اپنے اپنے مکانات میں آئے اور شاہی عمال، جان کے خوف سے ادھر ادھر
بھاگ نکلے - ابوعبداللہ شیعی نے شہر کے مکانات کو کتامہ پر تقسیم کر دیا چنانچہ کتامہ نے اطمینان کیساتھ
اُن مکانات میں قیام اختیار کیا -

خاتمہ جنگ اور شہر پر قبضہ کرنے کے بعد زیادۃ اللہ کا مال واسباب اور آلات حرب جمع کیا گیا
ابوعبداللہ شیعی نے اون پر ایک سرسری نظر ڈالی اور انکی اور نیز ان کی لونڈیوں کی حفاظت کا حکم
دیا - اتنے میں جمعہ کا دن آگیا خطیبوں نے دریافت کیا "کس کے نام کا خطبہ پڑھا جاسکے" ابوعبداللہ
شیعی نے کسی کو نامزد نہ کیا - لیکن جو سکہ مسکوک کرایا تھا اس کے ایک طرف "الحجۃ اللہ" اور دوسری
جانب "تفرق اعداء اللہ" منقوش تھا - ہتھیاروں پر "عدۃ فی سبیل اللہ" اور گھوڑوں پر "الملک للہ"

مرتسم کیا تھا - رقادہ میں چندے قیام کرکے عبید اللہ مہدی کی تلاش میں سجلماسہ کی جانب کوچ کیا - روانگی کے وقت بلاد افریقہ پر بطور نائب کے اپنے بھائی ابو العباس کو مامور کر گیا - ابو زاکی تمام بن معارک الحجالی بھی ابو العباس کے پاس انتظاماً چھوڑ دیا گیا تھا - اہل مغرب کو اس سے بیحد مسرت ہوئی - زناتہ یہ سنکے کہ ابو عبد اللہ شیعی سجلماسہ جا رہا ہے راستہ سے ہٹ گئے اور بعد گذر جانے کے اطاعت و فرمانبرداری کا پیام بھیجا ابو عبد اللہ شیعی نے منظور کر لیا - قریب سجلماسہ پہونچکے الیسع بن مدرار والی سجلماسہ کے پاس ایک قاصد بھیجا خوشامد اور منت کا خط لکھا - الیسع نے خط کو چاک کرکے قاصد کو قتل کر ڈالا اور فوجیں مرتب کرکے بقصد جنگ نکل کھڑا ہوا جس وقت دونوں فوجیں مقابلہ پر آئیں، اتفاق یہ کہ الیسع کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی مجبوری الیسع اور اسکے ہمراہی بھی بے سروسامانی کے ساتھ بھاگے - اگلے دن اہل شہر ابو عبد اللہ شیعی سے ملنے آئے اور بکمال تعظیم و توقیر سے شہر میں لے گئے - ابو عبد اللہ شیعی شہر میں داخل ہوتے ہی سیدھا جیل میں چلا گیا جہاں کہ عبید اللہ مہدی معہ اپنے بیٹے کے قید تھا - اور ان دونوں کو قید سے نکالا اور عبید اللہ مہدی کی حکومت و امارت کی بیعت کی - رؤسائے قبائل جلو میں تھے اور ان سب کے آگے آگے ابو عبد اللہ شیعی تھا - فرط مسرت سے روتا جاتا تھا اور یہ کہہ رہا تھا "ھذا مولاکم - "

"ھذا مولاکم" تا آنکہ اپنے خرگاہ میں پہونچا - عبید اللہ مہدی کو اپنے خاص خیمہ میں ٹھہرایا اور سپاہیوں کو الیسع کی گرفتاری پر مامور کیا - تھوڑی دیر کے بعد الیسع پابزنجیر حاضر لایا گیا - ابو عبد اللہ نے قتل کا حکم دے دیا - مار ڈالا گیا -

ابو عبد اللہ اور عبید اللہ مہدی چالیس روز تک سجلماسہ میں مقیم رہے بعد ازان افریقہ کی جانب کوچ کیا رفتہ رفتہ انکجان پہونچے ابو عبد اللہ شیعی نے جسقدر مال و اسباب اور زر نقد جمع کر رکھا تھا عبید اللہ مہدی کے حوالہ کر دیا - چندے قیام کرکے رقادہ روانہ ہوئے ماہ ربیع الثانی ۲۹۶ھ میں رقادہ پہونچے - اہل قیروان نے حاضر ہوکے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا جس پر عبید اللہ مہدی کی خلافت و امارت کی بیعت عامہ لیگئی - اور اسکی حکومت و سلطنت کی استحکام و استقلال کے ساتھ بنا پڑی - عبید اللہ مہدی نے اپنے دعاۃ کو تمام بلاد افریقہ میں پھیلا دیا جن لوگوں نے اسکی دعوت

بخوف جان قبول کی انکی تعداد قلیل تھی - لونڈیوں اور مال و اسباب کو اہل کتامہ پر تقسیم کیا، جاگیریں دیں دفاتر اور محکمہ جات مال و دیوانی کے قائم کیئے، اخراج و وصول کرنے کے قواعد بنائے ملک کو صوبوں پہ تقسیم کرکے ان پہ عمال مقرر کیئے - ماکنون بن ضبارہ الجانی کو طرابلس کی طرف روانہ کیا صقلیہ کیطرف حسن بن احمد بن ابی خنزیر کو بھیجا - اسحاق بن منہال کو عہدہ قضا عنایت کیا اور اسکے بھائی کو بیت کا والی بنایا - ۲۹۸ھ میں حسن بن احمد نے دریا کو ساحل شمالی کی جانب عبور کیا اور قسلوریہ مقبوضات فرانس میں قیام کرکے اہل فرانس کو تنگ کرنے لگا - آخر سنہ مذکور میں کامیابی کے ساتھ صقلیہ کی طرف مراجعت کی - دماغ میں اس کامیابی سے نخوت سماگئی تھی اہل صقلیہ کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرنے لگا - اہل صقلیہ نے دفعتہً حملہ کرکے گرفتار کرلیا اور عبید اللہ مہدی کی خدمت میں معذرت کی عرضداشت بھیجی - عبید اللہ مہدی نے ان لوگوں کے عذرات قبول کرلیے - اور صقلیہ میں بجائے اس کے علی بن عمر بلوی کو متعین کیا چنانچہ علی، آخری ۲۹۹ھ میں صقلیہ پہونچا -

ابو عبد اللہ شیعی اور اسکے بھائی کا مارا جانا

جس وقت افریقہ میں عبید اللہ مہدی کی حکومت کو ایک گونہ استقلال اور استحکام حاصل ہوگیا اور اسکے رعب و داب کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا ابو عبد اللہ شیعی اور اس کے بھائی ابو العباس کو جو ہر کام میں پیش پیش اور امور سلطنت و سیاست پر مستولی اور متسلط ہو رہے تھے چیرہ دستی اور بیجا خودسری سے روکنا شروع کیا - یہ امر ان دونوں بھائیوں کو ناگوار گزرا - ابو العباس جوش میں آگے جو کچھ اس کے دل میں تھا کہنے لگا ابو عبد اللہ شیعی نے منع کیا مگر ابو العباس نے سماعت نہ کی اور آہستہ آہستہ اسکو بھی اپنی رائے کی جانب مائل کرنے لگا - زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ ابو عبد اللہ شیعی بھی اپنے بھائی ابو العباس کی رائے سے متفق ہوگیا - کسی ذریعہ سے یہ خبر عبید اللہ مہدی تک پہونچی عبید اللہ مہدی کو یقین نہوا - لیکن کسی قدر اس خبر سے ہوشیار اور چوکنا ہوگیا - اور در پردہ ابو عبد اللہ شیعی کے حرکات و سکنات پر نظر ڈالنے لگا - بعد اس کے ابو عبد اللہ شیعی کو لوگوں سے میل جول زیادہ رکھنے اور عوام الناس سے مخالطت و مجالست کرنے سے یہ کہہ کے منع کیا کہ اس سے حکومت و سلطنت کا رعب و داب جاتا رہے گا - نرمی اور ملاطفت سے کئی بار

سمجھایا۔ ابوعبداللہ شیعی نے سماعت نہ کی بلکہ دونوں بھائیوں کی نیتیں بدل گئیں۔ کتامہ کو عبید اللہ
مہدی کے خلاف ابھارنا شروع کیا اور یہ سمجھانے لگا کہ یہ وہ امام معصوم نہیں ہے جس کی امارت اور حکومت
کی ہم نے تم کو دعوت دی تھی۔ ہم اس کے ظاہری برتاؤ سے دھوکہ کھا گئے یہ بڑا طماع اور دنیادار ہے۔
دیکھو تمہارا اسقدر مال و اسباب جسکو انکجان میں ہم نے امام معصوم کے لیئے تم سے لیا تھا اس نے دبا لیا۔
تم لوگ اگر مستعد ہو جاؤ تو ہم اسکو ابھی نکال باہر کرتے ہیں۔ اہل کتامہ تو اس کے ہاتھ میں کاٹھ کی پتلی
تھے فوراً بھڑک گئے چنانچہ اس نے انہیں میں سے ایک شخص کو جو شیخ المشائخ کے لقب سے معروف تھا
عبید اللہ مہدی کے پاس روانہ کیا۔ شیخ المشائخ نے عبید اللہ مہدی کے پاس جا کے سوال کیا چونکہ
ہم لوگوں کو آپ کی بابت شک و شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ آپ امام معصوم ہیں یا نہیں اسوجہ سے آپ ہم کو
اپنی امامت کی کوئی نشانی دکھلایئے۔ عبید اللہ مہدی تاڑ گیا کہ ہو نہو یہ ابوعبداللہ کا گل کھلایا ہوا
ہے جواب کچھ نہ دیا ایک غلام کو اشارہ کر دیا اس نے لپک کر شیخ المشائخ کا سر اتار لیا۔ اس واقعہ
سے اہل کتامہ کا شبہ اور قوی ہو گیا سب کے سب عبید اللہ مہدی کے قتل پر تل گئے اور اس سازش
میں ابوزاکی تمام بن معارک وغیرہ سرداران قبائل کتامہ کو بھی شریک کر لیا۔ عبید اللہ مہدی کو اسکی خبر لگ گئی
بہ نظر تالیف قلوب، نرمی و ملاطفت سے پیش آنے لگا۔ انہیں سپہ سالاران کتامہ سے جو اس سازش
میں شریک تھے بعض کو سند حکومت عطا کر کے دوسرے شہر کو روانہ کر دیا چنانچہ ابوزاکی تمام بن معارک کو
طرابلس بھیجا اور ماکنون، عامل طرابلس کو در پردہ لکھ بھیجا کہ ابوزاکی تمام بن معارک کا پہونچتے ہی قصہ تمام
کر دینا۔ پس جب ابوزاکی طرابلس پہونچا ماکنون والی طرابلس نے اسکو مار ڈالا۔ بعد اسکے عبید اللہ مہدی
کو ابن القدیم پر سازش کا شبہ پیدا ہوا یہ شخص زیادۃ اللہ کے مصاحبوں سے تھا عبید اللہ مہدی نے
اسکو بھی قتل کروا دیا اور اس کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ اسمیں زیادۃ اللہ کے مال کا بھی حصہ کثیر
شامل تھا۔ ان تدبیروں پر بھی اُن دونوں بھائیوں کا جوش فرو نہ ہوا اور برابر ریشہ دوانیاں کرتے رہے
تب عبید اللہ مہدی نے عروہ بن یوسف اور اسکے بھائی حباسہ کو خلوت خاص میں طلب کر کے ابوعبداللہ شیعی
اور اسکے بھائی کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ عروہ اور حباسہ اس حکم کی تعمیل کرنے کی غرض سے قصر امارت کے

ایک گوشہ میں جا کے چھپ رہے۔ جسوقت ابو عبد اللہ شیعی برآمد ہوا عروبہ نے حملہ کیا ابو عبد اللہ شیعی بولا "عروبہ! تم یہ فعل کس کے حکم سے کرتے ہو" جواب دیا "جسکی اطاعت کا تمنے ہم کو حکم دیا تھا۔ اسی نے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے" ابو عبد اللہ شیعی کی زبان سے کوئی کلمہ نہ نکلنے پایا تھا کہ عروبہ اور حباسہ شیر کی طرح جھپٹے اور ابو عبد اللہ کو معہ اوس کے بھائی کے مار کر ڈھیر کر دیا یہ واقعہ پندرہویں جمادی الثانی ۲۹۸ھ کا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عبید اللہ مہدی نے ابو عبد اللہ شیعی کے نماز جنازہ پڑھائی تھی اور اس کے حق میں دعاء مغفرت کی تھی۔

تمکو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عبید اللہ مہدی کو ابو عبد اللہ شیعی کے قتل پر جس نے ابھارا اور آمادہ کیا تھا وہ ابو العباس برادر ابو عبد اللہ شیعی کی سازش اور ناعاقبت اندیشی تھی۔ عبید اللہ مہدی نے مجبوری ان دونوں بھائیوں کو قتل کو کرڈالا لیکن ان دونوں کے مارے جانے سے ایک عام شورش پھیل گئی۔ ان کے دوست واحباب بدلہ لینے کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ عبید اللہ مہدی ہنگامہ فرو کرنے کو سوار ہوا۔ شورش فرو ہوگئی۔ بعد اسکے دوسرا ہنگامہ مابین اہل کتامہ اور اہل قیروان کے پیدا ہوا قتل وغارتگری کے دروازے کھل گئے۔ عبید اللہ مہدی نے اپنی جبروتیت اور حکمت عملیوں سے اسکو بھی رفع و دفع کیا اور مصلحتاً اپنے دعاۃ کو منع کردیا کہ آئندہ عوام الناس کو مذہب شیعہ کی دعوت اور تلقین کرو زیادۃ اللہ کے بعد ایک گروہ بنی اغلب کا جو مختلف اغراض کے حاصل کرنے کو دوسرے مقامات پر چلا گیا تھا یا زمانہ جنگ میں ادھر ادھر بھاگ گیا تھا پھر رقادہ میں واپس آیا۔ عبید اللہ مہدی نے ان سبھوں کو قتل کروا دیا۔

ابو عبد اللہ شیعی کے مارے جانے کے بعد عبید اللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابو القاسم نزار کی ولیعہدی کا باضابطہ اعلان کیا برقہ اور اس کے متعلقات کی سند حکومت حباسہ بن یوسف کو مرحمت کی مغرب پر اسکے بھائی عروبہ بن یوسف کو مامور کیا اور باغایہ میں قیام کرنیکی ہدایت کی پس عروبہ نے باغایہ میں پہونچکے تاہرت پر فوج کشی کی اور بزور تیغ لڑکر اسکو فتح کر لیا۔ دواس بن صولات لہیصی کو

اسکی حکومت عنایت کی۔

بعد ان واقعات کے شیعان کتامہ میں ابوعبداللہ شیعی کے مارے جانے کا جوش پھر دوبارہ پیدا ہوا ایک نوعمر لڑکے کو امیر بنا کے "مہدی" کا لقب دیا۔ دعویٰ یہ کیا کہ یہ نبی ہے اور ابوعبداللہ شیعی کا انتقال نہیں ہوا۔ عبیداللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابوالقاسم کو شیعان کتامہ کو ہوش میں لانے پر مامور کیا۔ شیعان کتامہ اور ابوالقاسم میں لڑائی ہوئی ایک سخت وخونریز جنگ کے بعد اہل کتامہ کو ہزیمت ہوئی وہ لڑکا جسکو شیعان کتامہ نے منصوب کیا تھا مار ڈالا گیا۔ اور کتامہ بیحد پامال کئے گئے۔

پھر سنہ ۳۰۰ھ میں اہل طرابلس نے بغاوت کی اور اپنے گورنر ماکنون کو مار کر نکال دیا۔ عبیداللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابوالقاسم کو اس ہنگامہ کے فرو کرنے کو روانہ کیا چنانچہ ابوالقاسم نے ایک مدت دراز کے محاصرہ اور جنگ کے بعد ایک سخت اور عام خونریزی سے بزور تیغ مفتوح کر لیا۔ تین لاکھ دینار سرخ تاوان جنگ وصول کئے۔

ان بغاوتوں اور آئے دن کی سرکشیوں کے فرو ہونے پر ابوالقاسم نے فوجیں مرتب کیں جنگی کشتیوں کے بیڑے درست کئے۔ اور اپنے بزرگ باپ عبیداللہ مہدی سے اجازت حاصل کر کے سنہ ۳۰۱ھ میں اسکندریہ اور مصر کی جانب بڑھا۔ دوسو کشتیوں کا بیڑہ براہ دریا روانہ کیا جسکا سردار حباسہ بن یوسف تھا۔ حباسہ نے پہونچتے ہی برقہ لی۔ ازاں اسکندریہ اور فیوم کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ دارالخلافت بغداد میں اسکی خبر لگی خلیفہ مقتدر نے سبکتگین اور مونس خادم کو ایک عظیم فوج کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔ دونوں حریف میں متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر کار سبکتگین اور مونس نے اپنے غنیم کو ملک مصر سے نکال باہر کیا مغربی فوجیں اپنے ملک کو واپس آئیں سنہ ۳۰۷ھ میں حباسہ نے دوبارہ اسکندریہ پر فوجکشی کی۔ دارالخلافت بغداد سے مونس خادم اس کے روک تھام کا حکم صادر ہوا۔ حباسہ اور مونس میں بدفعات لڑائیاں ہوئیں۔ آخری نتیجہ یہ ہوا کہ مونس کو فتح نصیب ہوئی۔ تقریباً سات ہزار فوج حباسہ کی ان لڑائیوں میں کام آ گئی۔

سخت پریشانی اور اضطراب کے ساتھ ملک مغرب واپس آیا۔ عبید اللہ مہدی نے کوئی جھوٹا سچا الزام
لگا کے مار ڈالا۔ عروبہ کو بھائی کے مارے جانے سے جوش انتقام پیدا ہوا۔ فوراً ملک مغرب میں علم
مخالفت و بغاوت بلند کر دیا۔ کتامہ اور بربر کا جم غفیر اسکے پاس مجتمع ہو گیا۔ عبید اللہ مہدی نے
اپنے خادم غالب کو اس طوفان کے فرو کرنے پر مامور کیا پس غالب نے عروبہ کو شکست دی، اسکو اور
نیز اسکے چچیرے بھائیوں کو مع ایک گروہ کثیر کے جو بے شمار و بے تعداد تھے قتل کر ڈالا۔

عروبہ کے مارے جانے کے بعد صقلیہ میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ گورنر صقلیہ علی بن عمر نکال دیا گیا
باغیوں نے متفق الرائے ہو کے احمد بن قہرب نامی ایک شخص کو اپنا امیر بنایا اور عبید اللہ مہدی
سے منحرف ہو کے خلیفہ مقتدر عباسی کی خدمت میں بغرض اظہار اطاعت عرضداشت بھیجی یہ واقعہ ۳۰۴ھ
کا ہے عبید اللہ مہدی نے یہ خبر پا کے جنگی کشتیوں کا ایک بیڑہ بسر افسری حسن بن ابی خنزیر صقلیہ کی
بغاوت فرو کرنے کو روانہ کیا۔ احمد بن قہرب کے بیڑہ سے مڈبھیڑ ہو گئی فتحیابی کا سہرا احمد بن قہرب کے
سر رہا حسن بن ابی خنزیر کو ہزیمت ہوئی مارا گیا۔ بعد اس کے اہل صقلیہ کو عبید اللہ مہدی کی جبروت
اور سطوت سے خطرہ پیدا ہوا۔ عبید اللہ مہدی کی خدمت میں معذرت کا خط روانہ کیا اور سبھوں
نے متفق ہو کے احمد بن قہرب کو معزول کر کے پابزنجیر عبید اللہ مہدی کے پاس بھیج دیا۔ عبید اللہ نے
اپنے دل کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے حسن بن ابی خنزیر کی قبر پر احمد کو ذبح کیا اور صقلیہ پر علی بن موسیٰ
بن احمد کو سند امارت عطا کر کے ایک فوج کتامہ کے ساتھ صقلیہ روانہ کیا۔

چونکہ عبید اللہ مہدی کو اپنی دولت وحکومت پر خوارج کے مسلط ہو جانے کا خطرہ پیش نظر رہتا
تھا اس وجہ سے اسکو ساحل دریا پر ایک شہر کے تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا جو اس کے اور نیز اس کے
خاندان والوں کے لئے بوقت ضرورت پناہ کا ذریعہ ہوتا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عبید اللہ مہدی نے اس شہر کے بنا کے وقت یہ کہا تھا کہ میں اس شہر کو اس
غرض سے تعمیر کرتا ہوں کہ آئندہ کسی وقت بنی فاطمہ کے لئے ایک گونہ اطمینان اور امن کا ذریعہ ہوگا۔
حاضرین کو شہر کے پیش افتادہ میدان میں یہ بھی دکھا دیا تھا کہ فلاں مقام تک صاحب الحمار یعنی ابو یزید

خارجی آئے گا۔ شہر آباد کرنے کا مقام تجویز کرنے کو سوار ہو کے نکلا۔ تجویز کرتے کرتے تونس اور قرطاجنہ پہونچا اور سرزمین برکصورہ کے قریب ایک جزیرہ کو شہر آباد کرنے کے لئے منتخب اور پسند کیا چنانچہ سنگ بنیاد نصب کر کے شہر مہدیہ کی تعمیر اور آبادی آخری ۳۰۰ھ سے شروع کر دی دارالسلطنت محل سرا اور شہر پناہ بنوائی۔ شہر پناہ کے دروازے لوہے کے بید مضبوط اور وزنی بنوائے کیواڑ کے ہر ایک پٹ کا وزن سو سو قنطار تھا۔ جب شہر پناہ اور فصیل طیار ہو گئی تو ایک روز فصیل پر چڑھ کے مغرب کی طرف تیر مارا۔ جہاں وہ تیر جا کر گرا اس مقام کو دکھلا کر بولا "دیکھو اس مقام تک صاحب الحمار (ابو یزید خارجی) آئیگا" (عبید اللہ مہدی نے بطور پیشین گوئی کے یہ کہا تھا) مہدی یہ آباد کرنے کے بعد کشتیوں کے بنانے کا ایک کارخانہ قائم کیا۔ نو سو کشتیاں طیار کرائیں ۳۰۸ھ میں اس شہر کی تعمیر اور آبادی تکمیل کو پہونچی۔ عبید اللہ مہدی ہنس کے بولا "آج مجھکو فواطمہ (بنی فاطمہ) کی طرف سے اطمینان ہوا کہ وہ کچھ دنوں کے لئے غیر کے حملوں سے محفوظ اور مامون رہیں گے۔

بعد اسکے اپنے بیٹے ابو القاسم کو ایک عظیم فوج کے ساتھ دوبارہ ۳۰۷ھ میں مصر کی جانب روانہ کیا۔ پس اس نے اسکندریہ جیزہ۔ اشمونین اور اکثر بلاد صعید پر بزور تیغ کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر لیا۔ اہل مکہ کو لکھا کہ میرے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لو۔ اہل مکہ نے قبول نہ کیا دربار خلافت میں ان واقعات کی اطلاع ہوئی خلیفہ مقتدر نے مونس خادم کو سردار لشکر بنا کے ابو القاسم کی بڑھتی ہوئی قوت کے روک تھام کرنے کو روانہ کیا۔ چنانچہ مونس اور ابو القاسم میں متعدد لڑائیاں ہوئیں جنمیں کامیابی کا سہرہ مونس کے سر رہا ابو القاسم اور اس کے لشکر کو بڑے بڑے مصائب یعنی رسد و غلہ، وبا اور طرح طرح کی تکلیفات کا سامنا کرنا پڑا۔ مجبور ہو کر افریقہ کی جانب مراجعت کی ۔۔۔

ابو القاسم کی مراجعت کے پہلے اسی کشتیوں کا بیڑہ مہدیہ سے اسکی کمک و امداد کو اسکندریہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا جسکا کمان افسر سلیمان خادم اور یعقوب کتامی تھا اور یہ بیڑہ جنگی کشتیوں کا پہونچ بھی گیا تھا مگر ابو القاسم کو اطلاع نہ ہوئی۔ ابو القاسم تو افریقہ کی جانب

روانہ ہوا اور اس بیڑہ کا رشید میں شاہی بیڑہ سے مقابلہ ہوگیا جس میں پچیس[۲۵] جنگی کشتیاں تھیں اور طرسوس سے یہ خبر پاکے آیا ہوا تھا نہایت سخت اور خونریز جنگ کے بعد شاہی بیڑہ کو فتح نصیب ہوئی۔ افریقہ کے بیڑہ میں آگ لگا دی گئی فوجیں گرفتار کرلی گئیں سلیمان اور یعقوب بھی پکڑے گئے یعقوب تو بحالت قید مصر ہی میں مرگیا باقی رہا سلیمان وہ قید خانہ سے افریقہ بھاگ گیا۔

۳۰۵ھ میں عبیداللہ مہدی نے مصالہ بن حبوس کو لشکر مکناسہ کا سردار مقرر کرکے بلاد مغرب کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اسوقت تک ملک فاس میں ادریسیوں کی حکومت تھی۔ یحیٰی ابن ادریس بن عمر وسریر حکومت پر متمکن تھا مصالہ سے اور اس سے معرکہ آرائیاں ہوئیں آخر کار مصالہ نے یحیٰی کی خودمختاری چھین کے عبیداللہ مہدی کی اطاعت پر راضی کرلیا۔ اور اپنی قوم میں سے موسیٰ بن ابی العافیہ مکناسی نامی ایک شخص کو صوبجات مغرب کا نگراں مقرر کرکے واپس آیا پھر ۳۰۹ھ میں بلاد مغرب پر فوجکشی کی اور باقی ماندہ شہروں کو مفتوح کرلیا۔ موسیٰ بن ابی العافیہ نے یحیٰی بن ادریس والی فاس کی شکایت جڑ دی۔ مصالہ نے اسکو گرفتار کرکے فاس کو موسیٰ کی گورنری میں شامل کردیا اور بلاد مغرب سے ادریسیہ کی حکومت کا نام و نشان مٹادیا خاندان حکومت ادریسیہ کے ممبروں کو فاس کے صوبہ میں کسی مقام پر امن کی صورت نظر نہ آئی مجبور ہوکر بیچاروں نے بلاد ریف اور غمارہ کا راستہ لیا اور وہاں پہونچکے ان لوگوں نے اپنی حکومت کی از سر نو بنیاد قائم کی۔ جیساکہ ہم غمارہ کے حالات میں بیان کرینگے۔ انہیں میں سے بنو حمود علوی تھے جو وقت انقراض حکومت امویہ قرطبہ پر مستولی ومتمدن ہوئے تھے۔ جیساکہ اس مقام پر مذکور ہوگا۔

مصالہ نے اس مہم سے فارغ ہوکے سجلماسہ پر چڑھائی کی اور اسکے امیر کو جو مدرار مکناسی کی ذریت سے تھا اور دولت شیعہ کی اطاعت سے منحرف تھا قتل کر ڈالا اور اپنے چچازاد بھائی کو وہاں کی حکومت عطا کی جیساکہ تم انکے حالات میں پڑھوگے۔

ان واقعات سے اہل مغرب میں ایک خاص قسم کا جوش پیدا تھا۔ زناتہ اس طوفان کے روک تھام کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ آتش جنگ تمام ملک مغرب میں مشتعل ہوگئی۔ زناتہ اور مصالہ میں بکثرت

لڑائیاں ہوئیں۔ مصالہ انہیں لڑائیوں میں محمد بن خزر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مصالہ کا مارا جانا تھا کہ ملک مغرب میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ عبید اللہ مہدی نے اس ہنگامہ کے فرو کرنے پر ۳۱۵ھ میں لشکر کتامہ اور سرداران شیعہ کے ساتھ اپنے بیٹے ابوالقاسم کو مامور کیا۔ محمد بن خزر ابوالقاسم کا مقابلہ نہ کر سکا مع اپنے ہمراہیوں اور لشکر کے افریقہ کے ریگستان کی جانب چلا گیا۔ چنانچہ ابوالقاسم نے خزانہ، مطماطہ، ہوارہ، بلاد اباضیہ، صفریہ اور اطراف تاہرت دارالحکومت المغرب الاوسط کو مفتوح کر لیا کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی بعد ازاں اپنے پرزور حملوں سے رالیہ کو بھی فتح کر لیا۔ شہر لکور کو بھی جو المغرب الاوسط کے ساحل کا ایک نامی شہر تھا فتح کر لیا۔ والی جراوہ یعنی حسن بن ابی العیش پر محاصرہ ڈالا حسن بن ابی العیش ادریس کے خاندان حکومت کا ایک ممبر تھا۔ زمانہ محاصرہ میں حسن اور ابوالقاسم سے متعدد لڑائیاں ہوئیں حسن کو ہر طرح کے مصائب سے مقابلہ کرنا پڑا مگر ابوالقاسم نے نیچا دیکھنا نہ پڑا۔ بالآخر ابوالقاسم اپنی کامیابی سے مایوس ہو کر واپس ہوا۔ شہر مسیلہ ہو کر گزرا۔ یہاں پر بنو کملان حکمرانی کر رہے تھے جو ہوارہ کے خاندان سے تھے چونکہ ان لوگوں کی طرف سے یہ خطرہ پیش نظر ہو رہا تھا کہ کسی نہ کسی وقت یہ فتنہ و فساد برپا کر دینگے اس وجہ سے ان لوگوں کو قیروان کی طرف جلاوطن کر دیا مشیت الٰہی میں یہ تھا کہ یہ لوگ آئندہ صاحب الحمار (ابو یزید خارجی) کے خروج کے وقت اسکے معین اور مددگار ہونگے اور ایسا ہی وقوع میں بھی آیا۔

بنو کملان کو جلاوطن کرنے کے بعد مسیلہ کو دوبارہ تعمیر اور آباد کرایا اور محمدیہ کے نام سے موسوم کیا۔ علی بن حمدون اندلسی نے اسکے تعمیر اور آبادی میں اپنی حکومت کے صنائع اور بدائع لگا دیئے تھے جسکی وجہ سے ابوالقاسم نے اسکو محمدیہ اور نیز زاب کی حکومت عطا کی۔ زاب میں اس نے ایک قلعہ بنوایا اور سامان جنگ اور غلہ وغیرہ سے اسکو خاطر خواہ پر کیا جس نے بوقت محاصرہ صاحب الحمار منصور کا ہاتھ بٹایا۔ جیسا کہ آئندہ تحریر کیا جائیگا۔

پھر موسیٰ بن ابی العافیہ والی فاس و مغرب کے دماغ میں بغاوت کی ہوا سمائی، علم حکومت شیعہ سے منحرف ہو گئے، دولت امویہ کا مطیع ہو گیا جو دریا کے پرلی طرف تھی اور انکی حکومت کو تمام بلاد مغرب

میں پھیلا دیا۔ احمد بن بصلین مکناسی سپہ سالار عبید اللہ مہدی ایک فوج کثیر لیکے موسیٰ بن ابی العافیہ کو ہوش میں لانے کو آیا۔ دونوں حریف میں گھمسان لڑائی ہوئی آخرکار احمد نے موسیٰ کو بزور تیغ مجبور کرکے ملک مغرب سے نکال دیا اور جی کھول کے ملک مغرب کو پامال کرکے مظفر و منصور عبید اللہ مہدی کے پاس واپس آیا۔

عبید اللہ مہدی کی وفات ابو القاسم کی جانشینی

ماہ ربیع سنہ ۳۲۲ھ میں عبید اللہ مہدی اپنی حکومت و خلافت کے چوبیس برس پورے کرکے انتقال کر گیا بجائے اس کے اسکا بیٹا ابو القاسم محمد سریر حکومت پر متمکن ہوا۔ تخت نشینی کے بعد یہی نزار کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور "ابو القاسم بامر اللہ" کے لقب سے ملقب ہوا۔ اسکو اپنے باپ کے مرنے کا بیحد ملال و صدمہ ہوا بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اپنی تمام عمر میں صرف دو بار جلوس شاہی سے نکلا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں ہنگامے اور بغاوتیں کثرت ہوئیں۔ اطراف طرابلس میں ابن طالوت قرشی نے سر اٹھایا۔ ابن مہدی ہونے کا دعویدار ہوا۔ طرابلس کا محاصرہ کر لیا۔ بعد چندے بربر پر اسکی قلعی کھل گئی اسکا کذب ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ بربر نے مجتمع ہو کے اسکو مار ڈالا۔ بعد اس کے قائم بامر اللہ نے ملک مغرب کے سر کرنے پر کمر ہمت باندھی۔ فاس پر احمد بن بکر بن ابی سہل جذابی کو مامور کیا ادارسہ ملوک ریف وغیرہ نے بھی فوجکشی کی۔ میسور نے قیروان سے قدم نکالے اور ملک مغرب میں داخل ہو کے فاس پر محاصرہ ڈالدیا۔ احمد بن بکر والی فاس نے دبکر مصالحت کر لی۔ بعد ازاں میسور نے موسیٰ بن ابی العافیہ پر یلغار کیا موسیٰ اور میسور میں متعدد لڑائیاں ہوئیں انہیں لڑائیوں میں ثوری بن موسیٰ گرفتار کر لیا گیا میسور نے اسکو ملک مغرب سے جلا وطن کر دیا ان لڑائیوں میں موسیٰ کو ہزیمت ہوئی میسور نے کامیابی کے ساتھ موسیٰ کے مفتوحہ بلاد مجات میں اُن ملوک ادارسہ کی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا جو ریف میں حکومت کر رہے تھے ان کامیابیوں کے بعد میسور نے سنہ ۳۲۳ھ میں قیروان کی جانب معاودت کی اور قیروان پہونچکے قاسم بن محمد کو جو محمد بن ادریس کی اولاد سے تھا اور نیز ادارسہ ملوک ریف کا بزرگ خاندان تھا ایک عظیم فوج کا سردار بنا کے موسیٰ بن ابی العافیہ کے سر کرنے کو روانہ کیا۔ چنانچہ قاسم نے سوائے فاس کے کل بلاد مغرب کو مفتوح کر لیا اور

دعوت حکومت شیعہ اس کے تمام بلاد مفوضہ میں پھر قایم وجاری ہو گئی۔

ابوالقاسم قایم بامر اللہ ان کل واقعات کو ایسی خاموشی اور سکوت کے ساتھ دیکھ رہا تھا کہ گویا وہ دیکھتا ہی اور سنتا ہی نہ تھا۔ تمام بلاد غرب میں ایک عظیم تبدیلی پیدا ہو گئی مگر اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اس نے ان واقعات کے ختم ہونے پر ایک بہت بڑا بیڑہ جنگی جہازات کا ساحل مقبوضہ فرانس پر جہاد کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ اس بیڑہ کا افسر اعلیٰ ابن اسحاق نامی ایک نامور امیر البحر تھا ابن اسحاق نے ساحل مقبوضہ فرانس پر پہونچتے ہی اپنی فوج کو بلا مزاحمت وجنگ خشکی پر اوتار دیا اور کمال سختی سے خونریزی اور عام جنگ کرتا ہوا بلاد فرانس میں گھس پڑا۔ قتل وقید کرتا ہوا شہر جنوہ پہ جا اُترا اور بزور تیغ اسکو بھی مفتوح کر لیا۔ بعد ازاں سروانیہ پر چڑھائی کی ایہ جزیرہ بھی فرانس ہی کے مقبوضات سے تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور امداد نے یہاں پر بھی ابن اسحاق کا ساتھ دیا اور فرانس کو پامال اور نگوں سار کیا۔ ابن اسحاق اس مہم سے فارغ ہو کے قرقیسیا کی طرف بڑھا۔ یہ سواحل شام کا ایک مشہور ساحل ہے شامیوں کی جسقدر کشتیاں اس ساحل پر موجود تھیں سبھوں کو جلا کے خاک و سیاہ کر دیا اور اپنے خادم زیران کی ماتحتی میں ایک فوج مصر کی جانب روانہ کیا۔ زیران نے نہایت مستعدی سے اسکندریہ کو مفتوح کر لیا۔ اس کے بعد مصر سے اخشید کا لشکر آپہونچا پس اس نے ان ممالک سے ان لوگوں کے قدم کو ڈگمگا دیا اور وہ لوگ مجبوری مغرب کی جانب واپس ہوئے۔

ابو یزید خارجی کے حالات

ابو یزید مخلد کیراد کا بیٹا تھا۔ کیراد شہر توزر کے شہروں میں سے قسطیلہ کا رہنے والا تھا۔ تجارت کے ذریعہ سے سوڈان اکثر آیا جایا کرتا تھا سوڈان ہی میں اسکا بیٹا ابو یزید پیدا ہوا توزر میں نشو و نما پائی۔ قرآن مجید پڑھا۔ چونکہ نکاریہ خوارج یعنی صفریہ سے اور اس سے میل جول اور مراسم دوستانہ تھے اسوجہ سے یہ انکی مذہب کی جانب مائل ہو گیا اور انہیں لوگوں سے اس مذہب کے اصول سیکھے اور تعلیم پائی بعد ازاں تاہرت چلا گیا اور وہاں پہ بچوں کو پڑھانے لگا۔ اور جب ابو عبداللہ شیعی مہدی کی جستجو میں سجلماسہ روانہ ہوا اسوقت یہ تاہرت سے تقیوس چلا آیا اور حسب دستور سابق معلمی کرنے لگا۔ اس کے دل و دماغ میں یہ ہوا

سمائی ہوئی تھی کہ جس طرح ہو میرے مذہب والوں کی ترقی ہو۔ اسکا یہ اعتقاد بھی تھا کہ غیر مذہب والوں کا مال اور خون مباح ہے۔ سلطان وقت پر جو مذہب غیر رکھتا ہو خروج کرنا جائز ہے۔ تھوڑے دنوں بعد اس نے لوگوں کو وعظ و پند کرنا شروع کیا ۳۱۶ھ میں علانیہ منہیات شرعیہ کے روکنے اور لوگوں کی اصلاح پر کمر باندھ لی رفتہ رفتہ اس کے مقلدوں کی جماعت بڑھ گئی۔ پس جسوقت عبید احمد مہدی نے وفات پائی۔ اسکو موقع ملگیا اطراف کوہ اوراس میں علم حکومت کے خلاف خروج کر دیا۔ گدھے پر سوار ہوکے نکلا "شیخ المومنین" کے لقب سے اپنے کو ملقب کیا اور خلیفہ ناصر اموی والی اندلس کی حکومت کی بنا ڈالی۔ بربریون کے ایک گروہ نے اسکی اتباع کر لی۔ گورنر باغایہ نے یہ خبر پاکے اسکی سرکوبی کی غرض سے فوجیں مرتب کیں ابویزید نے بھی بربریوں کو مجتمع کرکے لشکر کا لباس پہنایا۔ دونوں حریف میں گھمسان لڑائی ہوئی آخر کار گورنر باغایہ شکست کھا کے بھاگا ابویزید نے باغایہ پر حملہ کر دیا۔ اور ہر چہار طرف سے محاصرہ ڈالکے لڑائی شروع کر دی مگر ناکام واپس ہوا۔ قبائل زناتہ میں سے بنی واسی کو باغایہ کے محاصرہ اور مفتوح کرنے پر ابھار دیا بنی واسی نے ۳۳۳ھ میں باغایہ پر چڑھائی کی اور ابویزید نے تبسہ اور رجانہ پر حملہ کیا۔ اہل تبسہ اور رجانہ نے مصالحت کے ساتھ شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔

اسی اثناء میں اہل مرجانہ سے ایک شخص نے ابویزید کو ایک گدھا ابلق بطور تحفہ کے دیا ابویزید نے اسپر سواری شروع کر دی چنانچہ اسی مناسبت سے یہ اس سے ملقب ہوا۔ صوف کا ایک جبہ چھوٹا جسکی آستینیں تنگ ہوا کرتی تھیں پہنتا تھا۔

کتامہ کا لشکر اسوقت اربس میں تھا ابویزید کی فتحیابی کی خبر پاکے اربس چھوڑ کے بھاگ گیا ابویزید نے اسپر بھی قبضہ کر لیا۔ اسکے لشکر نے اربس کے بازاروں میں آگ لگا دی۔ لوٹ لیا۔ جن لوگوں نے جامع مسجد میں بخوف قتل جاکے پناہ لی تھی وہ بھی نہ بچے ان لوگوں کو بھی ابویزید نے اور اسکے لشکریوں نے تیز تلواروں کے گھاٹ اتار دیا۔

ابویزید نے اس عام خونریزی سے فراغت حاصل کرکے ایک لشکر تبسہ کیجانب روانہ کیا والی تبسہ مقابلہ پر آیا لڑائی ہوئی

والی شبیبہ مارا گیا۔ والی شبیبہ کے مارے جانے سے شبیبہ مفتوح ہوگیا شدہ شدہ یہ خبر قایم بامراللہ تک پہونچی بیساختہ بول اٹھا "اب اگر ابویزید کی روک تھام نہ کیجائیگی تو وہ ضرور مہدیہ کی جامع تک پہونچ جائیگا" اور نہایت تیزی سے فوجیں آراستہ کرکے اپنے خادم بشری کو امیر بناکے باجہ کی جانب روانہ کیا۔ ابویزید یہ خبر پاکے مقابلہ پر آیا۔ باجہ کے باہر ایک میدان میں دونوں حریف کا مقابلہ ہوا۔ بہت بڑی اور سخت خونریزی کے بعد بشری شکست کھاکے تونس کیطرف بھاگا اور ابویزید نے باجہ میں داخل ہوکے لوٹ لیا بازاروں میں آگ لگادی، لڑکوں کو قتل کیا، عورتوں کو گرفتار کرکے لونڈیاں بنائیں۔ گردونواح کے بربری اس خوشخبری کو سنکے ابویزید کے پاس آآکے مجتمع ہوئے۔ اور اہل باجہ کے مکانات، باغات اور آلات حرب پر قابض ومتصرف ہوگئے۔

بشری نے تونس میں پہونچکے اپنی فوج کو پھر مرتب وآراستہ کیا اور چند روز آرام کرکے باجہ پر دوبارہ چڑھائی کی ابویزید نے اس سے مطلع ہوکے اپنے فوج کے ایک حصہ کو بشری کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ اس معرکہ میں ابویزید کی فوج میدان جنگ سے شکست کھاگئی اور فتحیابی کا سہرہ بشری کے سر رہا۔ اس واقعہ کے بعد اہل تونس میں باغیانہ جوش پیدا ہوا اور سبھوں نے ملکے بشری پر حملہ کردیا۔ غریب بشری اپنی جان بچاکے بھاگ گیا اور ان لوگوں نے ابویزید سے امن حاصل کرکے اسکے علم حکومت کے مطیع ہوگئے۔ ابویزید نے ان لوگوں پر ایک شخص کو مقرر کرکے قیروان کی جانب کوچ کیا۔ قایم بامراللہ کو اس کی خبر لگی اپنے خادم قدیم بشری کو ابویزید کے روک تھام اور مقابلہ پر روانہ کیا اور یہ ہدایت کردی کہ ایک دستہ فوج کو ابویزید کے حالات دریافت کرنے پر متعین کردینا۔ پس بشری نے بہ تعمیل اس ہدایت کے اپنی فوج کے ایک دستہ کو اس خدمت پر مامور کیا۔ ابویزید نے بھی یہ خبر پاکے فوجیں مرتب کیں اور سامان جنگ فراہم کرکے بشری کی فوج سے جابھڑا۔ اتفاق یہ کہ اس معرکہ میں ابویزید کے لشکر کو ہزیمت ہوئی چار ہزار فوج کھیت رہی اور جو لوگ قید کرلئے گئے تھے وہ مہدیہ میں بحفاظت تمام لائے گئے۔ اور فوراً قید حیات سے سبکدوش کردیئے گئے۔

ابویزید اس ہزیمت سے متاثر ہوکے کتامیوں کی طرف بڑھا اور انکے پٹرول (مقدمۃ الجیش)

کو شکست دیکے قیروان تک ان کا تعاقب کرتا چلا گیا۔ رقادہ پر پہونچکے پڑاؤ کیا اسوقت اسکے ہمراہ
دو ہزار جنگ آور تھے۔ ان دنوں رقادہ کا گورنر خلیل بن اسحاق تھا اور وہ بانتظار آمد میسور مقابلہ
پر آنا پسند نہ کرتا تھا مگر ابو یزید اپنے حریف کو کب اس قدر مہلت دے سکتا تھا ادھر اس نے پہونچتے
ہی لڑائی چھیڑ دی اُدھر لوگوں نے خلیل کو کہہ سُنکے مقابلہ پر طیار کر دیا خلیل اور ابو یزید میں گھمسان
لڑائی ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلیل شکست کھاکے قیروان کیجانب بھاگا اور ابو یزید نے رقادہ میں داخل
ہوکے تاخت وتاراج کر دیا بعد ازاں ایوب زویلی کو بسر فسری ایک فوج کے قیروان روانہ کیا چنانچہ
ایوب نے صفر ۳۳۳ھ میں قیروان پر قبضہ حاصل کر لیا اس کے لشکریوں نے شہر قیروان کو خاطر
خواہ لوٹا خلیل نے امن کی درخواست کی ایوب نے امن دیدی مگر جس وقت ابو یزید کے روبرو پیش
کیا گیا ابو یزید نے اسکے قتل کا اشارہ کر دیا جسکی تعمیل اسیوقت کر دی گئی۔ بعدہ روسار قیروان
نے امن کی درخواستیں پیش کیں ابو یزید نے ان لوگوں کو بھی امن دی اور غارتگری کی ممانعت کردی
ان واقعات کے ختم ہونے پر میسور نے ابو یزید پر چڑھائی کی اس مہم میں میسور کے ہمراہ ابو کملان
بھی تھا۔ ابو یزید نے ابو کملان سے سازش کرنے اور میسور کو دھوکھا دینے کی غرض سے خط وکتابت
شروع کی۔ کسی ذریعہ سے اسکی خبر قائم بامر اللہ تک پہونچگئی اس نے میسور کو یہ واقعہ لکھ بھیجا اور ابو کملان
کے دام تزویر سے بچنے کی تاکید کی، میسور نے ابو کملان کے ساتھ تشدد کی، ابو کملان موقع پاکے
ابو یزید کے پاس چلا گیا جس سے میسور کا بازو کمزور پڑگیا اور اس معرکہ میں اسکو ہزیمت ہوئی اثنار
گیرودار میں بنو کملان نے میسور کو قتل کر ڈالا اور اسکا سر اُوتار کے ابو یزید کے پاس لائے ابو یزید نے
اس کے سر کو نیزہ پر رکھ کے قیروان میں گشت کروایا۔ اور فتحیابی کے قاصد اپنے کل بلاد مقبوضہ میں
بھیجے میسور کا لشکر بحال پریشان بھاگ کر قایم بامر اللہ کے پاس مہدیہ پہونچا قایم بامر اللہ نے بنظر انجام
بینی قلعہ بندی اور خندق کھدوانے کا حکم دیا۔ اور ابو یزید اس کامیابی کے بعد دو ماہ دس روز تک میسور
ہی کے کیمپ میں ٹھیرا ہوا اطراف وجوانب قیروان میں شبخون مارنے کی غرض سے فوجیں بھیجتا رہا۔ جو
وقتاً فوقتاً مال غنیمت لے کے واپس آتی تھیں۔ سوسہ بھی انہیں فوجوں کے ہاتھ مفتوح ہوا غرض بلاد

افریقہ کو اکیلے ایک ابو یزید نے اولٹ پلٹ دیا ایک عظیم تغیر پیدا ہوگیا ہزارہا خاندان نیست و نابود ہوگئے بڑی بڑی بستیوں میں اُلّو بول گیا۔ ایک عالم جلا وطن ہوکے نکل کھڑا ہوا جسکا حصہ کثیر شدت گرسنگی اور تشنگی سے افریقہ کے ریگستان کے نذر ہوگیا باقیماندہ بھوکے، پیاسے اور برہنہ مہدیہ پہونچے۔ قایم بامر اللہ کا دل ان لوگوں کو دیکھ کے بھر آیا، رؤساء کتامہ، قبایل بربر اور زیری بن مناد بادشاہ صنہاجہ کو مہدیہ کی امداد و اعانت کی غرض سے بلا بھیجا۔ چنانچہ یہ لوگ مہدیہ کو ابو یزید کے پنجہ غضب سے بچانے کو روانہ ہوئے اتفاق سے اسکی اطلاع ابو یزید کو ہوگئی۔ فوراً فوجیں مرتب کر کے روانہ ہوگیا اور مہدیہ سے سات کوس کے فاصلہ پر پہونچکے پڑاؤ کر دیا۔ اور اطراف و جوانب مہدیہ میں چھوٹی چھوٹی فوجیں شبخون مارنے کی غرض سے پھیلا دیں۔ جاسوسوں نے کتامہ تک یہ خبر پہونچا دی کہ ابو یزید کا لشکر شبخون مارنے کی غرض سے ادھر ادھر پھیل گیا ہے۔ چنانچہ کتامہ نے آخری ماہ جمادی الاول ۳۳۳ھ میں ابو یزید پر حملہ کر دیا ابو یزید نے اپنے بیٹے فضل کو کتامہ کے مقابلہ پر متعین کیا جو قیروان سے ایک تازہ دم فوج لیکے اپنے باپ کی مدد کو آیا ہوا تھا۔ فضل کی روانگی کے بعد خود بھی سوار ہوکے میدان جنگ کیطرف چلا۔ کتامہ کی فوج بلا جدال و قتال بھاگ کھڑی ہوئی، ابو یزید مہدیہ کے دروازہ تک تعاقب کرتا چلا گیا اور جب وہ ہاتھ نہ آئی تو واپس آیا۔ بعد چند دنوں کے مہدیہ پر پھر یلغار کیا اور خندق تک حملہ کرتا ہوا پہونچ گیا۔ خندق کے اوپر عبیدیوں کا گروہ مقابلہ کی غرض سے موجود تھا تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی، بالآخر عبیدیوں کو ہزیمت ہوئی اور ابو یزید خندق کو عبور کر کے شہر پناہ کی دیوار تک پہونچگیا شہر سے صرف ایک پتھر کا فاصلہ باقی رہ گیا۔ دوسری جانب بربری جان توڑ کر لڑ رہے تھے اور کتامہ کی فوجیں حملہ پر حملہ کر رہی تھیں آخر کار بربریوں کو ہزیمت ہوئی۔ ابو یزید کو اسکی اطلاع ہوئی بیحد ملول ہوا مگر پھر اس نے ہوش و حواس درست کر کے باب مہدیہ پر حملہ کیا زیری بن مناد اور کتامہ کی فوجوں نے پس پشت سے حملہ کیا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی ابو یزید بڑی جد و جہد سے جان بچاکے اپنے لشکرگاہ میں واپس آیا۔ دیکھا کہ عبیدی جیساکہ اس سے پیشتر لڑتے تھے اب بھی لڑ رہے ہیں لیکن ابو یزید کے آجانے سے اسکے ہمراہیوں کی قوت بڑھ گئی۔ مجموعی قوت سے

سب کے سب عبیدیوں پر ٹوٹ پڑے۔ عبیدیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے شکست کھا کے بھاگے۔ ابویزید بھی
مصلحتاً کسیقدر پیچھے ہٹ آیا اور اپنے لشکرگاہ کے اردگرد خندق کھدوائی۔ بربری نفوسہ، زاب اور
ملک مغرب کے لوگ آ آ کے اسکے پاس مجتمع ہوئے۔ آخری ماہ جمادی الآخرۃ سنہ مذکور میں مہدیہ
پر پھر حملہ کیا۔ اور نہایت سختی سے محاصرہ ڈال کے لڑائی شروع کر دی۔ ایک شبانہ روز مسلسل لڑائی
جاری رہی۔ مگر اسکو کسی قسم کی کامیابی حاصل نہوئی بے نیل مرام واپس آیا۔ گورنر قیروان سے امدادی
فوج طلب کر کے سہ بارہ آخری ماہ رجب سنہ مذکور میں مہدیہ پر پھر چڑھائی کی اور پھر شکست
کھا کے واپس آیا اس معرکہ میں اسکے ہمراہیوں کا حصہ کثیر کام آ گیا۔ بعد اس کے چوتھے بار آخری
ماہ شوال سنہ مذکور میں پھر ابویزید حملہ آور ہوا اور ناکامی کے ساتھ اپنے لشکرگاہ میں واپس آیا۔
اس مرتبہ کی واپسی کے بعد محاصرہ میں شدت سے کام لینے لگا۔ اہل مہدیہ کو بیحد مصائب کا سامنا کرنا
پڑا۔ غلہ ختم ہو گیا شدت گرسنگی سے لوگوں نے مُردوں اور جانوروں کو کھانا شروع کر دیا۔ عوام الناس
پریشان ہو ہو کر اِدھر اُدھر نکل گئے صرف فوج باقی رہ گئی۔ قایم بامر اللہ نے غلہ کے کھتّوں کو کھول کے
لشکریوں پر تقسیم کر دیا۔ اس غلہ کو عبید اللہ مہدی نے وقت ضرورت کے لئے مجتمع کر رکھا تھا۔ بعد
ان واقعات کے کتامہ نے مجتمع ہو کے قسنطینہ میں لشکر آرائی کی ابویزید نے یہ خبر پا کے ایک فوج ان کے
منتشر کرنے کو بھیجدی چنانچہ کتامہ شکست کھا کے منتشر ہو گئے۔ ابویزید نے بربریوں کو ہر مقامات سے
طلب کر کے ایک جگہ پر مجتمع کر کے سوسہ کے محاصرہ کا حکم دیا اور ہر چہار طرف سے اسکو گھیر کے باہر کی
آمد و رفت مسدود کر دی ہنوز کوئی آخری فیصلہ ہونے پایا تھا کہ بربریوں نے اسوجہ سے کہ ابویزید
علانیہ محرمات شرعیہ کو جایز اور منہیات اور منکرات کا ارتکاب کرتا تھا بغاوت کر دی اور اس سے علیحدہ
ہو کے اپنے اپنے شہروں کا راستہ لیا مجبوراً ابویزید بھی سنہ ۳۳۴ھ میں قیروان کی جانب لوٹا۔
اہل مہدیہ کو موقع ملگیا جی کھول کے اس کے لشکرگاہ کو لوٹا اور ہر طرف سے بربریوں پر غارتگری
اور قتل عام کی بارش ہونے لگی۔ سرزمین افریقہ میں کوئی ایسا مقام نہ تھا جہاں پر کہ بربریوں پر
ہاتھ صاف نہ کیا گیا ہو۔ اہل قیروان میں بھی اس سے ایک جوش پیدا ہو گیا انہوں نے بھی انکی

مخالفت پر کمریں باندھ لیں اور ابو یزید کی اطاعت سے منحرف ہو کے قایم بامر اللہ کے علم حکومت کے نیچے آگئے۔ اتنے میں مسیلہ سے علی بن حمدون ایک فوج لیکے آپہونچا ایوب بن ابو یزید نے اسپر شبخون مارا علی بن حمدون اس اچانک حملہ سے گھبرا کے بھاگ کھڑا ہوا۔ تونس میں جا کے دم لیا۔ بعد اس کے قایم بامر اللہ کی فوجیں آگئیں کئی مرتبہ ایوب سے مڈبھیڑ ہوئی آخر کار ایوب ربیع الاول ۳۳۴ھ میں ہزیمت اُٹھا کے قیروان کی جانب چلا آیا اور اپنی حالت درست کر کے ایک فوج علی بن حمدون سے جنگ کرنے کو بلطیہ روانہ کی۔ مدتوں دونوں حریف میں لڑائی ہوتی رہی تا آنکہ ایوب کی فوج نے اہل بلطیہ کی سازش سے شہر پر قبضہ کر لیا اور علی بن حمدون بھاگ کر کتامہ کے ملک میں چلا گیا۔ کتامہ نفزہ اور مزاتہ نے مجتمع ہو کے اس شکست پر نوحہ خوانی کی اور پھر اپنی حالت کو درست کر کے قسنطینیہ میں لشکر آرائی کرنے لگے۔ علی بن حمدون نے اسی فوج کے ایک حصہ کو پسر افسری ایک کارآزمودہ سردار کے ہوارہ روانہ کیا۔ اہل ہوارہ مقابلہ پر آئے لڑائیاں ہوئیں ابو یزید نے بھی انکی امداد کی مگر ناکامی کے سوا کامیابی حاصل نہوئی علی بن حمدون نے شہر تیجست اور باغایہ میں اپنی فتحیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ ابو یزید کو اس سے سخت صدمہ ہوا ماہ جمادی الثانی سنہ مذکور میں فوجیں آراستہ کر کے سوسہ پر چڑھائی کی۔ قایم بامر اللہ کا لشکر اس وقت سوسہ میں مقیم تھا۔ ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ اسی اثناء میں قایم بامر اللہ نے محاصرہ ابو یزید اپنے کا یہ خالی کے قلعہ کا محاصرہ اُٹھا کے ملک عدم کا راہی ہوا۔

المنصور کی تخت نشینی

قایم بامر اللہ ابو القاسم محمد بن عبید اللہ مہدی والی افریقہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کو اپنا ولیعہد بنا کے انتقال کر گیا۔ اس کے انتقال کے بعد اسمٰعیل سریر حکومت پر جلوہ افروز ہوا اور اپنے کو المنصور کے لقب سے ملقب کیا چونکہ انہیں دنوں ابو یزید سوسہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اسوجہ سے بنظر مصلحت و دور اندیشی اپنے باپ کے واقعہ موت کو چھپایا اور نہ اپنے کو خلیفہ کے لقب سے ملقب کیا اور نہ سکہ اور خطبہ کو تبدیل کیا تا آنکہ ابو یزید کی مہم سے اسکو فراغت حاصل ہوئی جیسا کہ آیندہ بیان کیا جائے گا۔

ابو یزید کا مارا جانا

تم ابھی ابو یزید پڑھ آئے ہو کہ سوسہ قایم بامر اللہ نے وفات پائی تھی ان

دلوں ابویزید سوسہ کا محاصرہ کیئے ہوئے تھا اور اہل سوسہ سے لڑائی چھڑی ہوئی تھی پس جب اسمعیل منصور نے زمام حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی پہلا کام جو اس نے کیا وہ یہ تھا کہ چند بیڑہ جہازات کے مہدیہ سے سوسہ روانہ کیا جس پر سامان جنگ، فوجیں اور غلہ بھرا ہوا تھا اس بیڑہ کا سردار رشیق کاتب اور یعقوب بن اسحاق تھا اس بیڑہ کی روانگی کے بعد خود بھی تھوڑی سی فوج لیکے روانہ ہوا اثنائے راہ سے تمیموں اور اراکین دولت کے مشورہ سے واپس آیا۔ اتنے میں اسکا بیڑہ جہازات سوسہ کے ساحل پہ جا لگا۔ ابویزید نے یہ خبر پاکے بیڑہ جہازات سے مزاحمت کی۔ فوجیں خشکی پر اتر پڑیں اور سوسہ کے لشکر کے ساتھ ہوکر ابویزید سے لڑنے لگیں۔ ابویزید شکست کھاکے بھاگا اسکا لشکرگاہ لوٹ لیا گیا اور جلاکے خاک وسیاہ کردیا گیا۔

ابویزید اس معرکہ سے جان بچاکے بحال پریشان قیروان پہونچا اہل قیروان نے شہر میں داخل ہونے نہ دیا اور طرہ اسپر یہ ہوا کہ ابویزید کے گورنر کو بھی مار کر نکال دیا پس یہ بھی قیروان سے نکل کے ابویزید کے پاس چلا آیا دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور اپنی ناکامی پر افسوس کرتے ہوئے سبیبہ کو روانہ ہوگئے۔ یہ واقعہ اواخر ماہ شوال ۳۳۴ھ کا ہے۔

بعد اس کے منصور قیروان کی طرف آیا اور اہل قیروان کو امن دی اور اپنے دامان عاطفت سے انکے آنسو پونچھے۔ ابویزید کے لڑکے اور عورتیں اسوقت قیروان ہی میں تھیں منصور نے اپنی بے نظیر فیاضی و مردانگی سے انکی حفاظت و نگرانی کی اور ان کے گذران کے لئے وظائف مقرر کیئے اور ایک دستہ فوج کو ابویزید کے حالات دریافت کرنے کی غرض سے مامور کیا۔ اتفاق سے ابویزید نے بھی منصور کے انکشاف حالات کے لئے ایک مختصر سی فوج متعین کی تھی۔ دونوں فوجوں کا ایک مقام پر مڈبھیڑ ہوگیا اور باہم دو دو ہاتھ چل گئے۔ اس واقعہ میں منصور کی فوج کو ہزیمت ہوگئی جس سے ابویزید کے حوصلے بڑھ گئے اور اسکی جمعیت دوچند سہ چند ہوگئی۔ اپنے ہمراہیوں کو مرتب و مسلح کرکے جنگ کرنے کو پھر قیروان کیطرف بڑھا۔ منصور نے بھی یہ خبر پاکے طیاری شروع کردی اپنے لشکرگاہ کے اردگرد خندقیں کھدوئیں۔ دمدمے باندھے۔ مورچے قایم کئے پہلی لڑائی میں

منصور کو فتحیابی حاصل ہوئی مگر دوسرے دن اسکی فوج ہزیمت کھاکے بھاگی بایں ہمہ منصور کمال مردانگی سے میدان جنگ میں ٹھہرا ہوا ڈٹا رہا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے رکاب کی فوج جو ابھی میدان جنگ سے نکلی تھی یا بھاگ گئی تھی مہدیہ اور سوسہ کے دوسرے راستوں سے مڑکر پھر میدان کارزار میں آگئی اور جی توڑ کر لڑنے لگی ابویزید اس امر کا احساس کرکے آواخر ذی قعدہ ۳۳۴ھ میں لڑائی کو ناتمام چھوڑ کے چلا گیا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد پھر واپس آکے لڑنے لگا۔ اسی طریقہ سے ایک مدت تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا کبھی منصور غالب آجاتا تھا اور گاہے ابویزید کو فتحیابی حاصل ہوجاتی تھی سلسلہ جنگ قائم رہنے کی وجہ سے امن وامان کا نام معدوم ہوگیا تھا۔ مہدیہ اور سوسہ کے راستے بند تھے۔
اسی اثنا میں ابویزید نے منصور کے پاس اپنے اہل وعیال کی طلبی کی غرض سے قاصد روانہ کیا منصور نے ابویزید سے مصالحت اور واپس چلے جانے کی قسم لے کے اسکے اہل وعیال کو اسکے پاس بھیجدیا مگر ابویزید نے اس کے خلاف کیا جسوقت اسکے اہل وعیال اس کے پاس آگئے اپنے قول واقرار اور عہد وپیمان کو بھلا دیا اور بہ نسبت سابق زیادہ سختی سے لڑنے لگا۔ پانچویں محرم ۳۳۵ھ تک سلسلہ جنگ قائم رہا چھٹی محرم کو منصور کو ہزیمت ہوئی تب منصور نے پندرہویں محرم ۳۳۵ھ میں اپنے ہمراہیوں کو مجتمع کرکے ایک پرجوش تقریر کی اور ان کو دوبارہ مرتب کرکے بقصد جنگ میدان جنگ کیطرف آیا۔ بربری فوج اس کے میمنہ میں تھی کتامہ میسرہ میں تھے منصور بذاتہ مع اپنے ہمراہیوں کے قلب فوج میں تھا ابویزید نے پہلا حملہ اس کے میمنہ پر کیا اور اسکو شکست دیکے قلب کیطرف بڑھا جہاں پر کہ منصور مع اپنے اراکین دولت کے تھا۔ بہت بڑی اور سخت خونریز لڑائی ہوئی منصور نے اپنی فوج کو ایکبارہ مجتمع کرکے مجموعی قوت سے ابویزید پر حملہ کیا جس سے ابویزید کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ کمال بے سروسامانی سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مال واسباب اور آلات حرب تک نہ لیجا سکا ایک گروہ کثیر اس کے ہمراہیوں کا اس معرکہ میں کام آگیا مقتولوں کے سر جو قیروان کے لڑکوں کے ہاتھ میں اسوقت نظر آتے تھے انکی تعداد دس ہزار تک پہونچگئی تھی۔
ابویزید شکست کھا کے باغایہ کی طرف گیا اہل باغایہ نے شہر میں داخل ہونے دیا جھلا کے شہر کا

محاصرہ کرلیا۔ رفتہ رفتہ اسکی خبر منصور تک پہونچی ماہ ربیع الاول سنہ ۳۳۵ھ میں مہدیہ میں مرام صقلی
کو مقرر کرکے ابویزید کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ ابویزید نے اس سے مطلع ہوکے دوسرے قلعہ کا
قصد کیا منصور نے پھر تعاقب کے قصد سے کوچ کیا۔ غرض ان دونوں حریفوں میں اسی طور سے
لڑائی جاری تھی کہ جہاں ابویزید نے کسی قلعہ کا قصد کیا منصور نے فوج کو تعاقب کا حکم دیدیا۔ تاآنکہ
منصور ابویزید کا تعاقب کرتا ہوا طبنہ میں وارد ہوا یہاں پر ابویزید کے اراکین دولت میں سے محمد بن
خزر امیر مغراوہ کا قاصد منصور کی خدمت میں پیام مصالحت اور امن لیکے حاضر ہوا۔ منصور نے اسکو
امن دی اور ابویزید کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اسوقت ابویزید بنو برزال کے پاس پہونچگیا تھا۔
یہ لوگ فرقہ نکاریہ سے تھے مگر یہ خبر پاکے کہ منصور میرے تعاقب میں ہے بنو برزال سے رخصت ہوکے
ریگستان کا راستہ لیا تھوڑی دور چلکے اطراف غمرت کی جانب معاودت کی اتفاق یہ کہ منصور
سے دوچار ہوگیا۔ دونوں حریفوں میں پھر چلگئی۔ ابویزید شکست کھا کے کوہ سالات کیطرف بھاگا
اور منصور اسکے تعاقب میں تھا تنگ اور دشوار گذار پہاڑیوں میں ابویزید چھپا پھرتا تھا اور منصور
اپنے حریف کو انہیں گھاٹیوں میں ڈھونڈھ رہا تھا۔ اس تگ و دو اور گیر و دار میں دونوں حریف
کو بڑے بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ بھوک اور پیاس کی تکلیفیں اٹھائیں راستوں کی دشواری
اور تنگی کی بھی دقتیں پیش آئیں۔ ابویزید یہ خیال کرکے کہ سوائے اس درہ کے جو بلاد سودان تک
چلا گیا ہے کوئی مقام پناہ کا نظر نہیں آتا فوراً اس درہ میں داخل ہوگیا منصور راستہ کی ناواقفیت کی
وجہ سے رک رہا اور بمجبوری غمرت کی جانب مراجعت کی جو بلاد صنہاجہ کا ایک حدیہ تھا۔ یہاں پر
زیری بن مناد امیر صنہاجہ بطور وفد (ڈپوٹیشن) حاضر ہوا۔ منصور نے اسکی عزت افزائی کی اور بہ
حسب حیثیت اس کے اسکو صلہ عنایت کیا اسکے بعد محمد بن خزر کا خط آیا جسمیں ابویزید کے جائے قیام
کا مفصل حال لکھا ہوا تھا۔ مگر منصور اسوجہ سے کہ ایک اتفاقیہ علالت میں مبتلا ہوگیا اس خط پر
اپنی توجہ مبذول نہ کرسکا اور ابویزید اپنی فوجی اور مالی حالت درست کرکے مسیلہ کی جانب بقصد
جنگ و محاصرہ واپس آیا اور اس کا محاصرہ بھی کرلیا۔ پس جس وقت منصور کو صحت حاصل ہوئی

پہلی رجب ۳۳۵ھ کو بقصد ابویزید کوچ کیا ابویزید نے یہ خبر پاکے مسیلہ چھوڑ دیا اور بارادہ بلاد سودان اسی
فرہ کی طرف روانہ ہوا جسکو اپنا مامن و ماوا اختیار کیا تھا۔ اسکے ہمراہیوں میں سے بنو کملان نے
اس عزیمت کی مخالفت کی مجبوراً ان کی رائے کے مطابق جبال کتامہ اور عجیسہ کی جانب لوٹ کھڑا ہوا
اور وہیں قلعہ بند ہوگیا۔ اتنے میں منصور آپہونچا اور سامنے کے میدان میں اپنے مورچے قائم کئے۔ دسویں
شعبان ۳۳۵ھ کو ابویزید نے لڑائی چھیڑ دی۔ فریقین جی توڑ کر لڑ رہے تھے۔ آخر کار ابویزید کو ہزیمت
ہوئی۔ اسکا سارا لشکر بے ترتیبی کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ حریف نا مقابل کے کسی سوار
نے اثنائے دار وگیر میں لپک کے ابویزید کو ایک نیزہ مارا جس سے منہ کے بل گرا۔ ہمراہیوں میں سے کسی نے
دوڑ کر سنبھال لیا۔ جان بچ گئی۔ بھاگ گیا اس معرکہ میں دس ہزار فوج کام آگئی۔

خاتمہ جنگ کے بعد پہلی رمضان سنہ مذکور کو منصور نے ابویزید کے تعاقب کے قصد سے کوچ کیا
ہزیمت خوردہ گروہ بوجہ تنگی راہ نہ بھاگ سکتا تھا اور نہ مجتمع فوج اپنا حملہ کر سکتی تھی دونوں فریق کی
جان کشمکش میں پڑی ہوئی تھی۔ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون ہو رہا تھا مگر باہم کچھ نہ کچھ
چھیڑ چھاڑ ہوتی جاتی تھی۔ بالآخر ابویزید اس روزانہ جنگ سے گھبرا گیا اور اپنے مال واسباب کو چھوڑ
کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گیا اور اوپر سے سنگ باری کرنے لگا منصور نے بہت بڑی جد وجہد سے اپنی
فوج کو بھی انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھا دیا دست بدست لڑائی ہونے لگی بہت بڑی خونریزی ہوئی
تمام دن اور نصف شب تک ہنگامہ کارزار گرم رہا جب رات کی تاریکی نے دونوں حریفوں کو جنگ کرنے
سے روک دیا تو ابویزید صبح ہونے سے پیشتر میدان جنگ چھوڑ کر قلعہ کتامہ میں جاکے پناہ گزیں ہوگیا۔
اہل ہوارہ جو اس کے ہمراہ تھے ان لوگوں نے تنگ آکے منصور سے امن کی درخواست کی منصور نے
ان کی درخواست کو منظوری کی عزت دی۔ بعد ازاں اپنی فوج کو مرتب کرکے کتامہ پر دھاوا کیا اور پہونچتے
ہی اسکو گھیر لیے رسد وغلہ کی آمد بند کردی زمانہ محاصرہ میں ہر روز لڑائی ہوتی رہی تا آنکہ منصور نے بزور
تیغ مفتوح کر لیا مکانات میں آگ لگا دی۔ ابویزید کے ہمراہیوں پر چند گروہ ہر چہار طرف سے ہاتھ
صاف کر رہے تھے خونریزی اور غارتگری کی کوئی حد نہ تھی جس طرف آنکھ اٹھتی تھی مقتولوں ہی کی نعشیں

خاک وخون میں تڑپتی نظر آتی تھیں۔ ابویزید کے اہل وعیال نے قصر کے دروازے بند کرلئے تھے رات ہوگئی تھی کچھ سوجھائی نہ پڑتا تھا۔ منصور کے حکم سے قصر کے صحن میں آگ روشن کردی گئی روشنی کیوجہ سے کسی کو بھاگنے کا موقع نہ ملا یہاں تک کہ سفیدۂ صبح نمایاں ہوا ابویزید کے لڑکوں نے مجتمع ہوکے ایک ایسا زبردست حملہ منصور کے لشکر پر کیا کہ جس سے اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ منصور نے اپنے سپہ سالاروں کو للکارا کے مجموعی قوت سے حملہ کرنے کا حکم دیا اور خود بھی شمشیر بکف حملہ آور ہوا فوج کے دل اس سے بڑھ گئے شیر کی طرح بکریوں کے گلہ میں گھس پڑے۔ منصور کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا ابویزید اس ہنگامہ میں نکل نہ جائے فوراً حکم صادر کیا کہ ابویزید کو دیکھو کہاں ہے ڈھونڈھ لاؤ ابویزید زخمی ہوگیا تھا تین شخص اس کے ہمراہیوں میں سے اسکو اٹھائے لئے جاتے تھے۔ مگر دارو گیر کے خوف سے سنبھال نہ سکے ابویزید گر پڑا۔ ان لوگوں نے اٹھا لینے کی کوشش کی کامیاب نہ ہوسکے۔ فتحمند گرد منصور کے پاس اٹھا لایا۔ منصور نے اپنے دشمن کو ایسی ذلیل حالت میں دیکھ کے سجدہ شکر ادا کیا اور لشکریوں کو قتل وغارت سے روک دیا۔ آخری محرم ۳۳۶ھ تک اسی مقام پر ٹھیرا رہا ابویزید کا صدمہ زخم سے انتقال ہوگیا۔ منصور نے حکم دیا کہ اسکی کھال کھینچکے بھوسہ بھر دو اور ایک قفس میں اسکو مع دو بندروں کے بند کردو کہ یہ اس سے کھیلتے رہیں۔ چنانچہ اسکی اسیوقت تعمیل کردی گئی۔

اس مہم سے فارغ ہوکے منصور نے قیروان اور مہدیہ کی جانب مراجعت کی۔ ابویزید کا بیٹا فضل نامی سعید بن خزر کے پاس چلا گیا اور اسکو منصور کی مخالفت پر آمادہ کرکے طبنہ و بسکرہ پر چڑھائی کردی منصور نے یہ خبر پاکے قیروان سے اعراض کیا اور فضل وسعید کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوا سعید نے ایک خفیف جنگ کے بعد بھاگ کر بلاد کتامہ کا راستہ لیا منصور نے ایک فوج کو بسرافسری اپنے غلاموں شفیع اور قیصر کے انکے تعاقب پر مامور کیا۔ زیری بن مناد بھی مع فوج صنہاجہ اس مہم میں شریک تھا فضل وسعید کے چھکے چھوٹ گئے۔ کمال بے سروسامانی سے بھاگ کھڑے ہوئے انکی ساری جمعیت تتر بتر ہوگئی۔ منصور نے مظفر و منصور قیروان کی طرف معاودت کی اور باطمینان تمام اسمیں داخل ہوا۔

ان واقعات کے بعد حمید بن بصلین والی مغرب ما دولت شیعہ عبیدیہ سے انحراف وروگردانی
کرکے علم خلافت امویہ کا مطیع ہوگیا اور فوجیں آراستہ کرکے تاہرت پر حملہ کردیا منصور نے اس واقعہ
سے مطلع ہوکے ماہ صفر سنہ ۳۳۶ھ میں حمید کی سرکوبی کی غرض سے کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ بازار حمزہ میں
پہونچا اور فوج کے فراہم کرنے کے خیال سے پڑاؤ کردیا۔ زیری بن مناد نے نہایت عجلت اور تیزی
سے صنہاجہ کی فوج کو ہر چہار طرف سے مجتمع کرکے منصور کے حضور میں پیش کیا منصور ان سب کو متعدد
کالموں پر تقسیم کرکے تاہرت کی طرف بڑھا۔ حمید کو اسکی خبر لگ گئی۔ محاصرہ اٹھا کے چلا گیا۔ منصور
نے یعلی بن محمد یفرنی کو تاہرت کی سند حکومت عطا کی اور زیری بن مناد کو اسکی قوم کی اور نیز اسکے
کل بلاد کی حکومت مرحمت کرکے بغرض جنگ لواتہ کوچ کیا۔ لواتہ یہ خبر پاکے ریگستان افریقیہ میں چلے
گئے۔ اور منصور وادی میناس میں ٹھیرا رہا۔ وادی میناس میں تین پہاڑیاں تھیں اور ہر پہاڑی پر
ایک ایک محل تراشے ہوئے پتھر کے بنے ہوئے تھے ان میں سے ایک محل کے دروازہ پر پتھر پر کچھ لکھا
ہوا نظر آیا۔ منصور نے مترجم کو اسکے پڑھنے کا حکم دیا۔ مترجم نے گزارش کی کہ اسمیں لکھا ہے "میں
ہوں سلیمان سردغوس، اس شہر کے باشندوں نے بادشاہ وقت سے بغاوت کی تھی۔ بادشاہ
نے مجھے انکی سرکوبی پر متعین فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ کی امداد سے میں نے باغیوں کو زیر کیا اور اس
فتحیابی کی یادگار میں میں نے ان عمارات کو بنوایا" ابن الرقیق نے اس حکایت کو اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے۔
اس مہم سے فارغ ہوکے منصور نے زیری بن مناد کو خلعت سے سرفراز فرماکے قیروان کیجانب
کوچ کیا۔ ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۳۳۶ھ میں داخل منصوریہ ہوا یہاں پر پہونچکے یہ خبر گوش گزار ہوئی
کہ فضل بن ابو یزید کوہ اوراس کی طرف آیا ہے اور بربریوں کو علم حکومت کے خلاف ابھار رہا
ہے۔ منصور نے اپنی فوج کو طیار کرکے فضل کی سرکوبی کو نکل کھڑا ہوا فضل کو اسکی خبر لگ گئی کوہ اوراس
سے نکل کے ریگستان میں چلا گیا۔ منصور نے بھی مجبوری قیروان کی طرف مراجعت کی اور پھر قیروان
سے مہدیہ چلا آیا فضل کو موقع ملگیا۔ ریگستان سے مڑکر باغایہ چلا آیا اور اسپر محاصرہ ڈالدیا۔ اثنائے
محاصرہ میں باطیط نامی ایک شخص نے اسکے ہمراہیوں میں سے اسکو دھوکا دیکے مار ڈالا اور سر

اوتار کے منصور کے پاس بھیجدیا۔

سنہ ۳۳۶ھ میں منصور نے حسن بن اسحاق کو معزول کر کے حسین بن علی بن ابو الحسین کو صوبہ صقلیہ کی گورنری مرحمت فرمائی۔ چنانچہ حسین نے استقلال کے ساتھ اپنی حکومت و سلطنت کی صقلیہ میں بناء ڈالی لیس اسکی اور اسکی آئندہ نسلوں کی ایک زمانہ تک صقلیہ میں حکومت قایم رہی جیسا کہ آیندہ ہم بیان کرینگے۔

اسکے بعد منصور تک یہ خبر پہونچی کہ بادشاہ فرانس بلاد اسلامیہ پر فوج کشی کرنیوالا ہے سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ اسیوقت اپنے بیڑہ جہازات کو طیاری کا حکم دیا اور فوج و سامان جنگ سے اسکو پر کر کے اپنے خادم فرج صقلی کی ماتحتی میں بلاد مقبوضہ فرانس کیطرف بڑھنے کا اشارہ کیا۔ حسین بن علی گورنر صقلیہ کو لکھ بھیجا کہ فوجیں آراستہ کر کے شاہی بیڑہ جہازات کے ساتھ تم بھی فرانس کے شہروں پر جہاد کی غرض سے حملہ آور ہو۔ فرج اور حسین نے دریا کو ساحل مقبوضہ فرانس کیطرف عبور کر کے قلوریہ پہونچکے لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ جاہ بادشاہ فرانس یہ سنکے ایک عظیم فوج لیکے مقابلہ پر آیا۔ لڑائیاں ہوئیں۔ عساکر اسلامیہ نے رباہ کو شکست فاش دیدی اور ان کو ایسی فتح نصیب ہوئی کہ جسکی نظیر و مثل ڈھونڈھنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ سنہ ۳۴۰ھ کا ہے۔ مگر مہدیہ کیطرف واپسی اس فتح نصیب اسلامی لشکر کی معہ مال غنیمت کے سنہ ۳۴۲ھ میں ہوئی۔

سعید بن خزر ابعد سازش فضل بن ابو یزید برابر علم حکومت کی مخالفت کرتا رہا اور دولت منصوریہ کے ارکین اسکو ڈھونڈھتے ہی رہے تا آنکہ کسی لڑائی میں معہ اپنے بیٹے کے گرفتار ہو گیا اور پابزنجیر منصور کے پاس بھیجدیا گیا۔ منصور نے سنہ ۳۴۱ھ میں بازار منصوریہ میں تشہیر کی غرض سے ان دونوں کو گشت کرا کے قتل کروا دیا۔

منصور کی وفات المعز کی حکومت

آخری ماہ رمضان المبارک سنہ ۳۴۱ھ میں منصور نے اپنی حکومت کے سات سال پورے کر کے انتقال کیا۔ چونکہ بارش اور برف میں اسکو سفر کرنا پڑا تھا اور اسوجہ سے دوران خون طبعی حالت پر نہ تھا۔ اس خیال سے کہ دوران خون طبعی حالت پر ہونے لگے حمام کرنے کو گیا اس سے حرارت بڑھ گئی ایک ماہ تک تپ میں مبتلا رہا آخر کار اسی علالت

میں جان بحق تسلیم کی۔ اسکا مشیر طبی اسحاق بن سلیمان اسرائیلی تھا اس نے منصور کو حمام کرنے سے منع کیا تھا مگر منصور نے کچھ سماعت نہ کی۔ آخر یہی ذریعہ اور باعث اسکی موت کا ہوا۔

منصور کے مرنے پر اسکا بیٹا معد سریر حکومت پر متمکن ہوا "المعز لدین اللہ" کا لقب اختیار کیا اور استقلال اور استحکام کے ساتھ حکومت وسلطنت کی بنا ڈالی ۳۴۲ھ میں کوہ اوراس پر فوج کشی کی اور پُرزور حملوں سے اہل کوہ اوراس کو تنگ کرنے لگا چنانچہ بنو کملان اور اہل ہوارہ سے ملیلہ نے امن کی درخواست کی اور بعد حصول امن معز لدین اللہ کے علم حکومت کے سایہ میں آکر پناہ گزیں ہو گئے۔ معز بھی ان لوگوں کے ساتھ بعزت واحترام پیش آیا جائزے اور انعامات دیئے بعد اس کے محمد بن خزر نے اپنے بھائی سعید کے مارے جانے کے بعد امن کی درخواست پیش کی۔ معز نے اسکو بھی امن دیدی اور قیروان کی جانب مراجعت کی۔

معز نے روانگی کے وقت اپنے خادم خاص قیصر کو اپنی فوج کی سرداری پر چھوڑا اور باغایہ کی سند حکومت عطا کی۔ پس جتنے فوجوں کو اس سمت و مرتب کر کے قرب وجوار کے شہروں پر حملہ کر دیا اور جتنے بربری رہتے اسوقت تک علم حکومت معز کی اطاعت قبول نہ کی تھی کسی کو بزور تیغ اور کسیکو بحکمت وتالیف قلوب مطیع بنا کے قیروان کی طرف واپس ہوا۔ معز نے تمہرا سرداران بربریوں کو جنہوں نے علم حکومت کے گرد وفور اطاعت کی تھی بہت سے انعامات دیئے۔ جاگیریں دیں۔ صلے مرحمت کئے۔ اسی زمانہ میں محمد بن خزر والی مغراوہ کا وفد (ڈیپوٹیشن) لیکے حاضر ہوا معز نے نہایت عزت واحترام سے ملاقات کی اور اپنے خاص محلسرا میں ٹھہرایا۔ اسوقت سے ابن خزر قیروان ہی میں مقیم رہا تاآنکہ ۳۴۸ھ میں وفات پائی۔

۳۴۳ھ میں معز نے زیری بن مناد امیر صنہاجہ کو بلا بھیجا تھوڑے دنوں بعد زیری بن مناد مقام اشیر سے حاضر ہوا معز نے اسکو بھی انعامات اور صلے مرحمت فرما کے اس کے صوبہ کی طرف واپس کر دیا۔

۳۴۴ھ میں حسین بن علی گورنر صقلیہ کو لکھ بھیجا کہ تم اپنے بیڑہ جنگی جہازات کا طیار کر کے

ساحل حریہ یا اندلس پر حملہ کرو چنانچہ حسین نے اسکی تعمیل کی اور بہت سا مال غنیمت اور قیدی لیکے واپس آیا۔ اسی بناء پر ناصر والی اندلس نے اپنے بیڑہ جنگی جہازات کو اپنے خادم غالب کی ماتحتی میں سواحل افریقہ کی جانب روانہ کیا۔ معز کی فوج نے اندلسی فوج کو خشکی پر اترنے نہ دیا اور نہایت ناکامی کے ساتھ والی اندلس کے بیڑہ جہازات کو واپس کردیا۔ بعدازاں ۳۶۲ھ پھر اندلسی فوجیں سواحل افریقہ پر چڑھ آئیں ستر جنگی جہازات کا یہ بیڑہ تھا اس مرتبہ اندلسی فوج نے خزرکے دارالحکومت کو جلا کے خاک سیاہ کردیا۔ بلاد ساحلیہ افریقہ کو غارتگری اور قتل سے بیحد پامال کیا۔ دوسرا اور طبرہ بھی انہیں کے ہاتھوں تاخت وتاراج ہوا معز نے اس امر کا احساس کرکے نہایت مستعدی سے اندلسی فوج کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام کی۔ جس سے اندلسی فوجیں منھ کی کھا کے لوٹ گئیں اور معز کی حکومت وسلطنت کا تمام بلاد افریقہ اور مغرب میں سکہ چل گیا اور اسکا دائرہ دولت کافی طور سے وسیع ہوگیا۔ صوبہ الفکان اور تاہرت کی گورنری پر یعلی بن محمد یفرنی مامور تھا۔ صوبہ اشیر کی حکومت پر زیری بن مناد صنہاجی، مسیلہ کے صوبہ پر جعفر بن علی اندلسی، باغایہ کے صوبہ پر قیصر صقلی، فاس کی حکومت پر احمد بن بکر بن ابی سہل خدامی اور سلجماسہ کی گورنری پر محمد بن واسول مکناسی۔

۳۴۳ھ میں معز تک یہ خبر پہنچی کہ یعلی بن محمد یفرنی نے سلاطین اموئیہ سے جو دریا کے پہلی جانب حکومت کر رہے ہیں سازش کرلی ہے اور اہل المغرب الاقصیٰ کے علم حکومت کی اطاعت وفرمانبرداری چھوڑ دی ہے۔ معز نے فوجوں کو مرتب کرکے بسرگروہی جوہر صقلی کاتب (سکریٹری) کے المغرب الاقصیٰ کی جانب روانہ کیا ان دنوں یہی معز کی وزارت بھی کر رہا تھا۔ اس مہم پر اس کے ساتھ جعفر بن علی گورنر مسیلہ اور زیری بن مناد گورنر اشیر وغیرہما بھی بھیجے گئے تھے یعلی بن محمد والی المغرب الاوسط بھی مقابلہ کی غرض سے اپنا لشکر آراستہ کرکے نکلا۔ اتفاق یہ کہ جسوقت یعلی نے الفکان سے کوچ کیا۔ اہل صیلہ میں بددلی پیدا ہوگئی بیان کیا جاتا ہے کہ بنی یعرب نے یہ ریشہ دوانی کی تھی بہرکیف یعلی گرفتار کرلیا گیا اس اثناء میں جوہر بھی پہونچگیا کتامہ نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں۔ الفکان بات کی بات میں تاخت وتاراج کردیا گیا۔ اسی ہنگامہ میں یعلی کا بیٹا یدو بھی قید کرلیا گیا جوہر اور اہل کتامہ قتل

و غارتگری کرتے ہوئے فاس پہونچے اور وہاں سے لوٹ مار کرتے ہوئے سجلماسہ تک بڑھ گئے اور اس کو
بھی بزور تیغ لے لیا شاکر للہ محمد بن شیخ کو بھی گرفتار کر لیا جو بنی واسول سے تھا اور "امیر المومنین" کے
لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔ شاکر للہ کی گرفتاری کے بعد اس کے چچازاد بھائیوں میں سے ابن المعتز
کو امارت کی کرسی پر متمکن کیا۔ جوہر نے مغرب میں خونریزی اور غارتگری کے سوا اور کوئی امر محسوس نہیں
ہوتا تھا۔ دریائے محیط تک تمام علاقہ مفتوحہ تھا، جوہر نے دریا پر پہونچ کے پھر فاس کی جانب
مراجعت کی اور یہ خیال کر کے کہ یہ بھی دولت شیعہ سے معاند ہے محاصرہ ڈال دیا ان دنوں احمد بن بکر بن
ابی سہل جذامی کے قبضہ اقتدار میں فاس کی زمام حکومت تھی احمد نے اپنی فوجوں کو مرتب کر کے جوہر کا مقابلہ
کیا اور مدتوں لڑتا رہا۔ جوہر نے اپنی کامیابی سے مایوس ہو کے محاصرہ اٹھا لیا اور سجلماسہ کی طرف کوچ
کر دیا۔ محمد بن واسول مکناسی اس صوبہ پر حکمرانی کر رہا تھا اس نے بھی اپنے کو "امیر المومنین شاکر للہ"
کے لقب سے ملقب کر کے اپنے نام کا سکہ مسکوک کرایا تھا جوہر کی آمد کی خبر سن کر محمد بھاگ گیا زیادہ عرصہ
نہ گذرنے پایا تھا کہ گرفتار ہو کر جوہر کی خدمت میں پیش کیا گیا جوہر نے اسکو نظر بند رکھنے کا حکم دے کے
سجلماسہ سے کوچ کر دیا اور اثنائے راہ کے شہروں کو مفتوح کرتا ہوا فاس کی طرف پھر معاودت کی۔
ایک مدت تک اسکا محاصرہ کئے رہا آخر کار زیری بن مناد کی کوششوں سے بزور تیغ فتح ہو گیا احمد
بن بکر گرفتار کر لیا گیا۔ یہ واقعہ ۳۴۹ھ کا ہے۔

احمد کی گرفتاری کے بعد عمال بنی امیہ کو سرزمین مغرب سے نکال باہر کر کے اپنی جانب سے اپنے
عمال مقرر کئے صوبہ تاہرت کو زیری بن مناد کے صوبہ سے ملحق کر دیا اور مظفر و منصور معز فاطمیین کے
قیروان کی طرف مراجعت کی چند دنوں بعد احمد بن بکر اور محمد بن واسول کو ایک آہنی پنجرے میں
قید کئے ہوئے منصوریہ میں داخل ہوا اہل منصوریہ نے بہت بڑی خوشی منائی شہر کو چراغاں کیا
بعد اسکے ۳۶۲ھ میں معز نے دونوں خادموں قیصر اور مظفر کو جو اپنی ظالمانہ تدابیر سے معز کے ملک
کے مالک ہو رہے تھے اور ہر کام کے سیاہ و سفید کرنے کے مختار تھے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

جزیرہ اقریطش (کریٹ) میں حکم بن ہشام والی اندلس کی طرف سے ایک امیر متعین تھا جزیرہ

اقریاش کے رہنے والے، افریقہ کے باشندے تھے - افریقہ میں رافضیوں کا دور دورہ تھا
یہ لوگ ان کے ہاتھوں تنگ آکے افریقہ سے اسکندریہ بھاگ چکے تھے اور وہیں طرح اقامت ڈالدی
تھی - ان دنوں عبداللہ بن طاہر مصر کا گورنر تھا - اسکو خبر لگی فوجوں کو مرتب کرکے اسکندریہ کا محاصرہ
کرلیا - تاآنکہ اُن لوداروں نے امان طلب کی عبداللہ بن طاہر نے اس شرط سے انکو امان دی کہ وہ لوگ
اسکندریہ چھوڑکے دریا عبور کرکے جزیرہ اقریطش چلے جائیں چنانچہ اُن غریب مسافروں نے اسکندریہ
کو خیرباد کہہ کے جزیرہ اقریطش میں جاکے قیام کیا اور اسی زمانہ سے اسکو آباد کرکے وہیں رہنے لگے انہیں میں
سے ابوحفص بلوطی نامی ایک شخص اُتیر امارت کرنے لگا اور اس طریقہ سے اسکی آئندہ نسلیں اس جزیرہ کی حکمران ہوگئیں
یہانتک کہ اسی نسل ۳۵۰ھ میں عیسائیوں نے سات سو جنگی کشتیوں کا بیڑہ طیار کرکے چڑھائی کی - بہت بڑی خونریزی ہوئی
ہزارہا مسلمان شہید ہوئے اور بیشمار قید کرلیئے گئے پس اُسی زمانہ سے اس وقت تک یہ جزیرہ عیسائیوں
ہی کے قبضہ میں رہا واللہ غالب علی امرہ -

۳۵۱ھ میں والی صقلیہ نے قلعہ طبرمین پر جو منجملہ قلعات صقلیہ کے ایک مشہور قلعہ تھا فوج کشی کی اور
ایک مدت دراز تک محاصرہ کئے رہا آخرکار نوبت یہانتک پہنچی اہل قلعہ طبرمین نے والی صقلیہ کے حکم سے قلعہ کے
دروازے کھولدیئے - عساکر اسلامیہ نے داخل ہوکے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور کمال اطمینان سے رہنے
لگے - اس خداداد کامیابی کے بعد والی صقلیہ نے قلعہ طبرمین کا نام بدل دیا بجائے طبرمین کے معزیہ
رکھا - معزیہ اس مناسبت سے نام رکھا گیا تھا کہ المعز لدین اللہ شاہ افریقہ کا لقب تھا -

بعد اسکے والی صقلیہ یعنی احمد بن حسن بن علی بن ابی الحسن نے صقلیہ کے دوسرے قلعہ موسوم
بہ رمطہ کی طرف قدم بڑھا، والی قلعہ نے بادشاہ قسطنطنیہ سے امداد کی درخواست کی چنانچہ بادشاہ
قسطنطنیہ نے بحری اور بری فوجیں والی قلعہ رمطہ کی کمک پر روانہ کیں - والی صقلیہ نے بھی یہ خبر
پاکے معز سے امدادی فوجیں طلب کیں معز نے ایک عظیم لشکر بسر افسری اپنے بیٹے حسن کے روانہ کیا
رفتہ رفتہ یہ امدادی فوج تھوڑی سی پہونچی اور والی صقلیہ کے لشکر کے ساتھ ملکے قلعہ رمطہ کی جانب روانہ
ہوئی - اسوقت اس کے محاصرہ پر حسن بن عمار نامی ایک نامور سردار تھا پس کل عساکر اسلامیہ نے

نعرہ "اللہ اکبر" مار کر قلعہ پر مجموعی قوت سے حملہ کیا۔ رومی فوجیں بھی سینہ سپر ہو کر مقابلہ پر آئیں۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی۔ رومیوں کا سردار مع ایک گروہ بطریقوں کے مارا گیا اور رومی لشکر نہایت ابتری کے ساتھ ہزیمت اٹھا کے بھاگ کھڑا ہوا عساکر اسلامیہ نے تعاقب کیا مگر خندق کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے مسلمانوں نے جی کھول کر ان کو پامال کیا ان کے لشکرگاہ کو لوٹ لیا رومی لشکر کے پامال ہونیکے بعد عساکر اسلامیہ نے اہل رمطہ کے محاصرہ میں شدت اور سختی سے کام لینا شروع کیا۔ زیادہ زمانہ گذرنے نہ پایا تھا کہ غلہ وغیرہ کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کو اسکی خبر لگ گئی تو دریغ قتل وغارت کرتے ہوئے گھس پڑے۔ کچھ لوگ کشتیوں پر سوار ہو کے براہ دریا بھاگے امیر احمد بن حسن نے اپنے بیڑہ کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا جو نہایت تیزی سے ہزیمت خوردہ حریف کے کشتیوں تک پہونچ گیا چند مسلمانوں نے جو فن شناوری میں طاق تھے دریا میں کود پڑے اور غوطہ لگا کے حریف مقابل کے کشتیوں میں سوراخ کر دیا۔ کشتیاں نکمی ہو گئیں۔ اہل کشتی گرفتار کر لئے گئے۔

اس خداداد کامیابی کے بعد احمد نے عساکر اسلامیہ کو بلاد روم میں پھیلا دیا جنہوں نے بلاد روم کی پامالی اور غارتگری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تا آنکہ والی روم نے جزیہ دینا منظور کیا۔ باہم مصالحت ہو گئی۔ یہ واقعہ سنہ ۳۵۳ھ کا ہے۔ اس لڑائی کا نام جنگ مجاز ہے۔

فتح مصر | اس واقعہ کے چند دنوں بعد معز لدین اللہ والی افریقہ کو یہ خبر لگی کہ کافور اخشیدی کے انتقال سے مصر کی سیاسی حالت میں اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی ہے آئے دن فتنہ و فساد اور باہمی نزاعات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ خلیفہ بغداد اسوجہ سے کہ بختیار بن معز الدولہ اور عضد ولہ برادر زادہ بختیار میں جھگڑا ہو رہا ہے مصر کی اصلاح کی جانب متوجہ نہیں ہو سکا معز نے یہ سنکے مصر پر فوجکشی کا قصد کیا چنانچہ سنہ ۳۵۸ھ میں کتامیوں کو مجتمع کرنے کی غرض سے جوہر کاتب کو ملک مغرب روانہ کیا اور صوبہ برقہ میں جابجا سر راہ کنووں کے کھود دینے کا حکم صادر فرمایا۔ فراہمی فوج کے بعد جوہر کو مع ایک عظیم فوج کے مصر کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور رخصت کرنے کی غرض سے خود بھی جوہر کے لشکر تک آیا چند دنوں تک ٹھیرا ہوا جوہر اور اسکے ہمراہیوں کو مناسب ہدایات دیتا رہا۔ جوہر نے ان ہدایتوں کو اپنی

یاد داشت کی کتاب میں لکھ لیا اور رخصت ہو کے مصر روانہ ہوا کسی ذریعہ سے اسکی روانگی کی خبر فوج تک
پہونچی جو اسوقت مصر کی محافظت پر تھی سنتے ہی بغیر جدال و قتال کے متفرق و منتشر ہو گئی جیسا کہ آیندہ
بیان کیا جائے گا۔ جوہر کوچ و قیام کرتا ہوا بلا روک ٹوک پندرہویں شعبان ۳۵۸ھ کو مصر میں داخل
ہوا۔ جامع مسجد قدیم میں معز لدین اللہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور اسیوقت سے حکومت علویہ کا پھریرہ مصر
میں اوڑنے لگا۔ بعد اس کے ماہ جمادی الاولی ۳۵۹ھ میں جوہر نے جامع ابن طولون میں جاکے
نماز ادا کی اور اذان میں فقرہ "حی علی خیر العمل" کے اضافہ کرنے کا حکم دیا۔ پس یہ پہلی اذان تھی جو مصر
میں اس اضافہ کے ساتھ دیگئی۔

مصر کی فتحیابی اور اسکے نظم و نسق سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جوہر نے معز کی خدمت میں تحائف
اور ہدایا روانہ کیئے اور نیز ارکین دولت اخشیدیہ کو بھی بھیجا۔ معز نے ان لوگوں کو مہدیہ کے جیل میں
ڈالدیا فقہاء اور علماء مصر کو جو بطور وفد حاضر ہوئے تھے انکو انعامات اور صلے دے کے مصر کیجانب
واپس کیا۔ اسی زمانہ سے جوہر نے قاہرہ کی تعمیر کی بنیاد ڈالی اور معز کو مصر میں چلے آنے کی ترغیب دینے لگا۔

فتح دمشق

مصر کے مفتوح ہونے اور بنو طغج کے گرفتاری پر حسن بن عبید اللہ بن طغج معہ اپنے
چند سپہ سالاروں کے مکہ معظمہ کی طرف جان بچا کے بھاگا۔ جوہر کو اسکی اطلاع ہو گئی جعفر بن فلاح
کتامی کو معہ ایک فوج کے حسن کے تعاقب کا حکم دیا۔ حسن اور جعفر سے لڑائیاں ہوئیں آخرکار جعفر نے
حسن کو معہ اس کے سپہ سالاروں کے جو اس کے ہمراہ تھے گرفتار کر لیا اور پابزنجیر جوہر کے پاس
بھیجدیا جوہر نے ان لوگوں کو اسی حالت سے معز لدین اللہ کی خدمت میں افریقہ روانہ کر دیا۔

جعفر نے اس مہم سے فارغ ہو کر رملہ کا قصد کیا اور قتل و غارت کرتا ہوا بزور شمشیر رملہ میں گھس
پڑا۔ جو مقابلہ پر آئے انکو تہ تیغ کیا باقی ماندگان شہر کو امن دی اور ان پر خراج قایم کر کے طبریہ کا
رخ کیا۔ ان دنوں طبریہ میں ابن ملہم نامی ایک شخص حکمرانی کر رہا تھا چونکہ ابن ملہم پہلے ہی سے علم
حکومت معز کا مطیع ہو گیا تھا اسوجہ سے جعفر نے اس سے تعرض نہ کیا۔ دمشق کا راستہ اختیار کیا
اور لڑ کر تلواروں اور نیزوں کے زور سے اسپر اپنے رعب و داب کا سکہ جمایا ماہ محرم ۳۵۹ھ

اسکے پہلے جمعہ میں معزلدین اللہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ دمشق میں شریف ابوالقاسم بن یعلی ہاشمی ایک
بااثر شخص رہتا تھا۔ کثرت سے لوگ اس کے مطیع تھے اور بہت بازاریوں اور گنواروں کو مجتمع کرکے
دوسرے جمعہ میں دولت علویہ کے مخالفت کا علم بلند کیا۔ سیاہ کپڑے پہنے۔ سیاہ پھریرہ بنایا اور جامع
مسجد میں پھر خلیفہ مطیع عباسی کے نام کا خطبہ پڑھا۔ جعفر سے اور اس سے مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں
بالآخر شریف ابوالقاسم کو شکست پر ہزیمت ہونے لگی۔ مغربی فوجوں نے اہل دمشق کو پامال کرنا شروع
کیا بیچارہ شریف ابوالقاسم میدان جنگ سے رات کے وقت شہر میں بھاگ گیا صبح ہوئی تو اہل شہر
نے جعفری کو جعفر کے پاس صلح کی گفتگو کرنے کو بھیجا جعفر نے تسلی وتشفی دی اہل شہر کے ساتھ حسن سلوک کا
وعدہ کیا اور یہ کہہ کے شریف جعفری کو واپس کیا کہ اہل دمشق سے یہ کہدو کہ مجھے دم بھر کو شہر میں داخل
ہونے دیں میں شہر دمشق کا ایک چکر لگا کے اپنے لشکر گاہ میں واپس چلا آؤنگا۔ کسی سے کچھ تعرض
نہ کرونگا۔ اہل شہر اس دم پٹی میں آگئے۔ جعفر مع اپنی فوج کے شہر میں داخل ہوا مغربی فوجیں
قتل وغارتگری کرنے لگیں۔ اہل شہر کو اس ناراضی پیدا ہوئی سبھوں نے متفق ہوکے جعفر کی فوج پر
پھر حملہ کردیا اور اس میں سے بیشمار آدمیوں کو مار ڈالا خندقیں پھر کھُدنے لگیں۔ قلعہ بندی کی طیاری
ہونے لگی۔ شریف ابوالقاسم نے جعفر سے پھر نامہ وپیام مصالحت شروع کیا۔ خدا خدا کرکے پندرہویں
ذی الحجہ سنہ ۳۵۹ھ کو فریقین میں مصالحت ہوگئی۔ جعفر کا افسر پولیس شہر میں انتظام کے لئے آیا۔
ہنگامہ فرو ہوگیا۔ بلوائیوں کے ایک گروہ کو گرفتار کرکے بعض کو قتل کیا اور بعض کو جیل میں ڈالدیا
بعد ازاں محرم سنہ ۳۶۰ھ میں جعفر نے شریف ابوالقاسم کو بھی گرفتار کرکے مصر روانہ کردیا اور دمشق
کی کرسی حکومت پر متمکن ہوکے استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔

قبل ان واقعات کے سنہ ۳۵۸ھ میں ابوجعفر زناتی نامی ایک شخص نے افریقہ میں معز کے علم
حکومت کے خلاف سر اٹھایا تھا۔ بربریوں اور نکاریہ کا جم غفیر اسکے پاس مجتمع ہوگیا تھا معز
بذاتہ اس مہم کے سر کرنے کو روانہ ہوا رفتہ رفتہ باغایہ پہونچا۔ یہاں پہ یہ خبر مسموع ہوئی کہ بلوائیوں
کی جماعت منتشر ہوکر ریگستان کی طرف چلی گئی۔ چنانچہ معز نے بلکین بن زیری کو ابوجعفر کے

تعاقب اور گرفتاری کا حکم صادر کرکے تھا۔ یہ کی جانب مراجعت کی بلکین ایک مدت تک ابوجعفر کی
تلاش میں سرگرداں بیابان اور ریگستان کی خاک چھانتا رہا مگر کچھ بھی سراغ نہ چلا۔ بعد اس کے
خود ابوجعفر نے ۳۶۰ھ میں معز کے دربار میں حاضر ہو کے امن کی درخواست کی معز نے اسکو امن
دی۔ اور گذارہ کے لئے تنخواہ بھی مقرر کر دی۔ اس واقعہ کے بعد ہی جوہر کا عریضہ پہونچا۔ جس میں
مصر و شام میں حکومت علویہ عبیدیہ کے قائم کرنے کا حال لکھا تھا اور نیز معز کو مصر میں بلایا تھا۔ معز
اس خط کو پڑھ کے مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہو گیا۔ ارکین دولت کو اس سے مطلع کرکے دربار
عام کیا۔ شعراء نے قصائد مدحیہ پڑھے۔

بعد ازاں قرامطہ نے دمشق پر فوجکشی کی اس مہم میں قرامطہ کے ساتھ ان کا بادشاہ اعصم بھی
تھا جعفر بن فلاح نے سینہ سپر ہو کے مقابلہ کیا اور بکمال مردانگی سے انکو مار بھگایا۔ پھر ۳۶۱ھ میں
قرامطہ کی فوجیں دمشق کی جانب بڑھیں۔ جعفر بھی اپنی فوجیں آراستہ کرکے میدان جنگ میں آگیا۔
گھمسان لڑائی ہوئی۔ میدان قرامطہ کے ہاتھ رہا۔ جعفر کو ہزیمت ہوئی۔ اثناء گیر و دار میں قرامطہ[1] کے
ہاتھ سے مارا گیا۔ اعصم نے کامیابی کے ساتھ دمشق پر قبضہ کرکے مصر کا قصد کیا۔ جوہر کو اسکی خبر لگ گئی
معز کو یہ واقعات لکھ بھیجے۔ پس معز نے مصر کی حمایت پر اپنی کمر ہمت باندھی اور روانگی مصر کا قصد مصمم کرلیا

معز قاہرہ میں

جسوقت یہ خبریں معز تک پہونچیں معز نے روانگی مصر کا عزم بالجزم کرلیا مگر روانگی
سے پہلے ملک مغرب کا انتظام کرنا اور وہاں کے مادہ فساد کو قطع کرنا بھی ضروری تھا محمد بن حسن بن
خزر مغراوی اسکا مخالف المغرب الاوسط میں موجود تھا۔ زناتہ اور بربریوں کا بہت بڑا گروہ اسکا
مطیع اور اس کے ایک اشارہ پر گردن کٹوا دینے پر طیار تھا اور خود بھی یہ بہت بڑا دلیر جبار اور گردن کش
تھا۔ معز کو اس سے خطرہ پیدا ہوا اور یہ خیال کرکے کہ مبادا میرے زمانہ غیر موجودگی میں محمد افریقہ پر قابض
نہ ہو جائے بلکین بن زیری بن مناد کو محمد پر فوج کشی کرنے اور اس کے ملک میں جا کے اس سے جنگ
کرنے کا حکم صادر کیا۔ پس ان دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی آخر کار محمد

[1] قرامطہ نے ماہ ذیقعدہ سنہ ۳۶۰ھ میں فوجکشی کی تھی۔ تاریخ کامل جلد ۸ صفحہ ۲۴۲۔

بن حسن کو ہزیمت ہوئی ، اسکا لشکر شکست کھا کے بھاگا۔ محمد بن حسن نے اس امر کا احساس کر کے خودکشی کرلی ۔ زناتہ کے سترہ سرداراس معرکہ میں مارے گئے اور بہت سے گرفتار کر لئے گئے یہ واقعہ ۳۶۲ھ کا ہے بلکین نے اس خداداد کامیابی کی اطلاع معز کو کی معز نے اظہار مسرت کی غرض سے دربار عام کیا۔ اطراف وجوانب سے مبارکباد کے خطوط آئے ۔ بعدازاں معز نے بلکین کو میدان جنگ سے طلب کر کے افریقہ اور ممالک مغرب کی حکومت پر مقرر کیا قیروان میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ ابوالفتوح کے خطاب سے مخاطب کیا۔ طرابلس کی حکومت عبداللہ بن مخلف کتامی کو دی اور ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے پر حکمرانی کا اختیار نہ دیا تحصیل وصول مالگذاری پر زیادۃ اللہ بن عزیم کو اور محکمہ خراج (بورڈ آف ریونیو) پر عبدالجبار خراسانی اور حسین بن خلف مرصدی کو مامور کیا۔ ملک کے انتظام سے فارغ ہو کے منصوریہ کے باہر آخری شوال ۳۶۱ھ میں لشکر آرائی کا حکم دیا اور خود منصوریہ سے کوچ کر کے قیروان کے قریب سردانیہ میں پڑاؤ کیا تا آنکہ اس کے انتظام سے بھی فراغت حاصل کی اس اثناء میں اسکی سپاہ ، خدم حشم اور اہل وعیال بھی آگئے قصر حکومت میں جس قدر مال واسباب اور سامان آرائش تھا سب اٹھا لائے ۔ سردانیہ میں آنے کے چوتھے مہینے بقصد مصر کوچ کیا۔ بلکین بھی مشایعت کی غرض سے ہمراہ تھا تھوڑی دور چلکے معز نے بلکین کو واپس کیا اور خود کوچ و قیام کرتا ہوا مع اپنی سپاہ کے طرابلس پہونچا۔ اہل طرابلس سے کچھ لوگ کوہ نفوسہ بھاگ گئے اور قلعہ بند ہو گئے ۔ معز نے دو ایک روز قیام کر کے برقہ کی جانب کوچ کیا۔ یہاں پر اسکا شاعر محمد بن ہانی اندلسی آخر ماہ رجب ۳۶۲ھ کو کنارہ دریا پر مقتول پایا گیا۔ قاتل کا کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر معز نے برقہ سے اسکندریہ کی طرف کوچ کیا چنانچہ آخری شعبان سنہ مذکور میں اسکندریہ پہونچا۔ امراء ورؤساء شہر نے حاضر ہو کے باریابی کی عزت حاصل کی۔ معز ان لوگوں سے بہ کمال احترام و توقیر ملا۔ انعامات دیئے صلے دیئے پھر اسکندریہ سے کوچ کر کے پانچویں رمضان سنہ مذکور کو قاہرہ میں داخل ہوا پس اس شہر کو اسکے اور اس کے بعد کے خلفاء کے رہنے کی عزت دیگئی تا آنکہ انکا دور حکومت منقضی ہو گیا۔

جنگ معز و قرامطہ

بنی طغج حکمرانان دمشق ایک مدت سے قرامطہ کو بطور خراج (تین[1] لاکھ دینار) سالانہ ادا کیا کرتے تھے پس جسوقت جعفر بن فلاح نے دمشق پر قبضہ کیا اور المعز لدین اللہ علوی کی حکومت کا پھریرہ ان ممالک میں اُوڑایا تو یہ خراج جو بنی طغج، قرامطہ کو ادا کیا کرتے تھے بند کردیا گیا۔ قرامطہ کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی۔ فوجیں آراستہ کرکے دمشق پر چڑھ آئے۔ ان کا بادشاہ الاعصم خود اس مہم میں انکا افسر اعلیٰ تھا جعفر بن فلاح نے شہر دمشق سے نکل کے قرامطہ کا مقابلہ کیا۔ پس قرامطہ نے جعفر کو شکست دیکے شہر پر قبضہ کرلیا اور اثناء دار و گیر میں اسکو قتل کرڈالا۔ بعد اسکے قرامطہ نے رملہ کا رُخ کیا اہل رملہ شہر چھوڑکے بھاگ گئے یافا میں جاکے قلعہ بندی کرلی اور قرامطہ نے رملہ پر پہونچکے کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کرلیا ایک قطرہ خون کا بھی نہ گرا۔ ان دو پیہم فتحیابیوں سے قرامطہ کے حوصلے بڑھ گئے یافا میں لشکر آرائی کرکے مصر کی طرف بڑھے اور عین شمس پر جسکو اب اسطاریہ کہتے ہیں پہونچکے پڑاو کیا عرب اور بنی طغج کے خادموں کا ایک گروہ قرامطہ کے پاس آکے مجتمع ہوگیا۔ قرامطہ نے اپنی سپاہ اور نیز ان سب کو مرتب کرکے سفر ہیولے پر قاہرہ میں محاصرہ ڈالدیا۔ مدتوں دونوں حریف میں لڑائی ہوتی رہی انجام کار قرامطہ کو فتح نصیب ہوئی بعد اس کے مغربی فوجیں اپنے حریف سے لڑتے لڑتے، مرنے اور مارے جانے پر قسم کھاکے پھر نکل پڑیں اور اپنے نابرد آزمودہ تلوار سے قرامطہ کو ہزیمت دیدی۔ قرامطہ مصر چھوڑکے رملہ چلے آئے اور یافا پر نہایت سختی سے حصار ڈالدیا۔ جعفر کو اسکی خبر لگی یافا کے محصوروں کے چھوڑانے کو مصر سے ایک تازہ دم فوج براہ دریا، یافا روانہ کیا جاسوسوں نے قرامطہ کو اسکی خبر کردی قرامطہ نے جعفر کی کل کشتیوں کو جسپر اہل یافا کی امدادی فوج جارہی تھی گرفتار کرلیا۔ معز کو قیروان میں اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ روانگی مصر کا قصد تو کرہی چکا تھا۔ جھٹ پٹ سامان سفر درست کرکے مصر کی جانب کوچ کردیا اور کوچ و قیام کرتا ہوا مصر پہونچگیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کرآئے ہیں۔

مصر میں پہونچکے معز تک یہ خبر پہونچی کہ قرامطہ بقصد مصر طیاری کررہے ہیں ایک خط لکھ کے

---

[1] دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۴۲ -

اعصم سردار قرامطہ کے پاس روانہ کیا جسمیں اولاً اپنے خاندان کی فضیلت تحریر کی تھی بعدازان یہ تحریر کیا تھا کہ ابتداً تم لوگ ہمارے اور ہمارے آباء واجداد کے ہواخواہ تھے اور انہیں کی دولت وحکومت کے ایلچی بنے ہوئے پھرتے تھے۔ غرض اسی قسم کے مضامین لکھ بھیجے سمجھانے بجھانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا آخر میں دھمکی بھی دی تھی۔ اعصم نے اس خط کو پڑھ کے نہایت سختی کا جواب دیا " وصل کتابک الذی قل تحصیلہ وکثر تفصیلہ ونحن سائرون الیک والسلام" (ترجمہ تمہارا خط پہونچا جسکا مطلب کم اور فضولیات زیادہ تھے اور ہم تم پر فوجکشی کرنے والے ہیں والسلام) جواب روانہ کرنے کے بعد فوج کو آراستگی کا حکم دیا اور سامان سفر وجنگ درست کر کے احساء سے مصر کی جانب کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ ملک مصر میں پہونچکے عین شمس میں پڑاؤ کیا۔ گردو نواح کے رہنے والے اور نیز عرب آ آکے اعصم کے پاس اکٹھے ہوئے۔ حسان بن جراح طائی امیر عرب بھی سلے کا بہت بڑا گروہ لئے ہوئے آپہونچا اعصم اور حسان نے مشورہ کر کے اپنی اپنی سپاہ کے متعدد دستوں کو شبخون مارنے اور قتل وغارت گری کرنے کے لئے مصر کے مضافات میں پھیلا دیا۔ ہنگامہ نمونہ قیامت برپا ہوگیا۔ معز کو قرامطہ کی کثرت فوج سے خوف پیدا ہوا احسان سے خط وکتابت شروع کی اور اسکو ایک لاکھ دینار دے کے ملالیا۔ باہم یہ رائے قرار پائی کہ بوقت جنگ قرامطہ کے سپاہ کو میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کے ہم معہ اپنی فوج کے بھاگ جاینگے۔ چنانچہ جب اس قرارداد کے معز نے شہر سے نکلکے قرامطہ پر حملہ کیا۔ حسان دو چار ہاتھ لڑکر پیچھے ہٹا معز نے اپنی فوج کو بڑھنے کا حکم دیا حسان معہ عرب کے بھاگ کھڑا ہوا قرامطہ تھوڑی دیر تک میدان جنگ میں اڑے رہے لیکن آخر کار شکست کھا کے بھاگے تقریباً ڈیڑھ ہزار فوج گرفتار کر لی گئی۔ باقی ماندگان کے تعاقب پر معز نے ابومحمود سپہ سالار کو دس ہزار سواروں کی جمعیت سے متعین کیا۔ قرامطہ نے بھاگ کر اذرعات میں دم لیا اور جب وہاں بھی فتحمند گروہ کے دارگیر کی مہیب شکل دکھائی دی تو وہ اذرعات سے نکل کے احساء کی جانب چل کھڑے ہوئے۔

خاتمہ جنگ کے بعد معز نے قیدیان قرامطہ کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور ظالم بن موہوب عقیلی سپہ سالار کو والی دمشق مقرر کر کے دمشق روانہ کیا۔ دمشق میں ان دنوں قرامطہ کی جانب سے

ابوالفجاء اور اسکا بیٹا حکمرانی کر رہا تھا۔ ظالم نے پہونچتے ہی ان کو گرفتار کر لیا مال واسباب جو کچھ تھا اسکو ضبط کر لیا۔ اس اثناء میں ابو محمود قرامطہ کے تعاقب سے واپس ہو کر دمشق میں آیا۔ ظالم کو اس کے آنے سے بیحد مسرت ہوئی ایک دوسرے سے بغلگیر ہوا ظالم نے کہا بہتر یہ ہے کہ آپ دمشق کے باہر قیام پذیر ہوں تاکہ قرامطہ کے حملہ سے ہم لوگ محفوظ رہیں" ابو محمود نے اس رائے کو پسند کیا دمشق کے باہر خیمے نصب کرا دیئے ظالم نے ابوالفجاء اور اس کے بیٹے کو ابو محمود کے حوالہ کر دیا ابو محمود نے اسکو مصر روانہ کر دیا پس ابوالفجاء مصر کے جیل میں ڈالدیا گیا۔

بعد اس کے ابو محمود کے ہمراہیوں نے اہل دمشق پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اس سے لوگوں میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔ چند لوگوں نے متفق ہو کے افسر پولیس کو قتل کر ڈالا اور نیز اس کے اسٹاف کے افسروں کو بھی مار ڈالا شہر کے باہر اہل شہر اور لشکریوں میں ہلڑ مچ گیا۔ ظالم معہ سرداروں کے سوار ہو کر ہنگامہ کے فرو کرنے کو نکلا سمجھا بجھا کے اہل شہر کو شہر کی طرف واپس کیا اور مغربی فوجوں کو ان کے لشکر گاہ کی جانب لوٹایا۔ تھوڑے دنوں کے لئے امن ہو گیا بعد ازاں پندرہوین شوال سنہ ۴۶۱ھ کو مابین اہل دمشق اور لشکریان محمود پھر جھگڑا ہو گیا۔ مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں آخر کار اہل شہر کو ہزیمت ہوئی۔ لشکریان محمود شہر تک، اہل شہر کا تعاقب کرتے چلے آئے۔ ظالم بن موہوب اسی روز بلکہ خطرہ پیش نظر رکھ کے اہل شہر کے ساتھ مدارات کر رہا تھا بخوف جان دار الامارت چھوڑ کے نکل بھاگا۔ مغربی فوج نے دروازہ فرادیس سے گھس کے شہر میں آگ لگا دی ایک خلق کثیر جلکر مر گئی۔ اس فساد کی آگ ربیع الثانی سنہ ۴۶۲ھ تک مشتعل رہی بعد اس کے باہم اس امر پر مصالحت ہو گئی کہ ظالم بن موہوب شہر سے نکال دیا جائے اور بجائے اس کے جیش بن صمصامہ ہمشیرہ زادہ محمود مقرر کیا جائے چنانچہ اس تبدیلی کے بعد فتنہ و فساد فرو ہو گیا۔ زیادہ مدت نہ گذرنے پائی تھی کہ مغربی فوجوں نے پھر لوٹ مار شروع کر دی اور عوام الناس نے بلوہ کر دیا یورش کر کے اس قصر کی طرف بڑھے جس میں ابو محمود تھا ابو محمود یہ خبر پا کے اپنے لشکر میں بھاگ گیا اور فوج کو مرتب کر کے شہر پر حملہ کر دیا۔ اہل شہر بھی مقابلہ پر

ڈٹ گئے ابومحمود نے شہر کا محاصرہ کرکے باہر کی آمد و رفت بند کردی غلہ پانی اور ضروریات کا آنا جانا بند ہوگیا۔ اہل شہر تنگی سے بسر کرنے لگے بازار بند ہوگئے رفتہ رفتہ اسکی خبر معز تک پہونچی معز نے ابومحمود پر اس فعل سے ناراضی ظاہر کی اور ریان خادم کو طرابلس میں لکھ بھیجا کہ دیکھتے ہی اس شقہ کے دمشق چلے جاؤ اور صحیح صحیح واقعات وہاں کے لکھ بھیجو اور ابومحمود سپہ سالار کو دمشق سے واپس کردو۔ چنانچہ ریان نے دمشق میں پہونچکے ابومحمود کو رملہ کیطرف لوٹا دیا۔ اور دمشق کے اصلی واقعات لکھ کے معز کی خدمت میں روانہ کیا اور خود افتکین جدید والی دمشق کے آنے تک دمشق میں ٹھیرا رہا۔

افتکین معز الدولہ بن بویہ کا خادم تھا جسوقت ترکوں نے بختیار بن معز الدولہ پر بسر گروہی سبکتگین یورش کی اور سبکتگین اسی اثنا میں مرگیا تو ترکوں نے اسکو اپنا امیر سردار بنا کے بختیار پر واسط میں محاصرہ ڈالدیا عضد الدولہ خبر پاکے بختیار کی امداد اور ترکوں سے نجات دینے کو آپہونچا۔ ترکوں نے محاصرہ اوٹھا لیا۔ واسط چھوڑ کے چلتے پھرتے نظر آئے۔ افتکین معہ ایک دستہ فوج کے حمص چلا آیا تھا اور اسکے قریب پہونچکے پڑاؤ کردیا تھا ظالم نے اسکی گرفتاری کی تدبیریں کین مگر کامیاب نہوا اور افتکین حمص سے نکلکے دمشق چلا آیا۔ دمشق پر ان دنوں زیاد (معز کا خادم) قابض ہو رہا تھا۔ رؤساء شہر و اہل پیل اور عوام الناس بزور و جبر اسکے مطیع و فرمانبردار ہو رہے تھے کہ کوئی شخص دم نہ مار سکتا تھا۔ ایک روز رؤساء شہر چھپکے افتکین کے پاس آئے اور اس سے شہر پر قابض ہونے اور امارت قبول کرنیکی درخواست کی معز یوں کی شدت کا بھی تذکرہ کیا کہ وہ لوگ ہمکو جبر و اکراہ رفض کے عقائد کی تعلیم دیتے ہیں انکے عمال ہم پر طرح طرح کے ظلم و ستم کرتے ہیں افتکین کا دل یہ سنکے بھر آیا خود بھی قسم کھائی اور انکو گوں سے بھی متحد الکلمہ و متفق رہنے کی قسم لی بعد ازاں شہر پر قبضہ کرلیا۔ زیاد دمشق چھوڑ کے چلا گیا خلیفہ معز علوی کا خطبہ و سکہ موقوف ہوگیا منبر پر خلفاء عباسیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا فتنہ پردازوں اور مفسدوں کی بیخکنی کردیگئی عرب جو اکثر بلاد کے قبضہ سے نکال لئے گئے جن پر وہ قابض ہو گئے تھے الغرض افتکین اسطور سے استقلال کیساتھ دمشق پر حکومت کرنے لگا۔

معز نے یہ خبر پاکے افتکین کو اطاعت قبول کرنے اور اپنی جانب سے سند امارت دینے کو لکھا افتکین نے اسکی تحریر پر اعتماد نہ کیا اور اسکی سفارت کو لوٹا دیا اس بنا پر معز نے افتکین پر فوجکشی کی اتفاق یہ کہ مقام بلبیس پہنچکر مرگیا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائیگا۔

تم الجزء التاسع ویلیه الجزء العاشر

ان شاء اللہ تعالیٰ اوله وفات المعز

علی ابن ابیطالب اور امام ہمام حسن بن علی علیہم السلام کے زمانہ خلافت و تفویض امامت تک کے مفصل حالات نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھے گئے ہین چار سو صفحات سے زیادہ کا حجم کاغذ سفید چکنا قیمت بلا محصول ڈاک۔ عہ/

جلد پنجم | مین خلفاء بنوامیہ کے ابتدائی تاجدارون امیر معاویہ، یزید، معاویہ، عبد الملک، ولید، سلیمان بن عبد العزیز اور یزید کے عہد حکومت کے حالات معرکہ کربلا اور واقعہ حرہ کے صحیح واقعات درج کیے گئے ہین حجم چار سو صفحات سے زائد کاغذ سفید چکنا قیمت بلا محصولڈاک۔

جلد ششم | خلفاء بنوامیہ کے آخری تاجدارون ولید، یزید، ابراہیم اور مروان کے حالات دولت عباسیہ و شیعہ کے قائم مقام ہونے اور اوسکے چار ابتدائی حکمرانون سفاح، منصور، مہدی، اور ہادی کے عہد حکومت کے واقعات لکھے گئے ہین قیمت بلا محصولڈاک۔ عہ/

جلد ہفتم | نامور حکمرانان دولت عباسیہ کی سطوت و جبروت کی مجسم تصویر خلیفہ ہارون امین، مامون، معتصم، واثق، متوکل، منتصر، مستعین، معتز، مہتدی اور معتمد علی اللہ کے زمانہ کے واقعات، بے سر و پا قصہ عقد عباسیہ و جعفر کی تردید، برامکہ کی تباہی کے اصلی اسباب قیمت بلا محصول ڈاک۔ عہ/

جلد ہشتم | خلافت عباسیہ کے آخری دور کے گیارہ فرمانروایون کے حالات، حکمرانان المغرب الاقصیٰ کے زمانہ حکومت کے واقعات، اور دولت اسماعیلیہ و عبیدیہ مصریہ کے متمہد ہونے کی کیفیت۔ قیمت بلا محصولڈاک۔ عہ/

جلد نہم | مین خلافت عباسیہ بغداد کی حکومت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھا چاہتا ہے۔ خلافت و حکومت نام کو باقی رہجاتی ہے شطرنج کے ایسے بادشاہ، نام کے خلیفہ و حکمران مقتدی، مستظہر، مسترشد، راشد، مقتفی، مستنجد، مستفی، ناصر، ظاہر، مستنصر، اور مستعصم کے حالات دیکھنے اور عبرت حاصل کرنیکے قابل ہین خلفاء عباسیہ بغداد و مصر کے شجرہ، حکمران المغرب الاقصیٰ۔ اسماعیلیہ، عبیدیہ، علاویہ کے واقعات نہایت تحقیق و تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ اس جلد کی سیر کرنیوالون کی آنکھون سے اگر خون کا آنسو آئے توبجا ہے جسکی ابتدا سفاح و منصور کے ہاتھون سے ہوئی۔ اور جسنے ہارون اور مامون کی گود مین پرورش